

انتساب

Qiran-us-Sadain

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب

اجازت حضرت بندگانِ عالی متعالیٰ نبرا کر اللہ

بہ منہ آصف جاہ منظر الممالک نظام الملک نظام الدولہ

نواب میر سر عثمان علی خاں بہادر

فتح جنگ جی سی ایس آئی جی سی بی خلدیگہ

وسلطانہ وادام اقبالہ کے نام نامی اسم سامی

کے ساتھ منسوب معنون کیا جاتا ہے





ثنوی

قرآن السعید

مختصر فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر
	تمہید	
۱	یادِ رفگان، اعتراف و شکریہ	۱
۶	نسر و کی طبع زاد ثنویوں بالخصوص قرآن السعید کی خصوصیات	۶
۴۰	قرآن السعید میں دہلی قدیم کے متعلق معلومات	۴۰
۵۱	قرآن السعید کا سلسلہ تواریخ، شعور و سنین	۵۱
۵۶	قرآن السعید میں مسیح شیخ کے موجود نہ ہونے کی وجہ	۵۶
	ہندوستان کا خسرو پر اور خسرو کا ہندوستان پر اثر اور ثنوی قرآن السعید	۶
۵۷	کا احسن لاتی نتیجہ	۵۷
	مقدمہ	
۱	تقریب نظم و وجہ تسمیہ	۱

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL
LIBRARY, NEW DELHI.

Acc. No. 11.977.....

Date 28-12-62.....

Call No. 891.551.....

Kku.



مکتبہ

مثنوی قرآن السعیدین خسرو

نوشته

سید حسن برنی بی اے

اِس سخن چنڊ کہ بنجواست ست

شاعری نیست ہمہ است ست

(از مثنوی قرآن السعیدین)

صفحہ	مضمون	نمبر
۲	واقعات	۲
۴۷	خسرو کی ملازمت کا حال پر بیل اجال	۳
۵۵	فرمایش نظم اور تصنیف شنوی قرآن السعیدین	۴
۵۹	وصف نگاری	۵
۷۱	تظہینِ منزل	۶
۹۵	مقاماتِ شنوی	۷
۱۳۵	صنیع و بدائع	۸
۱۶۳	قبولِ عام	۹
۱۷۵	خاتمہ	۱۰

مثنیٰ

۱	حمد، نعت، مدحت شاہ	۱
۲۸	صفتِ ہلی و متعلقات	۲
۴۸	ابتدائی واقعات (کیقباد کے اودھ پہنچنے تک)	۳
۱۱۴	ملاقاتِ پسر و پدر (آغاز نامہ و پیام)	۴
۲۴۴	ختمِ کتاب	۵

صفحہ	مضمون
	(۱) پہلی خصوصیت ”تاریخی اہمیت“
۸	خسرو کی مثنویوں سے تاریخ ہند کے پچاھ سال معتبر حالات دستیاب ہوتے ہیں
۹	قرآن السعیدین کے تمام واقعات خسرو کے چشم دید ہیں
۱۰	ان واقعات کے عینی مشاہدہ کے معلق خسرو کے بیانات
۱۰	(۱) خط از غرۃ الکمال مشتمل حالات رفاہی و رسیدن بادودہ و کیفیت ہجرت و مفارقت
۱۳	(۲) خط از عمار خسروی مشتمل حالات طاقات کی قیادہ و پدید خود و طاقات خسرو و شمس
	دیروانہ و رقص خسرو بادودہ
۲۰	مختصر حالات شمس دیروانہ الدین
	(ب) دوسری خصوصیت ”واقعیت“
۲۲	واقعیت کے معنی اور اس کے دو پہلو، انتخاب جزئیات اور تفصیل کو الٹ
۲۳	قرآن السعیدین میں واقعیت کا کمال
۲۳	وصف نگاری کا واقعہ نگاری سے تعلق
۲۴	انتخاب جزئیات اور تفصیل کو الٹ کی مثال قرآن السعیدین سے
۲۴	مناظر فطرت کی مصوری اسی خصوصیت کے تحت میں داخل ہے
۲۴	مثنوی قرآن السعیدین میں مناظر فطرت کا بیان
	(ج) تیسری خصوصیت ”ادراک نفسانیات و حفظ و تفریق شخصیات“
۲۵	تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کو پورا کرنے کی آسانی اور وقت
۲۵	”وصف نگاری“ اور ”ادراک نفسانیات“ دراصل واقعیت کے خارجی اور داخلی پہلو
۲۶	داخلی پہلو کو پورا کرنے کی دشواری اور خسرو کو اس کا احساس
۲۶	قرآن السعیدین کے اشخاص قصہ

فہرست مضامین

مہتمم

قرآن السعدین

صفحہ	مضمون
۵-۱	(۱) یادِ رفتگاں، اعتراف و شکریہ
۱	یادِ رفتگاں بسلسلہ خسروی
۲	مولانا اسماعیل مرحوم کی خدمات متعلق سلسلہ خسروی
"	مولانا کی ادبی خدمات
۳	مولانا کے مختصر حالات
"	مولانا کی تعلیمی خدمات
"	اعتراف و شکریہ بسلسلہ ترتیب کلیات خسرو
۵	راستہ کی مولانا سے ملاقات بسلسلہ مذکورہ
"	قرآن السعدین کی تنقید مولانا کی اخیر تصنیف ہے
۴-۱	(۲) خسرو کی طبعِ آزادِ شہنویں بالخصوص نثران السعدین کی خصوصیات
۶	شہنویات خسرو کی دو قسمیں "اتباعی" اور "طبعِ آزاد"
"	"اتباعی" کے صحیح معنی
۷	طبعِ آزادِ شہنویں میں قرآن السعدین پہلی شہنوی ہے اور اپنا جواب نہیں رکھتی

صفحہ	مضمون
۳۰	قرآن السعدین کے بعض نسخوں میں اس ثنوی کا نام ثنوی و صفتِ دہلی، کیوں لکھا پایا گیا
"	دہلی کے متعلق معلومات
"	اس کا لقب "قبۃ الاسلام" تھا
"	شہر بہاؤی پر آباد تھا
۴۱	دہلی کے تین حصار تھے
"	قصر مغزی واقع کیلو کھڑی
۴۲	"شہر نو" کیلو کھڑی کی بنیاد کیتباد سے بہت پہلی پڑ چکی تھی
۴۵	دہلی کی عمارات
۴۶	مسجد جامع میں نو گنبد تھے اور "دیوں" کا سلسلہ غیر مستقیم تھا
۴۷	منارہ ماذنہ اور اس کے اوپر کے درجے کی کیفیت
"	حوض سلطان
۴۹	مضافات دہلی
"	سیری اس وقت سبزہ زار تھا
"	انڈیت
۵۰	تلیت
"	بہا پور
"	افغان پور
مقابل صفحہ ۵۱	دہلی اور مضافات دہلی کا نقشہ
۵۱-۵۵	قرآن السعدین کا سلسلہ تواریخ و شہور و شہین
۵۱	قرآن السعدین میں کن تواریخ کا صراحت سے ذکر پایا جاتا ہے

صفحہ	مضمون
۲۷	کیقباد:
"	خسرو کی مثنویاں اس عمدگی تاخیج کا آئینہ ہیں
"	قرآن السعدین کی غزلیات تیسری خصوصیت کے تحت میں داخل ہیں
۲۸	یہ غزلیات مجروح جذبات کے لباس میں تمام قصہ کو بیان کر دیتی ہیں
۳۰	غزل پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے
"	شاعری کو معیار پر قرآن السعدین کی غزلیات پوری اترتی ہیں
"	خسرو کی غزل سدا ئی خاص رنگ رکھتی ہے
۳۱	قرآن السعدین کی غزلیات اس مثنوی میں ایک پر لطف تنوع پیدا کر دیتی ہیں
	(د) چوتھی خصوصیت "جذت"
	خسرو کی طبیعت جذت پسند اور طرد آفرین تھی اور تقلید میں بھی حریت ذہنی کو برقرار
۳۱	رکھا گیا ہے
۳۲	مثنوی قرآن السعدین جذت کا نمونہ ہے
۳۳	جذت شاعری کا تعلق تخیل سے اور تخیل کی اہمیت
"	خسرو کے تخیل کی کیفیت
"	تخیل کی مثال مغلوں کی ہجوت
	(د) پانچویں خصوصیت "تناسب"
۳۸	فنون لطیفہ میں تناسب کے معنی
۳۹	مثنوی میں تناسب قائم رکھنے کی دشواری
"	قرآن السعدین اور تناسب
۵۱-۴۰	(۳) قرآن السعدین میں دہلی قدیم کے متعلق تاریخی معلومات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اللہ آج سے چار برس پہلے جب کلیات امیر خسرو کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو ملک میں ابھی تک نہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے شناس کر سکتے تھے۔ حالی، شبلی اور اسماعیل اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پیمائی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے اگے گمشدگانِ عدم کا سراغ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولانا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پابربکاب تھے۔ مولانا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن سیاقِ اہلِ کمیں لگائے بٹھاتا تھا۔ مولانا اسماعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لبِ بام تھے۔ لیکن کمرِ محنتِ جستِ باندھ کر منزلِ مقصود کی رہ پیمائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ ارضی کے دو تین دور وہ اس وادی میں مرحلہ پیمائے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دُھندلے نشان

واقعات کا سلسلہ قائم کرنے سے قرآن السعدین کے اصل واقعہ یعنی ملاقات کی تاریخ

۵۳

اخیر جمادی الاول ۱۰۸۰ھ قرار پاتی ہے

۵۴

جلوس کی قیادت کی تاریخ اوائل ۱۰۸۰ھ قرار پاتی ہے

خسر کے قیام وودھ کی صحیح مدت کیا ہے اور بظاہر جو اختلاف خسر کے بیانات میں پایا جاتا

۵۴

ہی وہ کس طرح رفع ہوتا ہے

۵۴-۵۵

۵) قرآن السعدین میں مدح شیخ کے موجود نہ ہونے کی وجہ

۵۶

مدح شیخ کا التزام خمسہ اور بعد کی مثنویوں میں

۵۷

قرآن السعدین اور خمسہ سے پہلے کی دوسری مثنویوں میں مدح شیخ کا نہ پایا جانا عدم تعلقاً کو ظاہر کرتا ہے

۵۷

۱) خود خسر کے ابتدائی دیوانوں میں مدح شیخ موجود ہے

۲) معتبر ترین تواریخی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ شیخ کے ساتھ خسر کا تعلق غفوان شباب

۵۸

سے پیدا ہو گیا تھا

۵۹

اس فروگزاشت کی وجہ

۶) ہندوستان کا خسر و پر اور خسر کا ہندوستان پر اثر اور مثنوی قرآن السعدین کا اخلاقی نتیجہ ۵۹-۶۱

۵۹

مثنوی قرآن السعدین کا ایک قصہ طلب شعر میں ایک ہندی لفظ سے لطیفہ پیدا کیا گیا ہے

۵۸

ہندی الفاظ کا خسر کے یہاں آزادانہ استعمال

۵۹

خسر کی شاعری کی اہم اور سبق آموز خصوصیت ”ہندوستانی“

۵۹

خسر و ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں

۵۹

خسر و اس عہد کے صحیح نمائندہ ہیں

۵۹

خسر و کا ہندوستان کی تاریخ پر گہرا اثر پڑا ہے

۶۰

خسر و کا ملک کی شریک تہذیب کی ترقی میں خاص حصہ ہے

۶۰

قرآن السعدین کا اخلاقی نتیجہ

مولانا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ ۱۲ نومبر ۱۸۴۲ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا ”لاڈ“ نام تھا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش و امنگیر ہو گئی۔ سرشتہ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر کچھ اختیار کی۔ لیکن خدا داد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۶۹ء میں جب انھوں نے پنشن لی تو وہ نارمل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت انھوں نے دنیا کی ثروت اور عزت حاصل کی۔ اُن کی کتبِ رسیہ جو اردو مدارس میں عرصہ تک اعلیٰ نصاب رہیں لاکھوں کی تعداد میں نکلیں، اور اب تک رائج ہیں۔ منجور نے اُن کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں ”خاں صاحب“ کا خطاب دیا جس سے زیادہ مناسب اُن کے لیے شمس العلماء کا خطاب ہو سکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دلدادہ تھے، اور قلم، قلم، قلم، درجے ہر طرح اپنی زندگی، علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کر دی تھی۔ اُن کی یہ تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں جہاں انھوں نے سکونت اختیار کر لی تھی تعلیم نہ ملنے لگی تھی انھیں کی مساعی جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ ۱۹۱۰ء میں اُن کی تحریک سے مدارس اُن کا ہفت تہا ہوا، جن کی نگرانی انھوں نے اپنے فتنے لی، اور اخیر تک نہایت تندہی سے اُسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مفید عام تحریکوں میں حصہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

والبتگانِ سلسلہ خسروی پر اُن کا بہت بڑا احسان ہے، اور اُن کی خدمات

دکھائی دینے لگے تھے اور آئندہ کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو منور کر رہی تھیں
 یکایک اسی اہل فنو دار ہوا اور مولنا البتیک لکھنے والے ساتھیوں سے، جو کسی قدر
 پہلے روانہ ہو چکے تھے، جا ملے۔

جلسہ یاریاں پر نشان زدند و برگیزی گوئی اندر گلستانِ پند
 سلسلہ خسروی میں ”حیات“ کا قلم مولنا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں منوی
 قرآن السعید بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کی آخری ڈھائی برس اسی علمی مشغلہ
 میں گزے۔ اس مدت میں قرآن السعید پر مکمل تنقید لکھی، حیات خسروی کے لیے
 بہت ساموا جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزاء ترتیب دے لیے جن میں مغز الدین
 کی قباد کے اخیر عہد (۶۸۹ھ) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے
 اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولنا کے ہاتھوں سر انجام پا جاتا۔
 یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو سپہر کے وقت پچھتر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد
 اُن کا انتقال ہو گیا۔

مولنا اسماعیل جہاں لہر بحر کے اُن معدودے چند مرتبوں میں سے ہیں جن کا
 نام شہرت عام حاصل کر چکا ہو، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہو۔ وہ شروظلم و دوزنوں کا
 ملک کے چند بہترین اہل قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچوں کے لیے اُن کی تصنیف کیا
 ہوا درسیات کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہو، اور اُن کی اخلاقی اور نچرل نظمیں
 قبولیتِ عامہ حاصل کر چکی ہیں، اور گھر گھر پڑھی ہوئی ہیں۔

خاص تعریف کی۔ مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھ کر سنایا۔
 ”گشتگان اُفتادہ در اطرافِ آن صحرا و سحر ہجو صورتہا کہ در دیباے انھن بابتندہ“
 ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ ”امیر کے کلام میں صنایع بدایع بہت ہیں۔ اس میں شبہ نہیں
 کہ ان تکلفات سے دوسروں کی شاعری پر بُرا اثر پڑ جاتا ہو، لیکن خسرو کے یہاں اکثر
 اس قدر بے تکلف اور با مزہ ہیں کہ اُن کی وجہ سے لطیف شاعری بڑھ جاتا ہو“ مثال کے
 طور پر قرآن السعدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دہرایا۔

آبِ راز تاج و قباؤ کمر تا بکر تا بہ گلو تا بہ سر (صفحہ ۸۲)
 قرآن السعدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں
 پیش ہو مولانا اسماعیل مرحوم کی اخیر مکمل تصنیف ہو۔ اس کے لکھنے میں مولانا نے پوری
 جان کا ہی سے کام لیا ہو۔ اُن کی تحریر سلیس اور خالص اُردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔
 زبان شستہ اور خیالات سلیحے ہوئے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں
 لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کر دیتے ہیں
 یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہو۔

اس تنقید کے بعد قرآن السعدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجائش نہیں ہو۔ البتہ
 اس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیئے جاتے ہیں جن سے یا تو
 تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تفسیح مقصود ہو یا اس مثنوی کے بعض تاریخی
 پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہو۔

پورے طور پر اعترافِ خاص اور اظہارِ شکر یہ کی مستحق ہیں۔ انھوں نے ابتداءً ہی علمی کام، فخرِ ملک و ملت اور شیعہ علم و فنِ نواب حاجی محمد اسحق خاں صاحب بہادر آنریری کی سرمدتِ العلوم کی فرمائش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغازِ کار کے بعد مولنا کو اس مشغلے سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اسی میں منہمک ہو۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمائشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولنا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایامِ علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسر و کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلہ خسروی میں انھوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغناء دکھا سکتے ہیں تو مولنا کا ایسا رخصاں طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقمِ آئٹم کو کئی دفعہ ”خسر“ کے سلسلہ میں مولنا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے ملکر سچی روحانی خوشی ہوتی تھی، اور اُن کے بزرگانہ اخلاق اور علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسر کے ساتھ تعلق خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسر و کام کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے ”خسر عجیب و غریب شخص تھے سچ یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم انھیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے۔“ ایک دفعہ وسط الحیوۃ سے ”خان شہید“ کے مرثیہ کے کچھ بند سنائے اور اس بے مثل ترجیع بند کی

فی الحقیقت محض اُس قسم کا اتباع ہے جو متقدمین کے مقابلہ میں متاخرین پر تاریخی حیثیت سے ہمیشہ عائد کیا جاتا ہے۔

اس بحث کو زیادہ پھیلانے کا موقع نہیں ہے۔ قرآن السعیدین جو بڑی مثنویوں میں سب سے پہلی طبعرا د مثنوی ہے اور جو خمسے سے دس بارہ برس پہلے لکھی گئی تھی، اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہ مثنوی فارسی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور ڈان رنگ میں بالکل انوکھی کتاب ہے۔ اس مثنوی کے لیے خسرو کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہ تھا، اور ہمارے علم میں خسرو کے بعد اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ اگر لکھا گیا ہو تو وہ لیا ہے جسے کوئی نہیں جانتا۔

مینر نے ایک چوٹی سی مثنوی دھشت بنگالہ لکھی ہے جس میں مصنف بخاری کا التزام کیا ہے جو بلاشبہ خسرو کا اتباع ہے۔ لیکن یہ مثنوی قرآن السعیدین کے جواب میں نہیں لکھی گئی ہے، اور نہ ہی مصنف بخاری کے خسرو کی مثنوی کے ساتھ اس میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہے۔ شاکستی کی تعریف میں مینر نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جو فرض دلچسپی ناظرین کے ذیل کو مالتا ہیں: نہ کشتی مل کمان دل نشینے، ہر گوشہ در و چلہ گزینے، نہ نام تیرا دچوں می کند کار، کہنے چکا نش کس پیدہ نہ سرفار کمانش غنیمت الٰہی ہماست، یہ طبع اور زرع کمانت، اگر سہراب باشد و بسیم، نیار دایں کماں تہا کشیدن نہ انت اس کماناں کماں، دلی ہرگز نہ شد آستانہ، کرا اندیشہ امن و امان ست، کہ طوقاں پاشنی این کمان ست بود چنگے کنار آب جایش، ز رفیق دودہا ساز تو، گزین چنگ را گشتہ شعل کہ کف برکت نذر دم چو قوال ازاں ناز بچک غنیمت پرواز، کہ باشد باد بازش دواز، شیعہ او ہما از چنگ جویند، لیکن اہل ہندش نائے گویند بود پیر کمن سائیش نیاست، ز شوق آب جایش بچکیت، محاسن از قفاش کشیدہ، بروم ہیر و دم بر ناست شیدا بروں آوردیش دلپندی، بچدیں گشتہ از رخ زندی، کند با وج بحر کنگ اشوب، ترا شد دست و پا خوش از چوب میاید تا سرخ آستانہ، ز نذر دم ہر یادست چاک، گزاش تا سوا آب و قداہ، عنایخ دبست باد و داندام علم دریا کردہ تکار، معلم تختہ او شستہ صد باد، پرستاش بزم خج پسر، پند ہر لحظہ سوداے ہر لیس غیدام چہ جیاریش دیدند، کہ آتش از شکم درون کشید، بود اورا سبک قناریں رودرہ ہا ہنراں پالے چوین سبک پالیت باراد گشتہ، دلی پایش بستہ یخچر، ازاں ریادہ سر و دل، کوریا اگر قندہ در تہ چوب

(۲)

خسر نے جس قدر مثنویاں لکھی ہیں ان کی دو جدا جدا قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں
 اوّل وہ مثنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مثنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں
 خمسہ کی پانچوں مثنویاں ہیں جن میں خمسہ نظامی کا تتبع کیا ہے۔ دوسری قسم میں متعدد
 چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور قرآن العیدین، عشیقہ، نہ سپہر، اور تعلقات نامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جا بجا اپنے آپ کو نظامی کا تتبع بتایا ہے۔ اس اتباع
 کی دو حیثیتیں ہیں جن میں سرق کرنا ضروری ہے۔ ایک اتباع وہ ہے جو خمسے میں کیا ہے۔
 یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جدا
 ہے جو محض زمانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہے۔ ارتقا کے تمدن کے دوسرے شعبوں
 کی طرح الشعریہ کی تاریخ میں ہر سچے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیر ہوتا ہے۔ اس
 لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی متبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی
 دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی شخصیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی
 نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر
 آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی (یا کسی دوسرے مثنوی نگار) سے اسی طرح بین
 طور پر متماثر کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی
 سے جدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مثنویوں میں بدرجہ غایت غالب
 ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مثنویوں کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہاں پر ان کا اتباع

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غزۃ الکمال میں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی شنویوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہدِ نبوی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً پچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخِ امیر خسرو کی شنویوں سے مرتب ہو سکتی ہے جو سندا اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ شنویاں انھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان شنویوں میں درج ہیں، اور بیشتر واقعات خود خسرو کی چشم دید ہیں جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے اس قدر گہرے تھے۔

قرآنِ السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ نامتر خسرو کے چشم دید ہیں جس وقت کیتباد کا لشکر دہلی سے چلا ہوا خسرو بھی اُس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولانا امینعلی صاحب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے سے کیتباد اور ناصر الدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دیوانِ غزۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں انھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے اودھ پہنچنے کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیتباد اور ناصر الدین محسود کی

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبع آزمائیوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قرآن السعیدین پر بالتحصیل نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان خصوصیات میں سے بعض مجدد اجداد دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسرے جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبع آزمائیوں کی یہ ہے کہ تقریباً تمام تاریخی ثنویاں ہیں۔ ان ثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہے۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہے۔ عشیقہ حسن و عشق کی ایک سچی اور دردناک داستان ہے جس میں عہد علانی اور بعد کے مستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نہ پہر میں علاء الدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین بکشا کی تخت نشینی کے بعد کے مفصل واقعات ہیں جو اس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں مل سکتے۔ تغلق نامہ میں خلجیوں کی بربادی اور تغلقوں کی سریر آرائی کی پوری داستان ہے۔ وسط الحیوۃ میں ملہن کے عہد کی ثنویاں ہیں جن میں طفل پر فوج کشی اور ملہن کے بڑے بیڑ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)

بلائے دوست اور سیاہاں
نشتہ چوں دوسرے چشم مرگاہ

قرآن السعیدین میں صفت کشتی کے اشعار صفحہ ۱۴ تا صفحہ ۱۴۸ کو ان اشعار سے مقابلہ کر کے دیکھو زمین آسمان کا منہ سرق نظر آئے گا۔ ہندوستان میں کشتی سال کی لکڑی سے بنائی جاتی ہے۔ اس کو خسرو نے کس غبی کے ساتھ بیان کیا ہے؟ دفعہ کا صلہ از سال خاست + گشت یکے ماہ بدہ سال راست۔ اس کے مقابلہ میں کاشغر ہے بودیر کہن سالیش زیاست + ز شوق آب جانش ناشکیباست۔ اس شعر میں مصرع اولیٰ اور مصرع ثانی میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل عبرتی معلوم ہوتا ہے وہ لطافت موزونیت کما حقہ خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہو گئی ہے جس کے لطف نے جامی کو عرصہ تک سرگرداں رکھا تھا۔ اس کا ذکر کر کے آتا ہے۔

آخرین درِ فراق کا اظہار اور عزیزوں و ستوں اور دارالسلطنت کی یاد پر۔

لیک از غم و دوریت چنانم	کز تن بلب آہستہ جانم
شہساز من دلِ نغم نوازی	بایا و تو در خیال بازی
دل سوختہ چون چراغ گشتہ	صد بجے در و نہ داغ گشتہ
درے و ہزار آہ جان سوز	آہے و ہزار تیر دل دوز
دل فتنہ و تن بنجاک ماندہ	جاں بر شرفِ ہلاک ماندہ
با آں کہ ازین دلایت خوش	یارے دوسہ اند نعر و خوش
از حالتِ من در آرزویت	عاشق شدہ بچو من برہویت
بامن بموانست شب درو	دل سوختہ را قناعت آموز
لے قاصدِ تو رسد بسویم	لے باد رسد از تو بوم
کو آں بو فابہم تشمتن	دل در طرب و نشاط بستن
کہ داد دینِ زلفِ چو نوش	از دُرجِ دہن بکلفہ کوش
گاہے بیدہ دل آویز	سفتن گہرے بنجامہ تیز
گاہے غزلے بواب گفتن	گاہے سخن شراب گفتن
کہ جامِ نشاط نوش کردن	کہ زخمہ تر بگوش کردن
کہ گردن گشت سوئے بتار	گاہے بطوافِ حوضِ سلطار
ہر شب منم دولے و درے	غم را بد و چشم آب خورے

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دنوں خطوں کا قرآن السعدین سے براہ راست تعلق ہے اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہے اس لیے ان دنوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

تلج الدین زاہد کے نام

(از غزۃ الکمال)

خواند ز من خراب سینہ خسرو نہ کہ بندہ مبینہ
 می گوید وی ہند شبناک چوں قطرہ اشک تے بنجاک
 کانزد ز کہ گشتم از برت دورق محروم شدم چو سایہ از نور
 بر غم سفر غناں کشا دم خوابہ ز دید گاں کشا دم
 باشکیر شاہ کو قبح بر کوچ در گریہ ہی شدم بہر کوچ
 تا بعد دو ماہ از رو دور آبداد دھ سپاہ منصو
 سلطان نظرے بلطف کشاد واقطاع اودھ بنجان داد
 شد شہر آدھ حوالہ خاں شد دہر ابد نوالہ جان
 بااں کہ نہ ایشتم صوری افتاد سکونم ضروری
 اس کے بعد شہر آدھ کی تعریف در ملک امتیاز الدین علی بن ایک
 (حاکم خاں) کی توجہات کا ذکر ہے۔

ہر دم نظرے تبریت نو از چشم کرم بکار خسرو

چوں نگ پذیر شد تعالت صنعت بود آں نہ حیات
 یک بیت ز گفتمہ نظامی تفسیر کنم اندرین تمامی
 کارایش کردنی ز حدیش رخسارہ قصہ را کند ریش

یہ خط ۱۶ رجب ۱۰۸۷ھ کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر شاہی دہلی
 مہینے کے سفر کے بعد آودھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس
 ہوا ہے، برسات کا موسم تھا، آودھ پہنچنے پر اغلباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ
 پہلا خط ہے۔ خسر و محبت و الفت کا مجسمہ تھے قدرت نے انھیں درد و سوز کی غیر معمولی
 مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیزوں اور وطن کی محبت نے انھیں زیادہ دن آودھ میں
 رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ آودھ سے روانہ ہو کر
 ذوالقعدہ ۱۰۸۷ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام ”خداوند و برادرم..... نجم الملئ و الدین“

(از اعجاز خسر و ی رسالہ نظامی)

دوستدار یگانہ خسر و سلطانی..... برآں لے انور.....
 مصوری گرداند کہ..... خداوند ملک ملوک الشرق و قطب ارکان الملک
 اختیار الحق و الدین..... علی ایک سلطانی..... از اوج اتعاف بحشم سعادت
 درکار بندہ ناطرست لیکن دل بندہ کہ از نا فکلی آفتاب فراق درہوئے

شب روز کنم ز آه جانسوز زین گونه بود شب مرا روز
 یکشب من دل چراغ پیش جانے ہزار داغ در پیش
 بودیم ہم گفت گویت محرم نہ کہے جز آرزویت
 گفتم کہ ازیں اسیر بیداد یاد آیت یا نیاید یاد
 تاحال بدانیم کہ چو غم وز دیدہ چگونه غرقِ غم
 روشن کندت زبانِ خامہ حالِ من ازیں فراقِ نامہ
 ماہِ رجبِ شبِ سہ شنبہ یک ہفتہ حسابِ فقہِ برنہ
 تاریخِ زہرت اکرم یاد بر ششصد ہفت ہفتاد
 غدا رشبے ز ابر تاریک بارندہ بقطر ہائے باریک
 عینِ لبِ کمالِ وقتِ باران خیمہ زدہ ابر را سوالان
 بکشاوہ بنالہِ عدرا کام بردہ دہلِ خروشِ بام
 می گفت ترانہ ابرِ سرست بود آب بر قصہ برقِ حیات
 باران ہوا بقطرہ سازی قطرہ بریں بجلتِ بازی
 گریہ ز من وز ابر ہم یاد بیزن و درونِ خانہ غم باد
 تا وقتِ سحر قلم در انگشت در تاریکی ہی زدہ ہشت
 چون نیست تکلفِ بدوم در نامہ تکلفِ نکردم
 صفتِ سخن نکردم آغاز تا قصہ نامہ از غرض باز

عصا می گشتند۔

ناگاہ ذاتِ منور شمس الدین بیر نور اللہ الی یوم الدین چون آفتاب
قیامت بر سر این ذرہ آمد طلعت الشمس گشس الطلعه از گرمی آن مہر بر خود
بسو تخمِ دخنم از حرارتِ رونی بیرون جوشید۔ از احتراق طاقتِ آن شستم
کہ سوئے او توانم دید۔ مع ہذا چشم بجالش تیز کردم۔ آبِ در چشم من گشت۔
آبِ در چشم برد و چون بی خویشید خاصہ خویشیدے کین خانہ بؤ اللہ

دیدم کہ از عفونتِ ہولے ہندوستان آن چشم بر آبِ خود نمادہ بود، بلکہ آفتاب
مرا دید و از جابے خود برقت۔ بخیلہ بسیار بجایش آوردم۔ لخت و بکایت
از دورانِ وزگار در میان آورد کہ شیوہ آبای علوی و امہاتِ سفلی است
کہ انبلے جنسِ اخوانِ انس و چون نباتِ النعش از ہدیگر متفرق و متغرب
می دارد۔ قدرے از قدرِ اقتدارِ خویش زبانِ حال لا لبسان المقال طلبے
ہر چہ پوشیدہ ترکشف می کرد کہ در چہ از آنچه بود عالی شدہ بود و از برآید
دولتِ خویش الشمس لا یخفی فی کلِّ مکان گشتہ دفعہ اللہ فی
مشارق الارض و مغاربھا۔ ہر یک از اصحابِ رایا و کرے علی العموم
می کرد، علی الخصوص آن نجمِ ثاقب ۱۔

بگریہ گفت کہ آمد بے سارہ بچشم
سارہ کہ مرا باید آن بچشم نیامد

دوستان تره ذذہ شدہ است۔ نہ در آسمان ست نے در زیں۔

..... مقروء آں ضمیر مستنیر می گرداند کہ اندرا پنچہ سلطان مشرق ناصر الدین
والدینا... از مقام محمود چوں نیر اعظم بر عزم کشور کشائی تیغ زناں راہ قطع
کرده با قطع اودہ در رسید لہلہ را میں رآب سرد چوں ہ از برج سرطا
رویت نمود..... و ازین جانب سایہ عنایت پروردگار جہانگیر مشرق و مغرب
مفرالدینا والدین کیقباد..... چتر خورشید پ نعل الہی را ہم بر لب آب
مذکور چوں آفتاب در خانہ ماہی مستقیم گردانید۔

آں چہ لشکر بود کہ خنیدنش زلزلہ در چارار کاں رگ^{فت}
لرزہ بیرق ز بند نیز ہا گوئی آتش در نیستان رگ^{فت}
پائے در گل ماند خیل آسمان گر دکاند چسب^{فت} گدازں رگ^{فت}

روز اول این دو بحر ز آخر بوجہ توجہ اگرچہ ائینہ آب در میان بود ملاحظہ نمودند۔
مرج البحرین یقیناً بینہما برنخ لای یغیان۔ روز دیگر قرآن السعدین و اجتماع
نیزین گردش و ران اارزانی داشتند، و بر ہاں جمع الشمس القمر علیا
مبرز ہن مبین گردانیدند۔ شبہ نیست کہ بواسطہ مبانیست بینہما دیدار قیامت^{۳۰} فنا
بود۔ و قیامت ایں بود کہ رویت آخرت ہم بقیہ اولی در حساب آمد۔ مگر یوم نشور
بود کہ آں دو آسمان نعت آیت اذ الکواکب انتشرت باعلام جاریہ مژگاں بر
صفحات وجہات می نگاشتند و جمہور خلایق بدین باعثہ در آن محشر خسر کرده در آن

چو تر د تابشی کہ در رفت سرفکبِ فلک می سایند بر سید و پرسید تا کشتی
را بر لب آب بر کنار امید آشنایان بایستاند تا مگر آشنائے بر رُئے آب می آید
که آشنائی آشنائے گزشتہ بر آب خویش باز آورد۔ و بیشترے راندن کشتی از برا
آن نجم علا بود۔ چون مانی بر آمد و بعد از زمانے چوں ستارہ مقصود بر نیامد
می گفت ۵

چگونه را غم کشتی ستارہ پیدانیت
مگر ستارہ نہاں شد را بر دیدہ من
از ہنگام طلوع آفتاب تا زوال نہار بر کرانہ نہاں مردم دیدہ
را چشم می داشت و از کواکب مراد عکسے ہم در آب نمی دیدہ
آئے نتوان ستارہ دیدن در روز
بر رُئے من بار قدر مہر بارت تمام روشن می کرد و در معاینہ این سرود معاینہ می گفت ۵
من کہ ششم ہمتن مہر شدم از سر سوز
ذوق آن دست نہاں ماندہ چو ستارہ وز مہر

بعد از انتظار بسیار بندہ را دواع کرد و آیت العوذۃ بخواند۔ و
دیوان خاص کہ نظم از ترنہ و شعرے سخن میگوید یادگار بکاتب سپرد، و خود
بمقدور دولت رسانید، و نادیدن آن عزیز را بر تقدیر بندے علیم حوالہ کرد۔
وَالشَّمْسُ بَحْرِیْ لِّسْتَقْرِیْ لَهَا ذَلِكْ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۵ بندہ با تکیہ

اُس روز بوقتِ غروب بہنامِ خویش باز گشت۔

روز دیگر ہوئے اشیر الدین محمد آثارہ از بس کہ اشیر حقت در باطن
 اِس سوختہ ظاہر شدہ بود خوشنیت اور آب ز دم دگدگانہ غم گذارا کر دم
 حالے کہ اِس خاکے از آب بگدشت سر اسیمہ وار در ہوئے اشیر معلق بین
 السماء والارض می رفت تا اشیر رسید چون بار اِس محیط آتش طبیعت
 گرم ہنگامِ نماز خفتن نمود، بہ تعجب می گفت ۵

اِس توئی یا بخواب می بینم
 کہ شب آفتاب می بینم

شباروزے بیدار اِس عزیز شب را بروز روز را شب آورده شد ۵
 نجمتہ روزے کا یہ شب بدی عزیزاں

پس از ہزار شب سہ ہزار روز جدائی

الغرض روز سوم ہم از باداد ملک الافاق شمس الدین غنیمت کشتی کرد و
 بندہ خسرو کہ قائم مقام تیرست را کشتی با قامت بندگی راست بایستاد ۵
 کرد بر چشم خیال یا من کشتی رواں
 آفتابے بود کاں برے ریامی گزشت

شک نیست کہ اُن ات بجوں موج از بحر بالا تر بود، بلکہ از بحر می گزشت و بحر را
 کہ خراج گذار بود اوست از وجود او غیر حاصل می آمد۔ فی الحاصل نزدیک

موسم باران بود چشمه خورشید با سلطان بهشتانی در آمد و سلطان منتعلب آبی
گشته در عین باران و باران عین چو آب سرو بجانب اوده او کشیده
ابری بار و من می شوم از این جا به چو کنم دل بخین وقت دلدار جا
ابر باران من یار ساده بدلع + من اگر یه کنان ابر جا یا ر جا

باران آیت و آنرا که من السماء و مائه و میانگ بندی خواند و باد و اضع فیه
عین جابریه بر صیغه آب مسلسل و آن نقش می کرد و سبزه بخط ترفیض
لنخرج به جاب و بناگ بر تخته خاک ثبت می فرمود و آب پیر امن خط مسلسل سبزه
جدول بحر می من تحتها الهه کارد می کشید با چندان آب در سواد بستان
ترگشت خط سبزه و لے پاک نه شد

مردم چشم از شرح فراق دستا شمع متیر اوید و ابر چو هوا خواها
می گریست پای مکریم در آب چشمهای مغزی و برق چو سحر گاه می خندید
چگونه برق نخندد که زاله سنگ انداز
جواب شیشه گری را کشاده کرده دها

قطر قطرات از عبرات من عبارتی می نمود و بارقه برق از احتراق من حج قتی
تا برین طریق این خراب از معموره اوده آمد تا این قصه غصه را بدان جناب
رفع کرد فی العزة من شهر رجب المرجب عظم الله تعجیبه سنده
سبع و ثمانین و ستمائة انتظار قطره از آن و اوردات آن که قلم شهاب
۱۸۴

و قلب بے سکون از اس میثاق بوثاق آمد.....

تمامتِ وز دیریں تیر می بودم کہ یارب اگر مجلسِ شمسِ آنِ نجمِ علا بخیم
آمدی نوراً علی نور بوت -

روز دیگر بدر منیرِ ملک ۱۱ از خضیضِ مشرق باوجِ ارتفاعِ رحمت افتاد
و باو اعلامِ اعلیٰ بہمتِ دارالملکِ جلالِ منزلِ بمنزل بر طریقِ تسلیعِ السیر
گشت کہ در ہیچ منزلِ با آن نجمِ مقابلہٗ سعادتِ میسر نگشت کہ سوختگیِ شمس و آتیزید
بر رے آب آورے ۵

سوزے کہ بسینہٗ ارمِ آخر روئے

در خدمتِ تو برے آبِ آر چشم

ہم در اثنائِ راہِ مخدومِ بندہٗ بمنزلتِ اقطاعِ اودھ شرفِ دست بوی
یافت بندہ کہ چون عطار در شعاعِ آن آفتاب ست توانست کہ بجانہٗ خویش
راجع شود ضرورتِ باستقامتِ آن طرفِ ضاداد - ملکِ بے مثالِ بطلِ مثال
ولایتِ بر موافقتِ رکابِ فرقد سائے اعلیٰ منطقہٗ جوزا بر میانِ بہت و دخل
ظلیلِ ہماے ہمایونِ چتر کہ نظائرِ سایہ نشینِ دست، طیراں نمود - و بندہ
کہ بلبلِ حدیقہٗ حدائقِ باز گردانید - باشارتِ رے مختارِ احتیائے از اتصال
کو کبہٗ اصحابِ لشکرِ نقلِ ضروریِ احتیائے افتاد و بہ ظلمتِ ہندوستان کہ تعلیم
زحل ست مہبوط کردہ شد -

شہزادہ سلطان محمد (سلطان شہید) کے دربار سے تعلق ہو گیا اور اس کے ہمراہ پانچ برس تک ملتان ہے۔ شہزادہ مذکور کی شہادت کے بعد کوئی دو سال گوشہ نشینی میں گزائے اب اس موقع پر جب دہلی اور لکھنؤ کی لشکر اودھ میں ملے تو برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آپس میں بغلیکے ہوئے۔ اس دوران میں شمس الدین دبیر کا تقرب سلطان محمود کے یہاں بہت کچھ بڑھ گیا تھا چنانچہ سلطان محمود نے جس وقت بارہک کو پاس (جوت) کر کتیاد کے ہراول کا سپہ سالار تھا) پیغام بھیجا تو شمس الدین دبیر کو اتنے متعین کیا تھا۔

قرآن السعدین میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

تیغ زنِ مشرق از آنسو آب تیغ بر دل آختہ چوں آفتاب

جستِ سولے کہ گزارِ پیام ہر چہ بگویند بگوید تمام

گر سخن از صلح بود یا نبرد (۱) کم نکند هیچ زبیرے مرد

دید کہ کس نیست ز برناؤ پیر (۲) و ز خورایں کار چوں شمس دبیر

یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ خسرو کے معاصرین میں شمس دبیر کا مشہور ادا اور شعرا میں شمار

ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت کے وقت شمس دبیر نے اپنے عزیز دوست کو اپنا دیوان

بطور یادگار دیا یہ دیوانی (منتخب التواریخ) میں شمس دبیر کا کچھ کلام نمونہ درج کیا ہے۔

(دیکھو صفحہ ۲۶۰ منتخب التواریخ مطبوعہ نو لکھنؤ)

دوسری خصوصیت خسرو کی طبع آزمائیوں کی یہ ہے کہ ان میں واقعت

۱۰
 نیز بخاری احوال جاری دارد، و اخبار متواتر را کہ موجب علم قطعی ست
 چون کتابی کہ از بالا آید فرد فرستد، و از درجہ محبت و قیقہ فرد نگزارد۔ و درجہ
 ارتقاء بعقبہ علیما درج باد۔ آمین۔

یہ خط قرآن السعیدین کے اصل واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون سے ایسا
 معلوم ہوتا ہے کہ کیقباد اور محمود کی ملاقات کے موقع پر مکتوب الیہ کے آنے کی توقع
 تھی لیکن نہ کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکا۔ یہ خط یکم رجب ۷۷۱ھ اور پچھلے خط ۷۷۰ھ
 پندرہ روز پہلے کا لکھا ہوا ہے جس میں خسرو نے خاص طور پر اپنے دوستوں شمس الدین
 دبیر اور قاضی اثیر الدین سے ملاقات کے واقعات بیان کیے ہیں۔

نانا کے مرنے کے بعد جس وقت خسرو کا ملک چھو کے یہاں تعلق ہوا ہے ان دونوں
 سے اُسی زمانے میں دو تانہ تعلقات پیدا ہوئے تھے شمس الدین اور اثیر الدین سلطان
 ناصر الدین (بغرا خاں) کے مصاحب تھے اور اکثر اس کے ہمراہ ملک چھو کے یہاں
 جو سلطان مذکور کا چچا زاد بھائی تھا آتے اور شعر و سخن میں خسرو کے حریف مجلس بنتے
 تھے۔ اس کے بعد جب خسرو نے سلطان ناصر الدین کو یہاں ملازمت اختیار کی تو دونوں
 سے تعلقات اور زیادہ ہو گئے۔ جس وقت ہم طغرل کے بعد سلطان بلبن نے بغرا خاں
 کو لکھنوتی (بنگال) کا حکمران مقرر کیا تو خسرو اور اثیر الدین اور شمس الدین شاہزادہ مذکور
 کو ہمراہ تھے۔ وطن اور عزیزوں کی محبت میں خسرو تو دہلی چلے آئے، لیکن ان کے
 دونوں دوست شاہزادہ مذکور کے ساتھ لکھنوتی رہ گئے۔ خسرو کا دہلی پہنچنے کے بعد

بلبن کے انتقال اور اپنے بیٹے کیتباد کی تخت نشینی کی خبر پا کر اور اپنے آپ کو تختِ دہلی کا دارِ حقیقی سمجھ کر ہندوستان پر لشکر کشی کرتا ہے۔ باپ کی لشکر کشی کی خبر سن کر بیٹی اپنی فوج لیکر دہلی سے بڑھتا ہے۔ شہرِ آودھ کے قریب سر جو ہدی کے کناروں پر دونوں لشکر صف آرا ہوتے ہیں لیکن باہم نامہ و پیام کے بعد صلح ہو جاتی ہے اور باپ بیٹے سے آکر ملتا اور اُسے اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھا دیتا ہے۔ یہ بظاہر کوئی اہم یا مہتم با نشان واقعہ نہیں ہے، لیکن شاعر کی سحر کاری دیکھو، مواد کی کمی اور واقعہ کی قلیل النجاجی کو ”وصفِ نگاری“ کے پردے میں اس طرح چھپایا ہے کہ قصے کی بے مائیگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس چیز کو خسرو نے ”وصفِ نگاری“ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے وہ حقیقت میں واقعہ نگاری ہے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ انتخابِ جزئیات اور تفصیل کو اُف یہ دونوں اجزاء وصفِ نگاری کی جان ہیں اور فارسی میں اس شنوی سے بڑھ کر شاید کس موجود ہوں۔

جس وقت ناصر الدین کی فوج کشی کی اطلاع دہلی پہنچی ہے، سردی کا موسم ہے، کیتباد دارِ سلطنت سے شکار کے لیے باہر آتا اور فوج کا معائنہ کرتا ہوا قصرِ کلوہری پہنچ جاتا ہے اور وہاں حسنِ شاہی مناتا ہے۔ یہ اُس اُستان کے ابتدائی واقعات تھے، لیکن نیک پہنچتے ہوئے شنوی کا پڑھنے والا دارِ السلطنت کی سیر کر چکا ہے، اُسے موسم کی پوری کیفیت معلوم ہو چکی ہے، بادشاہ کے جلوس اور شکار گاہ کا نظارہ دیکھ چکا ہے اور رینگے بادشاہ کی مغل نشاط کا پورا سین اس کی آنکھوں میں پھر گیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دہلی جہنا کو تیب

کاسرشتہ کمال احتیاط کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے۔ امیر داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شاعری کے ساغر میں حقیقت ہمیشہ غریباں نظر آتی ہے اس خصوصیت کا خود انھیں بھی پورا احساس تھا اور اس کی طرف انھوں نے فخر کے طور پر جابجا اشارہ کیا ہے۔

اس خصوصیت کے دو پہلو ہیں اول یہ کہ واقعات صحت کے ساتھ بیان کیے جائیں، دوسری یہ کہ بیان واقعات میں انتخاب جزئیات اور تفصیل کو اٹل پُرل دستگاہ ہو۔ خسرو کی شنوی نگاری میں یہ دونوں پہلو بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ اُن کی معلومات عامہ غیر معمولی ہیں اور ان معلومات سے شاعرانہ مصوری میں پوری طور سے کام لینا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو شاعرانہ سحر کاری کے باوجود اُن کا کلام حقیقت سے متجاوز نہیں ہوتا اور دوسری طرف اُس میں نہ تمام جزئیات موجود ہوتے ہیں جو شاعرانہ مصوری میں تصویر کشی کے خطوط اور رنگ آمیزی کے قایم مقام ہوتے ہیں۔

پہلی خصوصیت اور دوسری خصوصیت کو اجتماع کی وجہ سے خسرو کی شنوی نگار کو ”تاریخی نقاشی“ سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

واقعیت کی خوبی ان دنوں کاٹھ سے قرآن السعدین میں کامل طور پر پائی جاتی ہے کل قصے کی کاٹھ صرف اس قدر ہے کہ ملین کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیتباد تخت دہلی پر متمکن ہوتا ہے۔ کیتباد کا باپ ناصر الدین محمود لکھنؤ میں حکمران ہے۔ وہ اپنے باپ

میں جس کمال کا اظہار کیا ہو وہ محتاج بیان نہیں۔

تیسری خصوصیت جو خسرو کی شاعری کا ماہہ امتیاز ہے اور جو شنوی نگاری کی جان ہے وہ نفسانیات کا صحیح ادراک ہے۔ جس طرح ایک رامانجا ریانا دل نویس کے لیے ضرورت ہے کہ وہ اشخاص قصہ کی شخصیتیں قائم کرے، اُنیں شروع سے آخر تک برقرار رکھے، اور حالات و واقعات سے ہر موقع پر ان کی داخلی کیفیات مترشح ہوتی اور ان کو ایک دوسرے سے متماثر کرتی ہوں، اسی طرح شنوی نگاری میں جاں موقع پیش آئے یہ حفظ و تفریق اشخاص لابد ہے اس کے بغیر شنوی میں روح پیدا نہیں ہو سکتی فارسی لٹریچر میں بہت کم شنویاں ہیں جو اس معیار پر پوری اُترتی ہیں۔

خسرو کو تاریخی شنویوں میں اس خصوصیت کے پورا کرنے کے لیے یہ موقع حاصل تھا کہ اشخاص قصہ اُن کے پیش نظر تھے اور وہ ان کو نہایت اچھی طرح جانتے تھے، لیکن اس سے اگرچہ یہ فائدہ ہوا کہ انہیں تخیل کی مدد سے اشخاص قصہ کو پیدا کرنا نہیں پڑا جیسا کہ افسانہ میں کرنا پڑتا ہے، لیکن تحفظ شخصیت کوئی سہل کام نہیں ہے، اور جب تک ادراکِ نفسانیات کے ساتھ شاعر کی قوتِ مصوّرہ نہایت تیز نہ ہو یہ میدان بے سپر نہیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری خصوصیت دراصل ”واقعیت“ کے دو پہلو ہیں، خارجی اور داخلی۔ خارجی حالات کا احساس اور ادراک بہ نسبت نفسِ انسان کے پیچیدہ اور مخفی کھفتا کے بہت زیادہ سہل ہے، لیکن جس طرح کسی شخص کی صورت دیکھ لینا اس کو واقعی طور پر جاننے کے لیے کافی نہیں ہے اسی طرح کسی قصہ یا داستان میں محض باہر کی اور اوپری چیزیں اشخاص

واقعہ اس میں تین حصار ہیں ہاں پر مسجد جامع، منارہ، ماذنہ اور حوض شمس
 دلچسپ مقامات ہیں اور شہر نہایت آباد اور پُر رونق ہے۔ سردی کے زمانے میں جوہاں
 تبدیلیاں پیش آتی ہیں، سب اس کے سامنے ہیں اور اس طرح کہ وہ گویا موسم کی کیفیت
 کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ لمبی راتیں، چھوٹے دن، برف باری اور آگ کی گرم بازاری
 گرم اور موٹے کپڑوں کا استعمال، منہ سے بھاپ نکلنا وغیرہ سب یہ کیفیات ہیں جنکا
 خیال آتے ہی جاٹے کا موسم محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ایک ایک واقعہ
 بیان کیا گیا ہے۔ اس شنوی کا پڑھنے والا کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہ وہ واقعات
 کے ساتھ حالات، محول اور مناظر کا پورا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوا جاتا ہے۔ اس واقعہ
 نگاری کی بدولت اس عہد کے تمدن کی جزئیات پر ایسی روشنی پڑتی ہے جو دوسری جگہ
 نظر نہیں آتی۔ دربار، جلوس، مجلس شاہی اور فوجی نظام کی گویا چلتی پھرتی تصویریں دکھا
 دینے لگتی ہیں۔

مناظر فطرت کی مصوری بھی (اگرچہ ایک جگہ) نہ خصوصیت قرار دی جاسکتی ہے
 اسی خصوصیت کے جس سے ہم بحث کر رہے ہیں تحت میں داخل ہے۔ اس میں خسر و کو تیار
 خاص چاہل ہے اور اس لحاظ سے میرے خیال میں دنیا کے بہت تھوٹے شاعر ان کے
 پلو بہ پلو ہیں۔ یہ بحث بہت زیادہ تفصیل کی محتاج ہے، لیکن یہاں محض اس کی طرف اشارہ
 کر دینا کافی ہے۔

مثنوی قرآن السعدین میں تمام موسموں کی کیفیات اور مختلف اشیاء کے اوصاف

جھلک نظر آنے لگتی ہے۔

اس مثنوی میں مرکزی شخصیت کی قیادہ ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک نوجوان بادشاہ تھا جو تادمتر عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ خسرو نے اگرچہ ایک مورتی کی طرح عیب جی کے نقطہ نظر سے یہ نہیں کہا کہ بادشاہ ہواؤ ہوس میں گرفتار اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، لیکن باری مثنوی عشرت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی اور سر اپا پر عیش بنی ہوئی ہے۔ جیسا کہ مولانا اسماعیل نے لکھا ہے ”حضرت خسرو کو مدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و معنی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاج تکلف نہیں بلکہ اس کی بزم عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔“

حقیقت حال یہ ہے کہ خسرو کی تمام تصانیف بالخصوص مثنویوں کو اس عہد کا آئینہ کہا جاسکتا ہے جس میں وہ لکھی گئی ہیں۔ ایک سچے شاعر کا قلب کیفیات اُترہ اور حالات ماحول سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جذبات جلد مشتعل ہوتے اور معرض اظہار میں آجاتے ہیں۔ عہد علانی کی مثنویوں میں اُس عظیم الشان عہد کی ہر جگہ پر جھلک پڑتی ہے۔ اسی طرح نہ سپہر میں علاء الدین کے عیش پرست جانشین قطب الدین بک شاہ کی تفریح صید افگنی اور بزم آرائیوں کا نوٹ سامنے آتا ہے جو خطیوں کی بربادی کی اسی طرح پیشینگوئی کرتا ہے جس طرح کی قیادہ کی عیاشیاں سلاطین غلامان کو خاندان کی تباہی کا پتہ دیتی ہیں۔

اسی خصوصیت کے تحت میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ غزلیات داخل ہیں

سے حقیقی واقفیت کے لیے کافی نہیں۔

قصہ کا پڑھنے والا کتاب ختم کرنے کے بعد قدرتا یہ خیال کرتا ہے کہ اشخاص قصہ کس حد تک اس کے ذہن میں مرتسم ہیں اور وہ اُن کے باطنی حالات، اخلاق و عادات اور رجحانات اور خیالات سے کس حد تک آگاہ ہے۔ مصوٰر اور شاعر میں ایک بڑا فرق ہے کہ اوّل الذکر مآثر خارجی اور محسوس مناظر سے باطنی کیفیات کی جھلک دکھاتا ہے، مگر ثانی اس کے شاعر بیشتر داخلی پہلو کو لے کر چلتی پھرتی اور حسی جاگتی ہستیاں طے سے سامنے پیش کرتا ہے۔

واقفیت کے دونوں پہلو کو ملحوظ رکھنا اور اُن کو کامیابی کے ساتھ شاعرانہ نقاشی میں کاہلانا چندان آسان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خسرو شاعری کی اس دشواری سے خوب واقف تھے۔

ایک جگہ قرآن السعدین میں لکھتے ہیں۔

ایں سخن چند کہ بنیواست ست شاعری نیست کہ ہم راست ست
گرچہ خیں راست نباید منفعت ”راست بے ہست کہ تو ہوش گفت“

اگرچہ قرآن السعدین میں اشخاص قصہ کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے، کیقباد، محمود اور چند دیگر اشخاص لیکن خط شخصیات کا اس میں پورا التزام ہے۔ اس کا پورا لطف اس موقع پر آتا ہے جہاں باپ اور بیٹے کے مابین نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اس کے بعد صلح ہو کر خلوت میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ یہاں گویا ڈراما کی جس میں شخصیت کا کامل التزام ہوتا ہے۔

باپ بیٹے میں صلح ہو کر ملاقات کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔

بلاغ سایہ بیدستِ آب و رسایہ
(صفحہ ۱۳۶) از پس من جانان خوابِ رسایہ

باپ بیٹے میں ملاقات ہوتی ہے۔

خرم آں لحظہ کہ مشاق بیائے بد
(صفحہ ۱۵۲) آرزو مند نگاہے بہ نگارے بد

وقتِ وداع ہے باپ اور بیٹا جدا ہوتے ہیں۔

آرامِ جانم می رود۔ دل را صبوی چو بوالہ
(صفحہ ۲۱۰) مفارقت کے بعد کی بقراری اور یاد۔

سختِ شوارست تنہا ندن از دلدارِ خویش
(صفحہ ۲۱۶) باکہ گویم حالِ تنہا ندنِ دشوار خویش
بادشاہِ عازمِ دارالسلطنت ہوتا ہے۔

باز ابر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند الخ
(صفحہ ۲۱۷) بادشاہِ دارالسلطنت پہنچتا ہے۔

عمر نگشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد الخ
(صفحہ ۲۳۲) کتاب ختم ہو گئی بادشاہ کی خدمت میں شرفِ قبول کی درخواست ہے۔

نامہ تمام گشتِ بجاناں کہ می برد
پیغامِ کالبدِ سوسے جاں کہ می بُرد (صفحہ ۲۵۵)

جو قرآن السعیدین میں مختلف مقامات پر تفسیر کی گئی ہیں۔ ان غزلوں کی خاص خوبی یہ ہے کہ سب حسبِ حال ہیں۔ جس داستان کے بعد آتی ہیں اُعلیٰ حیثیت سے پچھلے واقعات کا اعادہ کرتی اور اگلی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مثلاً موسمِ سرما ہی کی قیبا و لشکر کی تیاری کا حکم دیتا ہے:-

شد ہوا سرد کنوں آتشِ نرگاہِ کجاست (صفحہ ۴۷)

مقطع میں اگلی داستان ”جنشِ شاہِ زہدہلی زپے کین پد“ کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے، جس کا مصرعہ اولیٰ ساری داستان کا خلاصہ ہے:-

عزمِ حج دارِ دُخسرو زپے توبہ عشق
توشہ ایک غمِ دلِ بارِ گہ شاہِ کجاست (صفحہ ۴۸)
بادشاہ دارِ السلطنت سے روانہ ہو کر عازمِ شہر ہوا ہے۔

”سوارِ چاکب من باز عزمِ لشکر دار“ (صفحہ ۴۹)
موسمِ بہار آتا ہے بادشاہ گل و بلبل کے ساتھ دادِ طرب گسری دیتا ہے

(۱) آمدِ بہار و شجرِ چمنِ لالہ زار خوش الحن (صفحہ ۵۰)

(۲) گلِ امر و زآخرین شبِ مستِ خابست الحن (صفحہ ۵۱)

(۳) دوشِ ناگہ بینِ دل شد آں مہِ بیدار الحن (صفحہ ۵۲)

لشکرِ شاہی فتح مند واپس آتا اور مغل قیدی پیل مال ہوتے ہیں۔

تیغِ برگیر تازہ برہم
تیر بجنگ کز لطفِ برہم (صفحہ ۵۳)

تخیل، واقعیت، سرورِ وقت اور قص پایا جاتا ہے وہ ہمیں کہیں نہیں ملتا۔ قرآن السعیدین کی غزلیات وسط الحیوۃ کے اخیر زمانہ اور غزۃ الکمال کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھتی ہیں یہ اُن کے انبساط اور جوش کا زمانہ ہے قرآن السعیدین کی غزلیات کے متعلق خود خسرو نے نکتہ سنجی تعریف کی ہے۔

ہر غزلے ہشتہ عشاق کش (صفحہ ۲۳۶)

جیسا کہ مولانا سمیع نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے یہ غزلیں حالیہ ہیں۔ علاوہ انہیں مثنوی کی بحرِ ظاہر ہے کہ شروع سے اخیر تک ایک ہی۔ بیچ میں مختلف بحروں کی غزلیات شامل ہو جانے سے ایک خاص قسم کا تنوع پیدا ہو گیا ہے جس سے تازہ بہ تازہ نوبتوں کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

خسرو کی مثنوی نگاری کی چوتھی خصوصیت جدتِ اختراع اور طرزِ آفرینی ہے اُن کی طبیعت کا سب سے زیادہ میلان ایجاد کی طرف تھا۔ ہر صنف میں اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ انھوں نے خود بیان کیا ہے اُن کی شرتا متر اُن کی جدتِ آفرینی کا نتیجہ ہے۔ رباعیات و قطعات میں وہ کسی کے مقلد نہیں۔ قصائد، مثنوی اور غزل میں وہ اپنے آپ کو دوسروں کا پیرو بتاتے ہیں، لیکن اس تقلید میں بھی انھوں نے اپنی حریتِ ذہنی اور اختراعات کے لیے پورا میدان پیدا کر لیا ہے۔ صنایع اور بدایع میں اُن کی جدت پسند طبیعت نے ایجادات کے انبار لگا دیئے ہیں۔

۱۵ دیکھو اعجازِ خسروی ۱۵ دیکھو دیباچہ غزۃ الکمال ۱۵ دیکھو اعجازِ خسروی دیباچہ تحفۃ الصغر دیباچہ وسط الحیوۃ اور دیباچہ ستارۃ الکمال وغیرہ ۱۲

الغرض مسلسل تمام داستان کی کیفیات جو واقعات کے لحاظ سے شاعر کے قلب پر وارد ہو سکتی ہیں، ان غزلیات کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں۔ گویا شاعر نے مجرد جذبات کے لباس میں تمام قصہ ہی کو بیان کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس چیز پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے وہ صنف غزل ہے۔ بل نے کیا خوب کہا ہے کہ شاعر کے بیان کا ماہر امتیاز یہ ہے کہ وہ جذبات میں سرشار دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نواسنج ہوتا ہے اور اس کا بیان دوسروں کی طرف خطاب نہیں ہوتا، وہ غم و غصہ شوق و مسرت سے بیتاب ہو کر ترنم کرتا ہے۔ جس طرح بلبل اپنے چھپوں میں خود منہمک اور صحنِ باغ کے بلبل اور دارفتہ سامعین سے بے خبر ہوتی ہے اسی طرح شاعر اپنے جذبات اور وارداتِ قلبی کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ گویا وہ سامعین سے بے نیاز اور بے خبر ہے۔

اس معیار کو پیش نظر رکھو اور قرآن السعدین کی غزلیات کو جانچو۔ یہ غزلیات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مناسب موقع لکھی گئی ہیں گویا خارجی واقعات کو مجرد جذبات کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

شاعری کی صنف غزل میں خسرو کو جو امتیاز خاص اور قبولِ خاطر حاصل ہے محتاجِ بیان نہیں۔ وہ غزل سراہی میں سعدی کے تبع ہیں لیکن ان کا غزلیات میں ایک خاص رنگ پایا جاتا ہے۔ سعدی کے سامنے رکھنے سے معلوم ہو گا کہ کلام کی سلاست اور شیرینی اور جذبات کی پاکیزگی دونوں کے یہاں موجود ہیں لیکن خسرو کی غزلیات میں جو طرفگی،

داں کہ بتقلید نشست اندریں نشو مہار خود کس دم آفریں (صفحہ ۱۲۲)

حقیقت یہ ہے کہ یوں تو انسان کی تمام ذہنی قوتیں وہی ہوتی ہیں اور کوشش سے اُن میں صرف محدود ترقی ہو سکتی ہے، لیکن غالباً قلعہ و ماغی میں سب سے زیادہ غیر الکتابی وہ قوت ہے جسے ”تخیل“ کہتے ہیں اور جو شاعری کے لیے خاص طور پر بمنزلہ روح و رواں ہے۔ شاعر اسے ماں کے پیٹ سے لیکر آتا اور اُسی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ دوسرے لحاظ سے ممکن ہے کہ اس کے کلام میں دُزر و زرت ترقی ہوتی جائے۔ مثلاً اس کو الفاظ زیادہ شستہ اور بندشیں زیادہ چست ہو جائیں لیکن تخیل کی مقدار تقریباً ہمیشہ معین رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بڑے شاعر کے کلام میں عہد طفولیت میں پیرائے نچنگی اور عہد پیری میں طفلانہ تازگی پائی جاتی ہے۔

خسر کے کلام پر ایک غائر تاریخی نظر ڈالنے سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے خوش قسمتی سے اُن کا تمام کلام ہر جزو و رکعاً جُداً محفوظ ہے۔ بڑی شنویوں میں قرآن العظیم پہلی شنوی ہے لیکن چند چھوٹی شنویاں بھی جو اُنھوں نے اس سے پہلے لکھی تھیں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کی دو ابتدائی شنویوں سے ایک ہی مضمون کے متعلق انتخابات پیش کر کے قرآن السعیدین سے مقابلہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ابتدا ہی سے خسرو تخیل کی کیا حالت تھی۔

مضمون مغلوں کی ہجو ہے جس میں خسرو نے قرآن السعیدین میں بڑا زور و قلم دکھایا ہے (دیکھو صفحہ ۹۲-۹۵) یہ شنوی اُن کے مرثیہ سلطان محمد کی شہادت اور خود امیر

شنوی قرآن السعدین میں جو خود جدت کا نمونہ ہی وہ فرماتے ہیں۔

چند گم بود بدل این خیال تازہ کنم ہر صفے را جبال

بود در اندیشہ من چند گاہ کزدلِ دانندہ حکمت پناہ

چند صفت گویم و ابش دہم مجمعِ اوصاف خطا بش دہم

طرز سخن را روشِ نو دہم سکّہ این ملک بجنس و دہم

نو کنم اندازِ رسمِ کمن پس رویِ پیشِ روانِ کمن (صفحہ ۲۳-۲۴)

آنچہ ز سر جویش دلِ نقش بند ق معنی نو بود و خیالِ بلند

موئے بولیش بہ ہنر بحیثم پختہ و سنجیدہ در و رخیتم

وصف نہ زانِ گوشتِ زدنِ دلِ و کالِ دیگرے را بدلِ آید کہ چو

ہر صفے را کہ بر نگنخیتم شعبہ تازہ در و رخیتم

نیست ز کس لولوے لالائے زرف بہ میںِ رتہ دریاے من

نکتہ من گوہرِ کانِ من ست زانِ کسے نیست از انِ من ست

دزد نیم حنائے بُرِ دیگرے خانہ کشادہ ز درِ دیگرے

مایہ ہر دزد کہ در عالم ست گرچہ فزون ست بقیمت کم ست (صفحہ ۲۳-۲۴)

آن کہ شناسندہ این گوہر ست گر ہمہ نفرین کند دم در خور ست

پوتیں پوشیدہ دے پوتے

در گریز از غازیان دوست

گشت یلے گوہر بر بانگِ فی نالہ ناخوش ہی در داشتہ گویاں سخن بگِ بانی

ہمچو زماں نوحہ کناں پی بہ پی مست آواز یلے برداشتہ لافشِ بزرگ استخوانی

زیں یلہ گردانِ نافرخندہ پی

جاں یلہ کردہ با دِ ازیلے

سر تراشیدہ ز بسِ قلم بستہ پر بوم را بالائے سر از سنگِ پیش خراش خوردہ

زماں قلم انگینتہ خدلاں رقم سر تراشیدہ چو بقیہ زیرِ سر ہم از سر خود تراش کردہ

مشتے پر بوم کردہ در سر

بسیار ز بوم شوم رو تر

رنختہ شدہ طشتِ مس از چنگ چشم شاں در رے ناپیداشتہ چوں شیشہ و چشم از رِق تنگ

دیدہ در انداختہ در رنختہ سنگ ہر کہ دیدہ رے شاں شیداشتہ درختی ماگر صفت کم سنگ

دیدہ ہائے در شدہ اندر منک

گوئی بنشستہ است اندر گردہ باک

از رخِ تارخ شدہ بسینی پین بینی پست و خیش از دی دوا

در کُکہ تا کُکہ لب لب دہن ہمچو غوکے بر سر آبے رواں

بینی پر رنختہ چو گو حنراب

یا چوتوئے کہ ز طوفان آب

مغلوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانے کے کوئی چار پانچ برس بعد کی ہے۔ اس کے لکھے وقت اُن کا غم و غصہ جس قدر جوش میں ہو گا ظاہر ہے۔ دوسری مثنوی ۶۸۲ھ یعنی قرآن السعیدین سے کوئی چھ برس پہلے اور حوادثِ مذکورہ بالا سے ایک سال قبل کی تصنیف ہے۔ تیسری مثنوی سلطان محمد کی ملازمت اختیار کرتے وقت غالباً دوسری مثنوی سے تین چار برس پہلے کی ہے۔

قرآن السعیدین	مثنوی	مثنوی
(۶۸۸ھ)	(۱۱ رمضان ۶۸۲ھ)	(جو غالباً سلطان محمد کی ملازمت اختیار کرتے وقت بھی تھی)
کافر تار بردوں از ہزار	در تھاپو چوں سگِ لقمہ ربا	قوسِ ہمہ گربہ چشمِ سگار
کردہ دگر گو نہ با شتر سوار	آفتِ نان و بلائے شور با	چوں گرگِ درندہ آدمی خوا
سخت سرانے بوغا سخت کجوش	بہر نامے مگر ہمہ با شند سیر	ہمہ بوزنہ دار نا و فاجوے
ہر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش	سزنگوں افتند از بالا بزیر	ہم پوست سگے کشیدہ بچوے
اصل ز سگِ لیک بے رگِ تلخ		چوں سگِ ہمہ رد و ال ماندہ
گر بُہ نخی شدہ بر رخسار		چوں بوزنہ در جوال ماندہ
		تا چند رہ سگی سپردن
		یا بوزنہ را بگشت بردن
	دو گلہ بر۔ لیک بر پشتِ دگل	مشتے دگلاں دو گلہ پوشاں
	گندگی را جاے کردہ در بغل	قربو قربو زناں و جوشاں

یہ لفظ سزہ مفعولِ غنیہ میں مبتلا ہے

خوردہ سگ و خوک بدنہان بہ روترش چوں سرکہ تملج شو

ہر ہمہ دندان خرد بے خرد دز ترش خوئی ہم تملج رو

(صفحہ ۹۳-۹۵) موش خواران و زندہ موش دا

گشتہ صحرا یز زشتے موش دا

مائدہ شاں از غورِ زشتی ہر کہ با ایشان معاذ اللہ نشست گندہ دہنان و گندگی دوست

واں کہ بید قیش آید بہ پے تے کند در سایے بوی زشت خو کی و سگی کشیدہ در پوست

تینوں جگہ ایک ہی قوم کی ہجو ہے۔ شاعرانہ تخیل نے ایک نفرت انگیز تصویر کے خط و خال

ہر جگہ یکساں طور پر کھینچے ہیں۔ جس طرح ایک ظرف مصور کسی شخص کی مضحکہ انگیز تصویر

بناتے وقت اس شخص کی مشابہت تامہ قائم رکھتا ہے، اسی طرح ایک بالکمال شاعر محبت

و نفرت کے جذبات سے متاثر ہو کر جو تصویر پیش کرتا ہے وہ اصلیت سے متغایر نہیں ہوتی۔

البتہ اس کے واردات قلبی کے لحاظ سے یہ تصویر کبھی دلکش اور کبھی نفرت انگیز ہوتی ہے۔

خسرو نے مغلوں کی تصویر جس طرح کھینچی ہے اس سے شاعر کی انتہائی دلی نفرت

کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اُن کی جن جن چیزوں کو استہزا کیلے

منتخب کیا ہے وہ واقعی ہیں محض قیاسی نہیں ہیں اور اُن جزیات کو ملا کر جو اس غرض کے

لیے انتخاب کی گئی ہیں ہمارے ذہن میں مغلوں کی ایک ایسی تصویر پیدا ہو جاتی ہے جو جذبات

کا حجاب اُٹھا دینے کے بعد بھی مغلوں کی واقعی ہیئت سے مشابہت تامہ رکھتی ہے۔ چھوٹی

چھوٹی نیلی آنکھیں، چپٹی ناک، پھیلے نتھنے، چوڑا تہمتا ہوا چہرہ، ڈاڑھی کے دو چار بال

موئے زمینی شدہ برب فراز ریش نے دروئے شاں جلے زرخ
 سبلیت شاں گشتہ بغایت راز آمدہ بہر زدن از کوہ و شخ
 ریش نہ پیرامن چہاہ زرخ کرتا دہ سبلتان کندہ را
 سبزہ کجا بردمد از روئے تنخ وام دادہ ریش اہل خندہ
 کوزرخ شاں ز محاسن کنار

اہل زرخ را بحاسن چہ کار
 سبلیت چوں سیخ چو تاج رو
 رشتہ ہنس نعمت شاں در گلوے

زشت تر از رنگ شدہ بو خوشا
 پست تر از پشت شدہ رو خوشا
 چہرہ شاں دبہ نم یافتہ
 جائے بجا کنجک دخم یافتہ

روے ہچوں آتش دسر ہچو نگ تفسیدہ زخشم ہچو تا بہ
 ماندہ از مردار خواران دہ نگ رخِ مسخ چو پشتِ آفتاب
 آتش دیان سرد چوں آب
 سوزان دجہاں چو گرم ثناب
 رو مسخ و حدیث زشت در کام
 چوں طشت کہ آں بنفید از بام

ادب کے شعبہ طیفہ میں مصنف اپنی کتاب کے ہر لفظ اور ہر خیال کو تولتا اور کتاب کے تمام اجزاء میں توازن و تناسب پیدا کرتا ہے۔ کتاب کا حسن اسی تناسب کا نتیجہ ہے اور اسی تناسب میں فرق آجانے سے کتاب کے حسن میں بھی فرق آجاتا ہے۔

ثنوی میں اس حسن کا قایم رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ شاعری کے جملہ اصناف میں ہی صنف ایسی ہے جس میں ضخیم سے ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن جب قدر اس کا میدان وسیع ہے اسی قدر اس کی مرحلہ پیمائی دشوار ہے۔ ہر قسم کے خیالات جذبات اور واقعات پر تسلیم اٹھانا پڑتا ہے اور شاعری کی تمام خصوصیات اور محاسن اس کی تکمیل اور آرائش میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ شاعری کا جو کمال ہو مراد شکر پیر کے یہاں نظر آتا ہے اس کا عکس ہماری شاعری میں سب سے زیادہ اسی صنف یعنی ثنوی میں ہو سکتا ہے۔ لیکن فرارغہ کر دو کہ بے شمار ثنوی نگاروں میں کتنے ہیں جو اس معیار پر پورے اترتے اور فردوسی نظامی اور خسرو کے پہلو پہلو بیٹھے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارے لیکن کسی دوسرے کے لیے برہان نہیں ہو سکتا کہ خسرو کی طبع آزمائی تناسب کے معیار پر پوری اترتی اور ہمارے ذہن میں حسن کا تصور پیدا کرتی ہیں، لیکن یہ یقین ہے کہ مذاق سلیم اور وجدان صحیح اس کتاب کے پڑھنے والوں کو خود اس نتیجہ کی طرف راہبری کر گیا۔ ناظرین اس ثنوی کے پڑھتے وقت ان خیالات کو پیش نظر رکھیں اور خود اندازہ کریں کہ شاعر نے مختلف داستانوں کے باہمی ربط اور مختلف اجزاء کے باہمی تعلق میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ جو عمارت اس نے ایک ایک لفظ چٹکرنائی جو نقش و نگار

ٹوڑی سے لٹکے ہوئے، لمبی لمبی موچیں، گھاس، مکہ، شیم سر پر رکھی، پر بوم بطور کلنی لگائے، دگلہ پہنے، نے بجاتے اور تاتاری زبان میں نعرے لگاتے۔ غرض یہ ساری باتیں واقعی ہیں البتہ شاعر نے ان سب کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھکر ان کی ریشخند کر لے خواہ مخواہ ہر ایک کی طبیعت چاہتی ہے۔

سب سے اخیر میں ہم جس خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ ”تناسب“ ہے فنون لطیفہ میں (جس کے اندر شاعری بھی داخل ہے) ”حسن“ سب سے زیادہ تناسب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس طرح ”تاج گنج“ یا ”الحرر“ کی دلکشی کا اندازہ محض ان کی پیمائشیں دینے سے نہیں ہو سکتا بلکہ ان کے حسن کا تصور نظام کے ایک مجموعی اثر کا حاصل ہوتا ہے، اسی طرح کسی کتاب کے تناسب کا خیال کتاب کے مجموعی اثر پر موقوف ہے۔ یہ تناسب ایک طرف الفاظ کی موزونیت سے شروع ہوتا اور دوسری طرف خیالات کی مناسبت اور تمام اجزائے کتاب کی انفرادی اور اجتماعی خارجی اور داخلی موزونیت پر ختم ہوتا ہے۔ مصوّر اور نقاش تصویر یا نقوش بناتے وقت ایک طرف ہر ہر خط اور ہر ہر جزو کی موزونیت اور دوسری طرف اجزاء کے باہمی تناسب کا خیال رکھتا ہے۔ بت تراش مجسمہ تیار کرتے وقت چوٹی سے ایڑی تک پتھر کے ہر ہر مقام پر نظر رکھتا اور تمام حصص میں توازن و تناسب قائم کرتا ہے۔ معمار عمارت کی ہر ہر اینٹ موزونیت کے ساتھ رکھتا اور تمام عمارت کے حصوں میں ایک مجموعی مناسبت قائم کرتا ہے۔ موسیقی کا ہر ایک ایک سُر کو تول کر نکالتا اور نغمے کے مختلف اجزائیں پستی و بلندی قائم کر کے ایک مجموعی موزونیت پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح

تابد و فرنگ بہ پیرانش
روضہ باغ و چین گلشنش
(صفحہ ۳۳)

تافلک از جون بدودادہ آب

دجلہ رواں برد بنداد آب (صفحہ ۳۳)

دہلی میں اس زمانہ میں تین حصار تھے، دو پرانے، ایک نیا۔

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام

وز دو جہاں یک نقش دہ سلام (صفحہ ۳۸)

(۱) حصن برویش ز عالم بردن عالم پریش کھن اندرون

(۲) حصن برویش تو گوئی مگر چرخ بریرست و حصارش زبر

(۳) گفت حصار نو اور اسپر کائے فلک نو بکن دار مسر

ملک ز دروازہ او منج باب سیزدہ دروازہ و صد منج باب

ہر دم از ان قلعہ مینو شرت قلعہ فیروزہ شدہ خشت خشت (صفحہ ۲۸-۲۹)

پہلے دو حصار میں ایک جو باہر کی طرف تھا غالباً قدیم دہلی کی شہر پناہ ہے اور حصار اندر

شہر کا شاہی قلعہ حصار نو سے غالباً حصار شہر نو واقع کیلو گھری مراد ہے۔ کیلو گھری کا محل

واقع دہلی کمنہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے شمال مشرق کی جانب جہانکے غربی کنار

پر ہے۔ یہیں پر کقیاد نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کی مفصل کیفیت قران السعدین میں

ہیں عنوان لکھی ہے۔

اس نے ایک ایک خیال لیکر کھینچے اور جو راگ اس نے ایک ایک حرف جوڑ کر پیدا کیا
ہو اُن سے کہاں تک خسرو فنون لطیفہ کے بڑے اُستادوں کی صف میں جگہ پانے کا
مستحق قرار پاتا ہے۔

(۳)

قران السعدین کے بعض نسخوں پر اس شنوی کا نام ”شنوی در صفتِ دہلی“ لکھا
ہوا پایا گیا ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ شنوی مذکور میں خسرو نے جہاں مختلف اشیاء
کے ”صفات“ لکھے ہیں، وہاں اراکِ سلطنت اور اُس کی مشہور عمارات وغیرہ کی توصیف
بھی کی ہے۔

قران السعدین سے محققین آثارِ قدیمہ کو کیقباد کے عہد میں دہلی کے متعلق بعض
متند حالات معلوم ہو سکتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔
دہلی کو اس عہد میں قبتہ الاسلام کے لقب سے نامزد کیا جاتا تھا۔

”قبتہ اسلام شدہ در جہاں“

(صفحہ ۲۹)

”بستہ اوقبتہ ہفت آسماں“

شہر ہاڑی پر آباد تھا اس کے گرد و دو میل تک باغ تھے اور دریاے جمن اُس کے قریب
آبیاری کرتا تھا۔

شہر نہ بل بحسبِ عجائبِ منسا بحرِ دے گشتِ بکوہِ آشنا

زماں بدلِ کوہِ گرفتہ قرار تاکندِ تسلیمِ عدو سنگسار (صفحہ ۳۲)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شہرِ نوجمنا کے قریب واقع تھا اور قصرِ نوریا کے عین کنارے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا۔ نیچے کا حصّہ اینٹوں سے بناتا تھا، جس پر چونہ اور سفیدی ہو رہی تھی۔ اوپر کے حصّہ میں سنگِ سفید لگاتا تھا اس قصر کے ایک طرف جمناتھی، اور دوسری طرف باغ تھا، جو بارگاہ سے اس قدر قریب تھا کہ درختوں کی شاخیں بارگہ کے اندر داخل ہوتی تھیں۔

جاگمہ بار شدہ بارگاہ

اس مصرع میں لفظ بار میں لطیف ایہام ہے۔ معنی مقصود یہ ہے کہ بارگاہ قریب باغ کے باعث شاخوں کے داخل ہونے کی وجہ سے پھلوں کے رکھنے کی جگہ ہو گئی ہے۔ معنی قریب جن کی طرف پہلی نظر میں نہن منتقل ہوتا ہے یہ ہیں کہ ”بارگاہ“ دربار کی جگہ ہے۔ غزۃ الکمال میں بھی قصرِ معزی کی تعریف میں ایک چھوٹی سی شتوی ہے جس کے چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

زہے فرزندہ قصرِ آسماں سائے	کہ ہست از رفتش بر آسماں جلے
برے آبِ فردوسِ جاں تاب	کجا فردوسِ خود باشد بر آب
بابِ جونِ دادہ صنعتِ دلون	زین پوشیدہ درپیش لبِ جن
خیالِ قصرِ کاندآبِ زرد تاب	فلکِ اسرنگوں انگند در آب
نہیرے این چنین قصرِ لہست	مگر در آبِ بنی داں خیال ست
زمینش مہ بندی آسماں گیر	مبارک باد بر شاہِ جہاں گیر

صفتِ قصر نو شهر نو اندر لبِ آب
 کہ بود عرصہ رفت چو رفتِ آں ایوان (صفحہ ۵۴)
 ضروری اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ۵

رفت بکلو کھری و دادِ عون	از مدد دست چو دہیے جون
قصر شد از فرشتہ ارجند	چون فلک از منزلتِ خود بند
قصر گویم کہ بہشتے فراخ	روقتہ طوبی درِ اورا بشاخ
بامِ سفیدش بفلکِ سودر	کرد بخورشیدِ سفیدی ابر
آئینہ گشتہ نیچِ صافِ خشت	دید در او صورتِ خود را بہشت
شکلِ ستونش بتمامِ ستاد	قصر ارم را شدہ ذاتِ العباد
طرفہ عروسے شدہ آراستہ	آئینہ از آبِ رواں خواستہ
جون کز و گشت جالبے عیا	قصر نمود از تیر آبِ رواں
ہمچو دو آئینہ مقابلِ زتاب	آبِ رد و عکسِ نما و در آب
طاقِ بلندش بفلکِ گشتہ	حاصلِ او شد فلکِ اندرِ نفث
کنگرِ طاقش ز زبانِ دراز	پیشِ فلکِ گفت سخنہای راز
سنگِ سفیدش کہ شدہ سپر	آمدہ از مہر و شدہ ہم بھر
یک طرفش آب و دگر سوی باغ	باغ و آبے زد و سون باغ
شاخِ بہر بارگہ کرنِ راہ	جا نگہ بار شدہ بار گاہ

متشعہ ہے۔ ”صفتِ قصر نو شہر نو اندر لبِ آب“ میں انہوں نے صرف قصر کی تعریف کی ہے اور اسی کو کیتباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ ”شہر نو“ کے متعلق کچھ نہیں لکھا، حالانکہ یہ امر بین ہے کہ اگر شہر نو میں قصر کے علاوہ کوئی حصہ مغز الدین کا تعمیر کیا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر وہ ضرور کرتے۔ علاوہ ازیں کیتباد ۶۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اس کا جلوس اوّل سال میں وقوع میں آیا (اور قرآن کا یہی تقاضا ہے) تو ذوالحجہ ۶۸۶ھ تک جبکہ بادشاہ دارالسلطنت سے روانہ ہو کر کیلو کھری قصر مغزی کو گیا ہے کسی طرح نیا شہر بنا قیاس میں نہیں آسکتا۔ استقدر قلیل مدت صرف ایک عالی شان محل کی تعمیر کے لیے کافی ہے۔

قصر کی تعمیر کے بعد کیتباد کا اس کو اپنا دارالسلطنت قرار دینے لینا خود ظاہر کرتا ہے کہ شہر نو اس کے زمانے میں استقدر آباد تھا کہ فوراً دارالسلطنت بنالینے میں کوئی دقت نہیں ہوئی چنانچہ جب کیتباد کے بعد جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا تو اس نے اس مقام کو اپنا دارالسلطنت منتخب کر لینے میں کوئی دقت نہیں دیکھی۔ البتہ اس کے زمانے میں اس شہر کو ترقی حاصل ہوئی۔

دہلی کی عمارات اور آثار میں اس زمانے میں تین چیزیں امتیازِ خاص رکھتی ہیں مسجد جامع، منارہ ماذنہ، اور حوضِ سلطانی۔ خسرو نے اور بھی جہاں کہیں دارالسلطنت کی یاد کی ہے انہیں تین چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہے۔

۱۔ مثلاً دیکھو شہنوی تحفہ خط غزۃ الکمال بنام تاج الدین زاہد آزاد دہلی

معزالدین کہ دنیا را بیا است ز با شس دین و دنیا را بیا است

شہنشاہ کی قباد آں افسر ملک کہ چون افسر برآمد بر سر ملک

خدا دادت در ایام جوانی ہیں ملکہ چو ملک جادو دانی

بعض گزشتہ اور موجودہ مؤرخین نے ”شہر نو“ کی تعمیر کو بھی غلطی سے معزالدین کی قباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ”شہر نو“ اس نام سے کیلوکھری میں پہلے ہی سے آباد تھا۔ چنانچہ جلوسِ ناصری کے پندرہویں برس ۶۵۸ھ میں جس وقت ہلاکو خاں کے سفیر ناصر الدین محمود کے دربار میں پیش ہوئے اُس وقت (بقول صاحب طبقاتِ ناصری جس نے یہ حالات چشم دید بیان کیے ہیں) دولاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار اور اہالیانِ دہلی کی بیس میں صفیں و طرفہ ”شہر نو“ واقع کیلوکھری سے لیکر قصر شاہی واقع دہلی تک پہیلی ہوئی تھیں۔ سفرِ شہر نو سے جانبِ اُسلطنت و انہ ہوئے۔

”بقدرِ دولک پیادہ تمام بحضرت آمد و بقدرِ پنجاہ ہزار سوار آمادہ برگشتوا“

و بیرق و تعبیه ساختہ و خلق و عوام شہر از معارف و اوساط و ازال خند

مرد از سوار و پیادہ بیرون رفت کہ از شہر نو کیلوکھری تا درون شہر کہ

قصر سلطنت بود بیتی صنفِ مرد و نشت بہ نشت چوں باغ فراہم یافتہ گفت بر

نماہ صفت و صفت ایستادہ چوں رُسلِ ترکستان از ”شہر نو“

برشتند الخ

اس کا بہترین ثبوت کہ شہر نو کی بنیاد کی قباد نے نہیں ڈالی خود خسرو کے بیان سے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منارہ ماذنہ تھا۔

بعض محققین آثار کو جن کی نظر سے غالباً یہ اشعار نیس گزے، اس سے انکار ہے۔ لیکن خسرو کا بیان سند قطعی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں منارہ مذکور میں بجلی گرنے سے خراب کیا گیا تھا اور اُس نے اوپر کے حصہ میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کی، لیکن خسرو کے زمانے میں یہ منارہ اصلی حالت میں موجود تھا۔ اور ابن بطوطہ نے بھی ترمیم مذکور سے کچھ ہی دن پہلے محمد تغلق کے عہد میں اس منارہ کو دیکھا تھا۔ خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ منارہ مذکور کے اوپر پتھر (یا قبتہ) بنا ہوا تھا جس کا اوپر کا حصہ سونے کا تھا۔ ابن بطوطہ کی اس مینار اور پتھر کے متعلق حسب ذیل عبارت ہے:

”یہ مینار سرخ پتھر کا بنا ہوا ہے۔ حالانکہ مسجد سفید پتھر کی ہے۔ مینار کے

پتھروں پر نقش کندہ ہیں اور ان کا اوپر کا پتھر خالص مرمر کا ہے اور

لٹوزر خالص کے ہیں۔“

خسرو اور ابن بطوطہ کے بیانات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ منارہ مذکور

بجالتِ اصلی محض سرخ پتھر کا تھا، جس کے اوپر ایک سنگ مرمر کا پتھر تھا اور پتھر کے لٹواؤ (کلس غالباً) سونے کے تھے۔ افسوس ہے کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے خسرو نے کیسے اس کے متعلق کئی شے بھی ذکر نہیں کیا کہ اُس نے اس میں مینار مذکور کے کتے درجے تھے۔

حوضِ سلطانی کے متعلق ۵

مسجد جامع کے متعلق حسب ذیل اشعار قابل غور ہیں ۵

غفلتِ تسبیح گنبد دروں رفقہ زنہ گنبد والا بروں

گنبدِ اوسلسلہ پیوند راز سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز

دورۂ ستفش ز سہا تازیں نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں (صفحہ ۲)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسجد مذکورہ میں نو گنبد تھے مسجد کی چھت کے نیچے جا بجاستون قائم تھے ۵

دورۂ ستفش ز سہا تازیں نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں

یہ وہی ستون تھے جو مسجد مذکورہ کی تعمیر سے پہلے راکے پتھور کے مندر میں لگے ہوئے تھے ان میں سے کچھ ستون اس وقت بھی موجود ہیں اور مسجد مذکور کا محل وقوع بتاتے ہیں

منارہ کے متعلق ۵

شکل منارہ چوتھوئے ز سنگ از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

اُن کو ز زبر سرش افسر شدہ است سنگ ز نزدیکی خور ز رشده است

سنگِ بے از بس کہ بخورشید سود ز زبر خورشید عیار سے نمود

نجرنگیں کہ ستون سپر آمدہ از مہر شدہ ہم بھر

از پئے بر منستین ہفت آسماں کرد زمین تا فلک ز دباں

گرد سرش کرد موزن گوشت قانتش از مسجدِ عیسیٰ گذشت

موزنش آں جا کہ اقامت کشید قامت موزن تواند رسید (صفحہ ۳)

التمتش کا چبوترہ موجود تھا۔

اس شنوی میں خسرو نے علاوہ دہلی کے خاص اُس کے مضافات و حوالی کا بھی ذکر کیا ہے۔

کیقباد اپنے لشکر کے ساتھ دارالسلطنت سے روانہ ہو کر سیری میں خیمہ زن ہوا

کو کبہ زین خط انجسم شمار	رفت بروں با سلم شہر یار
نصب شد اعلام مبارک اعلیٰ	کرد سر پرہہ بسیری نزدل
بارگہ شاہ در راں بوتال	رے ظفر داشت ہندوستان (مفہوم)

پانگہ خاص بسیری رسید	سبزہ تربس بسیری رسید
دارۂ خیمہ بسیری قطار	ابر فرد آمد در مرغزار
بس کہ در راں گلشن بنوشتاں	شاہ شد از ابر کرم دُر فشاں
ہر کہ دریں سبزہ نظر در گرفت	قطرہ طلب کرد و گہر برگرفت (مفہوم)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ”سیری“ سبزہ زار تھا۔ کوئی تیرہ یا چودہ برس بعد علاء الدین نے حملہ مغل کے وقت دہلی سے نکل کر اسی میدان میں جنگ کی تھی اور فتح مند ہونے پر بطور فال نیک اپنے دارالسلطنت کے لیے اس موقع کو انتخاب کیا تھا۔ اس کے جانشین کیقباد نے حصار و عمارات سیری کی تکمیل کی۔ اور اس کا نام ”دارالحلاۃ“ رکھا۔ یہ حالات مفصل طور پر امیر خسرو نے شنوی نہ سپہیں لکھے ہیں حوالی شہر میں ٹپٹ، انڈپ اور افغان پور کا بھی ذکر کیا ہے۔

در کمرنگ میانِ دو کوہ آبِ گہر صفوت و دریا شکوہ

سانحہ سلطانِ ملک در صفات در سدِ کوہِ اُمینہ ز آبِ حیات

شہرِ گرازوے بود آبِ کش کسِ نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش

در تہِ آبش ز صفا ریگِ خرد کوہِ تو اند بدلِ شبِ شمر د

سِلِ بے آہنگ بہار کرد کوہِ تبردا سننے اقرار کرد

چوں مدو جزر شش ز نشیبِ فرا ز آبِ ز کوہِ آمدہ و رفتہ باز

چو ترہ و قصر بلندش در آب گشت از ازاں ساغرِ صافی جِل

رود بے زوشدہ تا آبِ چون جوں ز پے آبِ از و جستہ عون

گرد دے از اہلِ تماشا گروہ دامنِ خمیسہ شدہ دامانِ کوہ (صفحہ ۳۲)

ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حوض جس کو سلطانِ قہر میں نے ۶۲۷ھ ۱۲۲۹ء

میں تعمیر کیا تھا دو پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھا اور اس کی مٹی میں دامانِ کوہ سے لکرائی تھیں

تمام شہر کو میٹھا پانی ہیں سے دستیاب ہوتا تھا۔ دریا سے جمناسے اس حوض تک بہتے

نالے نکلے گئے تھے۔ پانی ایسا صاف شفاف تھا کہ تہ کی ریگ دکھائی دیتی تھی۔ بیچ حوض

میں ایک چو ترہ بنا ہوا تھا جس پر ایک عمارت بھی قائم تھی۔ شہر کے لوگ تفریحِ طبع کے لیے یہاں

آتے اور دامنِ کوہِ خمیسہ میں ہوتے تھے۔

علامہ الدین کے زمانہ میں اس حوض کی مرمت ہوئی تھی اور بیچ میں ایک خوشنما

گنبد تعمیر کر دیا گیا تھا قرآنِ السعدین کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس گنبد سے پہلے

مینہ بر پتہ زد کیسہ بود میان اندپتہ میسر

پیل گراں سنگ بہ بہا پور بود قلب چو دریاں در آمد بجو د

پیش بہا پور بعت در سہ میل سنگ گراں سر شد از پاییل صفحہ ۵۲

لشکر شاہی کا سیدھا بازو دلیپت میں اٹا اندپت میں اور بہا پور میں قلب لشکر تھا۔ اندپت زاندر
یا اندر پرست، کا محل وقوع دہلی کمنہ سے ساڑھے ۴ میل شمال مشرق کی طرف ہے جہاں فی
زمانہ پرانا قلعہ یا قلعہ دیں پناہ ہایوں بنا ہوا ہے۔

تپلیٹ کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ ”تپلیٹ دہلی سے سات اٹھ میل
کے فاصلے پر ہے“ اب بھی اس نام کا ایک پرانا گاؤں متھرا کی سڑک کے پاس ضلع دہلی
میں دہلی سے کوئی تیرہ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس زمانے کی تاریخوں میں
اس کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ دہلی سے پورب کو آتے جلتے جتنا کو پار کرتے وقت
یہ مقام ملتا ہے۔

بہا پور اس کا محل وقوع خسرو کے بیان سے اس طرح تحقیق ہوتا ہے کہ وہ اندپٹ اور تپلیٹ
کے بیچ میں تھا۔ بدایونی نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہے ایک تو اس موقع پر جب کیتبا کے مرنے
سے پہلے جلال الدین خلجی نے شمس الدین کیکاؤس کو (جسے ابالی دہلی نے تخت نشین کر دیا
تھا) بہار پور میں جہاں جلال الدین خود مقیم تھا نظر بند کر لیا۔ اور دوسرے اس موقع
پر جب کیتبا دے قتل ہونے کے بعد بہا پور میں کیکاؤس کو تخت نشین کیا گیا۔

”شہر نو“ (کلو کھری) روانہ ہو کر بادشاہ نے پہلی منزل صدو دلیپٹ و آفغان پور

میں کی ہے

کچھ سپہ گرد شدہ از شہر نو داد جہاں ساز ظفر بہر نو

منزلِ اوّل کہ شد از شہر نو بود حدِ پلٹ و افغان پور

یافت سراپردہ در آن حاکم دشت در آمد ز سرسناہلم (صفحہ ۸۹)

افغان پور کا محل وقوع بدایونی نے تعلق آباد سے تین کوس بیان کیا ہے

پربنجل سے واپس ہوتے ہوئے محمد تعلق نے اپنے باپ غیاث الدین تعلق کا اُس محل

میں استقبال کیا تھا جو غیاث الدین پرگر کر اُس کی موت کا موجب ہوا۔

(دیکھو ابن بطوطہ اور بدایونی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان پور تعلق آباد سے تین کوس مشرق کی طرف

واقع تھا جو جہاں کو عبور کرنے کے بعد تعلق آباد کے راستہ میں پڑتا تھا۔

ان مضامین کے محل وقوع کو سمجھنے کے لیے ہم جداگانہ ایک سرسری خاکہ اُس وقت

کی دہلی کا دیتے ہیں۔ (دیکھو نقش مقابل صفحہ ۸۹)

(۴)

قرآن السّعدین کا سلسلہ تواریخ و شہر و سنین

خسرو نے قرآن السّعدین میں کیتباد کی تخت نشینی کا سال ۶۸۶ء بیان کیا ہے۔

لیکن خلافِ عادّہ تواریخ اور مہینہ نہیں دیا۔ دوسری شہزادیوں مثلاً نہ سپہ فرخ الفتح

تعلق نامہ غیبی میں نہ صرف تواریخ اور دن دیتے ہیں بلکہ ساعت اور رات

نقشه دہلی قدیم مع مضافات بعد مغرالدین کی قباد (۶۸۶-۶۸۹ھ)



(۳) بنابرین باقی ثمنوی کے تمام واقعات ذوالقعدہ ۶۸۴ھ اور جلوسِ کیتباد ۶۸۶ھ کے مابین ہوئے۔

(۴) بادشاہِ اخیزی الحجہ میں ڈہلی سے کلوکھری گیا تھا، اور وسطِ بیعِ الاول میں لشکر کی روانگی جانبِ اودھ ہوئی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالسلطنت سے کیتباد ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں اور لشکرِ وسطِ بیعِ الاول ۶۸۷ھ میں روانہ ہوا۔

(۵) جیسا کہ انھوں نے منظوم خط میں بیان کیا ہے دو مہینے کے سفر کے بعد لشکرِ اودھ ٹہنچا۔ اس حساب سے لشکر کا ٹہنچا وسطِ جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں ہوا یہی مہینہ قرآنِ السعیدین کے خاص واقعہ یعنی ملاقات کا سمجھنا چاہیے۔

قرآنِ السعیدین میں ملاقات کے طالعِ وقت وغیرہ کے بیان میں (دیکھو صفحہ ۱۶۷) حسبِ ذیل شعر بھی درج ہے۔

تیرہ شبے دمہ گردوں بخواب
(صفحہ ۱۶۸)

ماہِ زینِ مستطیر آفتاب

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اخیرِ جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں وقوع میں آیا۔

(۶) میں جلوسِ کیتباد کی تاریخ ۶۸۶ھ کے نصفِ اول میں قرار دیتا ہوں

اس لیے کہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ سے پہلے قصرِ شاہی کلوکھری میں تعمیر ہو چکا تھا اور ناصر الدین محمود دہلی کی وفات اور کیتباد کی تخت نشینی کی خبر پر لکھنوتی (بنگال) سے

تک بیان کر دیتے ہیں۔ ثنوی کے واقعات کے متعلق بجز دو مقامات کے انھوں نے
 کہیں پر سنہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض جگہ مہینوں کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ واقعات کے ساتھ
 موسموں اور فصلوں کی کیفیت بیان کی ہے۔

سال جلوس کے علاوہ جو دوسرا سنہ انھوں نے بیان کیا ہے وہ ثنوی کے
 ختم ہونے کی تاریخ یعنی رمضان ۶۸۶ھ ہے۔

ساخۂ گشت از روشِ خائے از پسِ شش ماہِ چنیں نامہ

در رمضان شدِ سعادتِ تمام یافتِ قرآنِ نامہِ سعیدین نام

آپجہ تاریخِ زہجرت گزشت بود سنہ شش صد ہشتاد و ہشت (صفحہ ۲۳)

دوسرے واقعات کی تاریخ کا سلسلہ اسی تاریخ کے ذریعہ سے اس طرح قائم

ہوتا ہے۔

(۱) خسرو نے یہ ثنوی او دھ سے لوٹ کر رمضان ۶۸۶ھ میں چھ مہینے کی محنت

کے بعد لکھی۔

(۲) اُن کا دوسلی پہنچا ماہ ذیقعدہ میں ہوا۔

ہمچو مہ عیدِ خوش و شاد بہر

(صفحہ ۲۲۲)

در مہ ذیقعدہ رسیدم بشہر

ثنوی کی تصنیف میں جو چھ مہینے صرف ہوئے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے اس

مہینے سے ذوالقعدہ ۶۸۶ھ مقصود ہے۔

ایک ماہ کے سفر کے بعد خیر و آودھ سے دہلی واپس ہوئے ۵

یک مہِ کامل بہ کشیدم غناں

(صفحہ ۲۲۲)

راہ چنیں بود و کشتش آن خیاں

اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جادی الاولیٰ ۶۸ھ ہی میں آودھ پہنچ گئے تھے اور اخیر شوال ۶۸ھ میں وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو ان کے قیام آودھ کی مدت زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوتی ہے۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی صورت حسب ذیل ہے۔

جیسا کہ خسرو نے دیباچہ غمۃ الکمال میں بیان کیا ہے کیتباد کی تخت نشینی کے وقت انھوں نے غزلت نشینی ترک کر کے حاتم خاں خان جہاں کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جس وقت کیتباد نے آودھ سے مراجعت کرتے ہوئے خان جہاں کو اطلاع آودھ حوالہ کئے تو خسرو خان جہاں کے ساتھ سابق تعلق کی بنا پر آودھ جانے پر مجبور ہو گئے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ جلوس معزی اوائل ۶۸ھ کے وقت سے خان جہاں آودھ میں تھا، تو خسرو کا تقریباً دو سال تک آودھ رہنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ امر مسلم ہے کہ وہ اخیر دفعہ دہلی واپس آنے سے آٹھ مہینے پہلے ممکن ہے کہ محض چند روز کوئی دہلی آئے ہوئے تھے۔

چلکر اودھ پر لشکر کشی کر چکا تھا۔ ان واقعات کے لیے میرے خیال میں کئی مہینے درکار ہیں۔

اس مثنوی میں خود اپنے متعلق امیر خسرو کا بیان غور طلب ہو وہ لکھتے ہیں کہ

در بار مغری میں باریاب ہونے سے پیشتر اودھ میں چھ مہینے رہے ۵

با علم فتح در اں راہ دو سایہ فشاں شد بجد کشتیو

خان جہاں حاتم غلس نواز گشت با طلاع اودھ سرفراز

من کہ بدم چاکر او پیش از آمد کرد کرم ز انچه بیدیش از آمد

در اودھم بردہ لطف چناں کیست کہ از لطف تباہ چناں

غربت از احسانش خاتم گشت ر کم وطن اصل فراموش گشت

در اودھ از بخشش اقامت دلاں پیچ غم ذالہ نبود از من ل

من نیے شرم خداوند خویش رفتہ ز جاے خود و پیوند خویش (صفحہ ۲۲۱)

اس بیان سے ظاہر اہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ دو برس تک مسلسل دہلی سے جدا

اودھ میں خان جہاں کے ساتھ رہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ جیسا کہ

اُس منظوم خط سے جس کے اشعار اوپر نقل کیے جا چکے ہیں معلوم ہو گا وہ ربیع الاول ۹۸۶ھ

میں لشکر شاہی کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور جیسا کہ قرآن السعدین سے معلوم

ہوتا ہے ذی الحجہ ۹۸۶ھ میں دہلی واپس آگئے تھے۔ لشکر شاہی دو مہینے کی مسافت کو

بعد وسط جمادی الاول ۹۸۷ھ میں اودھ پہنچا اور جیسا کہ قرآن السعدین سے معلوم ہوتا

امیر خور داپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین حضرت شیخ فرید الدین کے مرید ہو کر دہلی تشریف لائے ہیں وہ امیر خسرو کے ناماراؤ عرض (عماد الملک) کے مکان میں دوسریں تک مقیم ہے (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۰) یہ زمانہ امیر خسرو کے آغاز شاعری کا تھا۔ جو نظم لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے چنانچہ خسرو نے طرز صفا ہانیان پر غزلسرائی شیخ کی فرمایش سے شروع کی تھی (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۱)

الغرض یہ گمان تو صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس ثنوی یا اس پہلی ثنویوں میں شیخ کا موجود نہ ہونا عدم تعلقات کا اظہار کرتا ہو لیکن اس فروگزاشت کی کوئی نہایت قوی وجہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتی یہ ہو سکتا ہو کہ چونکہ حمہ کا آغاز شیخ کی شہادتِ وحانی سے ہوا تھا (دیکھو مطلع الانوار غلوت سوم) سب سے پہلے منقبت شیخ کا التزام کرنے کا خیال اسی وقت سے پیدا ہوا اور چونکہ خسرو کا وفور عقیدت اور رسوخ روز افزوں ترقی کرتا رہا اس لیے یہ التزام اخیر تک قائم رہا۔

(۶)

ثنوی قران السعدین کا ایک شعر تاریخی دلچسپی رکھتا ہے۔ خسرو نے کشتی کی بفر میں لکھا ہے

ماہِ نو کا صلِ بے از سالِ خاست
گشت یکے ماہِ بدہ سالِ راست
(صفحہ ۱۳۵)

(۵)

خسرو کی اکثر مثنویوں میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد سلطان المشایخ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تعریف ہوتی ہے۔ خمسہ کی تمام مثنویوں اور عشیقہ اور نہ سپہر میں یہ التزام ہے۔ تعلق نامے کا ابتدائی حصہ موجود نہیں ہے۔ اُس میں بھی اغلباً مدح شیخ ہوگی۔ خمسہ سے پہلے کی مثنویوں میں البتہ یہ التزام نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ قرآن السعیدین میں شیخ کی مدح موجود نہیں ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ قرآن السعیدین اور اُس سے پہلی مثنویوں کی تصنیف کے وقت خسرو کے تعلقات شیخ رحمہ اللہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

یہ قیاس اُفتات کے قطعاً خلاف ہے۔ تحفۃ الصغریٰ جو امیر کا پہلا دیوان ہے اور جس میں سب سے پہلے کلام پایا جاتا ہے، شیخ کی تعریف میں ایک نہایت عمدہ ترنہ بند اور رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ وسط الحیوۃ میں بھی مدح شیخ میں قصائد وغیرہ ہیں۔

علاوہ اس داخلی سند کے معتبر ترین تاریخی شواہد سے بھی یہ امر پابہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ شیخ کے ساتھ امیر خسرو کے تعلقات کی ابتدا عنفوانِ شباب سے ہوئی اُس بابے میں سب سے زیادہ قابلِ وثوق بیانات سیر الاولیاء کے مصنف سید محمد مبارک کرمانی (دالمعروف بہ امیر خرد) کے ہیں جو تقریباً معاصر مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے آباؤ اجداد کے حضرت شیخ اور امیر خسرو کے ساتھ نہایت گہرے مخلصانہ اور عقیدانہ تعلقات تھے۔

اُن کو تبدیل کرنے میں حصہ لیا۔ تاریخ جہاں ایک طرف بڑے آدمی بناتی ہو وہاں دوسری طرف بڑے آدمی تاریخ بناتے ہیں۔

خسرودونوں لحاظ سے ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ اس دور کے صحیح نمائندہ ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ پر اُن کا گہرا اثر پڑا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمی اپنے ستاروں کے اجتماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں خسرودونے بھی کسی ایسی ہی گھڑی جنم لیا تھا جس عہد میں پیدا ہوئے اُس کی ”ترکیب شانہ“ اپنی ساتھ لے ہوئے آئے اور اُن کی شاعری تمام آبائی قومی اور ملکی اثرات سے ملکر پیدا ہوئی۔ اُن کے باپ خالص ترک تھے، لیکن اُن کی ماں عماد الملک اوت کی بیٹی اور نسلا ہندی تھیں۔ اُن کے باپ کا سایہ صغر سن ہی میں اُن کے سر سے اُٹھ گیا اور انھوں نے اپنی ماں کی گود اور ناما کی سرپرستی میں نشوونما پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری سراسر ایسے جذبات اور خیالات سے معمور ہے جنھیں وطن اور گھر کے اثرات کے علاوہ ماں کی جانب سے ورثہ طبعی مسترد دیا جاسکتا ہے۔ اُنکی آبائی زبان ترکی تھی اور قومی اور علمی زبان فارسی جو اُس عہد میں ہندوستان کے مسلمانوں میں مشترک زبان کے طور پر بولی اور لکھی جاتی تھی۔ لیکن خسرود کی مادری زبان ہندوستانی تھی، جسے وہ اس قدر عزیز رکھتے اور وقتاً فوقتاً اپنے شاعرانہ جذبات کے اظہار کا آلہ بناتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری بحیثیت مجموعی ہندوستان کے اُس دلچسپ دور کا آئینہ ہے جس وقت

کہتے ہیں کہ جس وقت مولانا جامی نے اس شعر کو دیکھا تو انہیں سال اور ماہ کے معنی سمجھنے میں بہت کچھ تردد ہوا۔ بالآخر انہوں نے اس شعر کی تفسیر میں ایک سالہ تصنیف فرمائی اور بحث کا خاتمہ اس پر کیا کہ:-

”چیزے خواستہ کہ بزبان ہند مخصوص باشد“

نفاٹس الماثر کا مصنف کہتا ہے کہ جب سلطان حسین مرزا کے زمانے میں شیخ جامی دہلوی خراسان گئے تو ان کی ملاقات مولانا جامی سے بھی ہوئی۔ مولانا نے اس شعر کے معنی شیخ سے دریافت کیے تو شیخ نے کہا کہ ”سال“ دراصل ایک لکڑی کا نام ہے جس سے ہندوستان میں کشتی بنائی جاتی ہے۔

خسر نے اور بھی جا بجا ہندی الفاظ کا آزادی سے اپنے بیان استعمال کیا ہے اور ان سے طرح طرح کے لطایف اور صنایع و بدائع پیدا کیے ہیں بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے بکثرت مفید ایام نکالے ہیں۔

یہ قصہ ہمیں خسرو کی شاعری کی ایک اہم اور سبق آموز خصوصیت یاد دلاتا ہے جس کو یہاں مختصر طور پر بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمیوں کے حالات کا مطالعہ کرتے وقت (خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں) یہ دیکھا جاتا ہے کہ کہاں تک وہ اپنے حالات ماحول کا حاصل تھے اور کس حد تک انہوں نے بذاتِ خود گرد و پیش کے حالات پر اثر ڈالو اور

۱۔ یہ تمام قصہ ہفت آسمان میں لکھا ہے (دیکھو صفحہ ۷۷) ۲۔ ملا خزان الفقیہ میں ہندی اسماء اور اعلام کو تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس قسم کی پُر لطف صنعتوں کا استعمال کیا ہے۔ ۱۱

سمجھ کر قرآن السعدین قرار دیا اسی طرح ملک کا پریشان شیرازہ آپس کی محبت سے یکجا ہو سکتا ہے۔ اُس وقت کے لیے قرآن السعدین سے خسرو کی یہ غزل بطور ”پیام اُمید“ سن رکھنی چاہیے۔ جن سچے اور پاکیزہ انسانی جذبات کی ان اشعار میں ترجمانی کی گئی ہے اُن کی صحیح قدر اُسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم اُن سے اخوت و یگانگت کو مضبوط کر لیں اور محبت و رواداری کو ترقی دینے میں مدد لیں جس کے ساتھ مستقبل وطن کی اُمید وابستہ ہیں۔

خوڑم آں خطہ کہ مشاق بیارے بڑ	آرزو مند نگارے بہ نچارے بڑ
دیدہ برشے چو گل بندو نبو و خورش	گرچہ درد دیدہ ز نوکِ فرد خارے بڑ
لذت دیدن دیدار بجاں کار کند	جان بیکار شدہ باز بچارے بڑ
گرچہ درد دیدہ کشد پیچ غبارِ سنو	ہر کجا از قدمِ دوست غبارے بڑ
لذت وصل نداند گمراں سوختہ	کہ پس از دوری بسیار بیارے بڑ
قیمت گل نشاند گمراں مرغِ اسیر	کہ خزان دیدہ بود پس بہارے بڑ

خسروایار تو گرمی نرسد خود می پو
(صفحہ ۱۹۲)
ہر تکیں دلِ خویش کہ آ رہے بڑ

سید حسن برنی

دکتر سید محمد علی شریانی

ملک کے مختلف عناصر میں امتزاج و اختلاط ہو رہا تھا اور اہل ملک کے لیے زبان جذبات اور خیالات کی آمیزش اور موافقت کی شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

ملک کی اس مشترک تہذیب کی ترقی میں خسرو کا خاص حصہ ہے۔ وہ وطن کی محبت کو ایمان سمجھتے تھے اس حق کو انہوں نے خوب ادا کیا ہے اور حب الوطنی کے جذبات کو ہر طرح مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح خیالات اور زبان کی آمیزش سے مشترک زبان کی بنیادیں جانے اور اتحاد خیالات پیدا کرنے میں جو حصہ لیا ہے وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔

جسوت آج سے سات سو برس پہلے پہیلیاں اور گیت ہو کر چھوٹا تھا وہ آج سمند ہو گیا ہے اور اس بڑا عظم کی تسخیر کے لیے موجیں مار رہا ہے۔ جو سریے راگ مسعود و سعدی اور خسرو نے ملکی زبان میں نکالے تھے وہ میر اور غالب، درد اور سودا، انیس اور میر حسن کے چھپے بن گئے ہیں۔ جو آواز اس ہندوستانی شاعر نے ملک کی حمایت اور محبت میں بلند کی تھی وہ آج تمام ملک کی صدا ہو گئی ہے اور آواز باز گشت کے طور پر حالی اور اقبال کے دلکش نغموں میں سنائی دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو تاریخ کے صحیح رجحانات کو پہچانتا اور ان کی تائید اور ترقی میں ساعی ہو کر بعد کی نسلوں میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے نیکی اور محبت کے ساتھ یاد رکھے جانے کے واسطے چھوڑ جاتا ہے۔

اؤ اس تمہید کو ختم کرنے سے پہلے مثنوی قران السعدین کے اخلاقی نتیجے پر غور کریں جس طرح باپ اور بیٹے میں اختلاف کے بعد صلح ہو گئی جسے شاعر نے مبارک

مُفْتَدِمَةٌ

شُئْوَى قُرْآنِ السَّعْدِیْنَ خُسْرُ

نُوشْتَه

مَوْلَانَا مُحَمَّدُ اَمِیْلُ صَاحِبِ مَرْحُومِ

نقطهٔ ہر حرفِ بزیبِ ترین
مردمِ چشمِ معانیِ لغتیں
ابجِ معانیِ نہ ممبستِ اربطع
لیکِ گزشتہ ز سمتِ سبع
(از شُئْوَى قُرْآنِ السَّعْدِیْنَ)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۳	حسا و کا ذکر	۳۶	مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں
	مح گوئی سے بیزاری اور محنتان زمانہ	۳۷	ناصر الدین کی نصیحتیں فرزند و بسند کو
۶۳	کی شکایت	۴۰	وداعی ملاقات
۶۵	منویات نظامی کی ثنا و صفت	۴۴	کیقباد کی مراجعت دلی کو
۶۶	غزل سعدی کی ثنا و صفت	۴۵	سلطان کیقباد دلی پہنچا
۶۶	اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ	۴۶	ملک نظام الدین کا انجام
۶۸	خصائص مشنوی	۴۷	خسرو کی ملازمت کا حال برپیل اجال
۶۹	نظم عنوان	۴۹	خان جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی
۶۹	تضمین عنزل	۵۰	خسرو کی رخصت دربار خان جہاں سے
۷۱	شنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند	۵۱	خسرو کی روانگی اور دلی پہنچنا
۷۹	وصف اشیا	۵۳	خسرو دربار مغزی میں
۸۳	وصف نگاری کا نقص	۵۵	کیقباد کی فرمایش
۹۵	مقامات مشنوی	۵۶	تصنیف مشنوی
۱۱۱	متفرق مقامات	۵۸	خاتمہ مشنوی
۱۱۱	جوش و اثر	۵۸	اپنی محنت
۱۱۶	سوز و گداز	۵۸	نقد ادب اشعار مشنوی
۱۱۶	اعجاز	۵۹	وصف نگاری
۱۱۶	تشبیہ و تمثیل	۶۰	صلہ مشنوی سے استغنا
۱۲۳	صوفیانہ خیالات	۶۱	دزدان معنی کی شکایت
۱۲۵	حکمت و اخلاق	۶۲	معارضین کا ذکر

فہرست مضامین

مقدمہ

قرآن السعدین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸	اسیرانِ مغل کا قتل	۱	تقریبِ نظم و وجہ تسمیہ
۱۸	باربک کی روانگی بطور ہمراہ اول	۲	کچھ ابتدائی کیفیت
۱۹	ناصر الدین کا پیامِ باربک کو	۳	سلطان ناصر الدین محمود
۲۱	باربک کا جواب سلطان ناصر الدین کو	۳	بغرا خاں
۲۲	سلطان ناصر الدین کی قباد اودھ میں پہنچا	۶	تخت نشینی کی قباد
۲۴	ناصر الدین کی پریشانی کشتی کے واقعہ سے	۷	کی قباد کی عیاشی
۲۵	باپ بیٹوں کے سلام و پیام	۸	ملک نظام الدین کا اقتدار
۲۸	ناصر الدین کی طرف سے لیکھاؤس کا جانا	۹	ناصر الدین کی فوج کشی
۳۱	کی قباد کی طرف سے کیو مرث کا آنا	۱۲	دلی میں ترتیب لشکر
۳۲	ناصر الدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ	۱۴	ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ
۳۲	کی قباد کے ہاں دربار کی تیاریاں	۱۵	کی قباد کی بزمِ آرائیاں
۳۳	ناصر الدین کا آنا اور ملاقات	۱۶	کی قباد کے لشکر کا کوچ بجانپ اودھ
۳۴	ناصر الدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا	۱۷	مہمِ مغل سے باربک کی مراجعت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُقَدِّمہ

تقریبِ نظم و
وجہ تسمیہ | امیر خسرو دہلوی کی شنویات میں یہ سب سے پہلی شنوی ہے جس میں سلطان مغزالدین کی قباد اور اُس کے باپ کی ملاقات کا قصہ خود سلطان موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور مضمون کی مناسبت سے اس کا نام قرآن السعید رکھا۔

لفظ قرآن کے لغوی معنی تو اتصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح میں آفتاب کے سوا باقی سیاروں میں سے دو سیاروں کا ایک جانظر آنا ان کا قرآن کہلاتا ہے اور مشتری زہرہ کو اہل تخم سعد اکبر و سعد اصغر سمجھتے ہیں اس لیے ان دونوں کے قرآن کو قرآن السعید کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں کی ملاقات کو کہ ملک و ملت کے لیے موجب سعادت تھی تشبیہاً قرآن السعید

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۳	ضلع جگت کا اعتراض	۱۶۶	خطاب بہ نفس
۱۶۳	قبولِ عام	۱۶۷	تختیل
۱۶۵	خاتمہ	۱۶۹	اسالیب بیان کی تازگی
	—————	۱۷۵	صنائع بدائع



(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز شاہ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن الہتمش

سلطان غیاث الدین بلبن | بلبن ہندوگان شمس میں سے تھا۔ اس نے اپنی

قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی کا خرمی حاصل

تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ ترک افراسیانی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود

بن الہتمش کے عہد میں بیس سال تک وزیر سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی فائیت

کے بعد ۶۶۲ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے :-

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ فاآن ملک یہ ولی عہد سلطنت بھی تھا

اور مغول چنگیزی کی یورش وکنے لیے اقطاع ملتان و سندھ کی حکمرانی

اُس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاع ساآنہ و سام کی حکومت پر متعین تھا۔

قرآن السعیدین کے دوست یاروں میں سے ایک بغرا خاں ہے۔ لہذا اس کا حال

کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

سلطان ناصر الدین	عہد بلبنی میں لکھنوتی دارالصدر بنجھال کا حاکم
بغرا خاں	طغرل باغی ہو کر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

۱۱۱۱ھ سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ کی طرف سے سلطان شمس الدین الہتمش اور قطب الدین ایک تک پہنچا ہے

۱۱۱۲ھ فی الحال ریاست پٹیا ملک پنجاب کے علاوہ خراج مدد شامل ہے ۱۱۱۳ھ شرقی بنجھال میں ایک شہر تاجوہرہ تک حکم و سلطنت کا دار

۱۱۱۱ھ سلطان ناصر الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ کی طرف سے سلطان شمس الدین الہتمش اور قطب الدین ایک تک پہنچا ہے

سے موسوم کیا۔ پس یہ نام کنایہ پر اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت | امیر صاحب نے مغز الدین کی تخت نشینی اور موسم
سرماء کے عیش و عشرت کا ذکر کر کے قصہ یوں شروع کیا ہے کہ :-

”یہ کایک شاہ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا“

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن
آج سائرسے چھ سو برس کے بعد تاریخ داں کے سوا کس کو معلوم ہے کہ مغز الدین
اور شاہ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہذا
کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیئے تاکہ اس قصہ کا سروبن سمجھ میں آجائے
سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کر کے دہلی کو دارالملک
بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دہلی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری
کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہو گیا۔ قطب الدین
کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی
وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تیس سال تک سلطنت ہی۔ اور اس قلیل
مدت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے :-

(۱) سلطان رکن الدین فیروز بن التمش ۶۳۳ھ

(۲) سلطان ضیہ بیگم بنت التمش ۶۳۴ھ

(۳) سلطان مغز الدین۔ بہرام شاہ بن التمش ۶۳۵ھ

بعد آیا تو دلی کی دربار داری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہو جانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہذا بغرا خاں ایک دزدنکار کے بہانے سے نکلا اور بے اذن شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہر نے اُس پیرِ عزمِ وہ کے دل پر ایک پتھر کا لگایا جس کا درد خانِ شہید کے داغ سے بھی زیادہ پُرالم تھا۔

گو بغرا خاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہے کہ وہ عن قریب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اٹھانے پڑینگے۔

بعد ازیں سلطان ملین نے شہزادہ کنخرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاع ملتان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلی میں طلب کر لیا۔ اور مرنے سے تین روز پہلے اپنی معتد اعیانِ دولت کو خلوت میں بلا کر وصیت فرمائی کہ میرے بعد کنخرو تخت نشین کیا جائے اور دوسرے پوتے کیتباد کی نسبت حکم دیا کہ وہ اپنے باپ بغرا خاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے۔

اب ہم قرآنِ السعدین کے دوسرے سیکے کیتباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں :-

۱۱۔ لقب ہو شہزادہ سلطان محمد خاں کا جو اُس کی شہادت کے بعد مشہور ہوا ۱۲۱

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کر کے دلی سے چلا۔ اور سامانہ سے شہزادہ
 بغرا خاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طفل
 باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے
 شہزادہ بغرا خاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصر الدین محمود کے لقب سے لکھنوتی
 کا مستقل سلطان بنادیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلی واپس
 چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دونوں بیٹے تو دلی سے باہر غزنی و شہر
 حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کینسر و فرزند سلطان محمد خاں اور کیتباد
 پسر ناصر الدین بغرا خاں سلطان کی زیرِ نظر دلی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔
 چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثہ عظیم پیش آیا کہ دلی عہد
 سلطنت سلطان محمد خاں الی ملتان شکر مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔
 اس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دل بٹھادیا اور صاحب
 فراش بنادیا۔ یہاں تک کہ امیدِ زسیت منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے
 بیٹے ناصر الدین لغت خاں کو لکھنوتی سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے
 خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناگزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث
 پاس موجود ہو۔ مگر شہزادہ بغرا خاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی جنت
 و دولت پر ایسا فریقہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم مانا رہا اور تاکیدِ مزید کے

کانانا اور غیاث الدین کیتباد کا دادا تھا۔

کیتباد کی عیاشی | بلن جیسے دین و ارسپاہی منش بادشاہ کو زمانہ میں تو کیتباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر کتبے اٹھتے ہی ایک نہ بدست سلطنتِ نیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں نہ رکھ سکا عیش و عشرت اور بدستی و ہواپرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالِ عیش و طرب کے لیے کیلو کھڑی میں جہنا کے کناے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گرد اگر دشاد و ساتھی مُطرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گر، دور دست مالک سے آکر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندر بجا کا نمونہ بنا دیا۔

کیتباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ ملوک و امراء سو گزر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دہلی کے درو دیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دیکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرت خسروؑ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

عزل

لے دہلی! ولے بتانِ سادہ پگت بستمِ دریشِ کج نہادہ

۱۵ یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقافت سے یوں سنایا ہے: پگت بستمِ کج نہادہ ۱۲

کی قباد کی تخت نشینی | سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے
 اُس کی وصیت کو طاق نسیان پر رکھ دیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ
 کا انتخاب کرنے لگے۔ نمڑہ اعیان رکان میں ملک الامرا فخر الدین کو تو ال شہر
 نہایت با اثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت رکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے
 بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں فراحم ہوا۔ اور اُس کی تند مزاجی سے لوگوں کو ڈرنا
 اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے
 اور کیقباد کو ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۴-۱۸ سال کا ناتجربہ کار نوجوان تھا اس
 کے سر پر تاج سلطنت رکھا گیا اور سلطان معز الدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ
 خسر و فرمائے ہیں :-

بر سر شاہ شاہ جوان بخت اُد تاجور پاک گھر کیقباد
 کرد چو درخشندہ و شاد دوش ق بر سر خود تاج جد خویش خویش
 گنج براں گو نہ بصر افگند کز کرم آوازہ بدریا فگند
 اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ :-

شمس جہانگیر جہد بافرش اظہر من شمس جہد دیگرش
 ناصر حق شاہ فرشتہ سرشت خوش خوش نخب نخب بہشت
 جد سوم شاہ غیاث اُمم حاکم فرماں ز عرب تا عجم
 یعنی شمس الدین الہتمش کیقباد کے باپ کا نام اور ناصر الدین محمود بن الہتمش کیقباد

بادشاہ کی غفلت شکاری نے اُس کے دل میں یہ طمعِ خام پیدا کر دی کہ اس پست
نوجوان کا کام تمام کر کے تاج و تخت کا مالک خود بن جائے۔

بغرا خاں کی طرف سے ملکِ نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دہلی
سے کالے کوسوں دور تھا۔ مگر کینسرو (جو بلین کی آخری وصیت کے لحاظ سے
حق دار سلطنت بھی تھا) اُس کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اول اُس نے اسی بیچارہ
پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمان طلب اُس کے
نام بھجوایا۔ کینسرو نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہنچا
تھا کہ ملکِ نظام الدین نے قاتل بھیکرا اُس کو قتل کرادیا۔

بعد ازاں بندگانِ بلینی جو مناصبِ اعلیٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو
قتل اور بعض کو ذلیل و خوار کیا۔ اور مقید کر کے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا
نومسلم نفل کہ بندگانِ بلینی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا۔ یہ تمام مظالم
ملکِ نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کر کے اس غرض سے کرائے کہ بلینی خاندان
کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی و مددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اُن
کھلی بدخواہیوں کو بھی خیر خواہی سمجھاتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کو تو ال شہر اور اس کے
گردہ کو اپنا معاون و محسن جانتا تھا۔

ناصر الدین | جب سلطان ناصر الدین کو لکھنوتی میں یہ افسوس ناک خبریں
کی فوج کشی | پہنچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اول اُس نے فرزندِ ناخلف کو مکتوبات

خوں خوردنِ شانِ بآشکار گریہ نہاں خورند بادہ
 فرماں نبرند زان کہ ہتند از غایتِ ناز خود مرادہ
 جاے کہ برہ کنند گل گشت در کوچہ مدگل پیادہ
 آسیبِ صبار سید بردش دستارِ چہ بر زمیں قنادہ
 شان در رہ و عاشقانِ نبالِ خونابہ ز دیدگاں کشادہ
 ایشاں ہمہ بادِ حسن در سر دینا ہمہ سہر باد دادہ
 خورشید پرست شد مسلمان زیں ہند و گانِ سوخ و سادہ

بر بستہ شان بہوے مرغول

خسر و چوے سگے ست در قلاوہ

امیر خسرو نے مقطع غزل میں اپنا سہ روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنی
 نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عینِ بلاغت ہے۔

ملک نظام الدین | کیتباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ
 کا اقتدار وہ مشاغلِ کامرانی کو چھوڑ کر ملکِ انی کی طرف توجہ

کرتا۔ یہ در دسر اس نے ملکِ لامرا کو تو الگے داماد ملکِ نظام الدین اور
 کو سپرد کر دیا تھا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ وہ مدبر و منظم سردار تھا۔ مگر خود غرض و بد باطن بھی

۱۵ وہ پول جن کی ڈنڈیاں اونچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچو ڈنڈے والے پول گل سوار کہلاتے ہیں ۱۶

ملک بہار میں آیا۔ اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا۔

یافت خبر خسرو مشرق سپاہ ناصر حق۔ وارثِ این تخت گاہ
 کافر اور اسپر انباز گشت دیں شرف ازوے بہر پار گشت
 ختم بسر کرد و علم بر کشید ساختہ کیں شد و لشکر کشید
 تند چو باد آمد ازاں غار خا از پے گلگشت بسوے بہار
 راند ازاں جا۔ بہ اودھ باد پاک باد ہی ماند ز سیرش بجائے
 شہر اودھ را ہمہ اں دست بُر غارت ترکانش بہ بغا سپر
 دیں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ کر پئے اور اند سپہ در سپاہ
 جب ناصر الدین کا لشکر اودھ کی طرف آ رہا تھا تو کیتا بدلتی میں بیٹھا
 حسبِ عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اڑا رہا تھا۔

شہ پچنیں وقت برا آہنگِ مے رخشِ طرب کرد رواں پڑی بیپے
 بادہ ہی خورد و نمی خورد غم عیش ہی کرد و نمی کرد کم
 ریختہ ساقی مئے زنگیں بجام مے زلبِ شاہ رسیدہ بجام
 ناگہ ازاں جا کہ جفاںِ جاںست قاعدہ دولتِ شاہنشاہست
 گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق
 ناصر دین و شہ کشور کشاے تیغ بر آورد و بکس کرد رے

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات و کنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش و بدستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرت ناصح کی صداے بے ہنگام کون سنتا ہے؟

ناچار ناصر الدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہو گیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دار السلطنت سے جریدہ چل کر شہر اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصر الدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو بروہیت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہِ راست پر آجائے۔

لیکن ملک نظام الدین کے مشورے سے کیتباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصر الدین بھی لاؤ لشکر لے کر آیا۔ یہ قول موزنین کا ہے۔

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو ان قصوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیتباد کی مسرمايش پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیتباد کی تخت نشینی اور عیش و نشاط کا ذکر کر کے ناصر الدین کی لشکر کشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ:-

ناصر الدین دلی کے تخت و تاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اس لئے لکھنؤ سے

کر کے تیاری کی تکمیل تک قصر کیلو کھڑی میں واپس آگیا۔ چنانچہ خسرو کہتے ہیں :-

کر داشارت کہ دلیرانِ رزم	ساختمدارند ہمہ سازِ عزم
جمع شدند از اُمراءِ دیار	از ملک و خان و شہ و شہریار
تیغ زنانِ ہمہ قلمِ ہند	نیزہ گذارانِ نواحیِ ہند
روزِ دوشنبہ بگہ چاشت گاہ	در مہِ ذی الحجہ پایاںِ ماہ
رایتِ منصور ببالا کشید	ماہِ علم سر بہ ثریا کشید
نصب شد اعلامِ مبارک و صل	کرد سر پرده بہ سیریِ نزل
میمنہ بر تلپٹہ زدیک سرہ	بود میاں اند پٹہ میسرہ
داور جمشید نسب کیقباد	تاج کیاں بر سر والاہاد
رخش طلب کرد شہ تاجور	رفت ز یک تخت بہ تختِ دگر
عزم بروں کرد شکارِ افگناں	بر دلِ خورشید غبارِ افگناں
بو چو خورشیدِ لایت فروز	گشت کناں تا بگہ نیسروز
رفت بکیلو کھڑی و دادِ عون	از مددِ دست چو دریائے جوں
قصر شد از فرشتہ احبند	چون فلک از منزلت خود بلند

۱۵ ماہِ علم نشانِ ہلال جو پھر برے پر ہوتا ہے ۱۲ ۱۵ نواحِ دہلی میں ایک گاؤں تھا ۱۲

۱۵ دہلی سے پانچ چھ کوس پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲

۱۵ نواحِ دہلی میں ایک قصبہ تھا جو اب داخلِ ازک شہر دہلی ہے ۱۲

۱۵ دریائے جمن کو سنکرت میں جون بولتے ہیں (دلیج واو) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہے ۱۲

راند ز لکھنؤنی و دریاے ہند تا سپہش گرد بر آرزند
 ہیں کہ سپہش چہ تمنا نمود کاب فرو میل ببالا نمود
 قوت سیلے بود تا برود آب بالا نرود از سرود
 سوے سواد اودھ آمد چو باد کرد حک از خنجر تیز آں سواد
 چند ہزارش ز سواران کار تیغ زن و کینہ کش و نامد ا
 آڈ اقصاے اودھ در گرفت دال ہمہ استلیم سراسر گرفت
 نیست جزیں در شب رُوزش سحر کیں منم اسکندر دار اشکن
 مردک دیدہ من کیقب و کافر حب قربر گیش داد
 گرچہ جاںگیر شد و تاجدار نیست جماندیدہ تر از من بکا
 تخت پدر کر پئے پایے من ست ہر ہمہ انند کہ جائے من ست
 حاصل ازین حادثہ کا مدید شاہ جہاں یافت پیایے خبر

دلی میں ترتیب لشکر | ناصر الدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلی میں بھی کوچ
 کی تیاریاں اور ترتیب لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی
 جھنڈا اکھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلی کے قریب تھا ڈیرے نیچے لگا دیے
 گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کیمپ قصبہ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ انڈیا
 میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع ہاپور میں تھا۔

ایک روز سلطان مغرالدین بھی برسم شکار باہر نکلا اور لشکر گاہ کو ملاحظہ

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ کرد رواں سوے مخالفِ سپاہ
 ناحیہ بر ناحیہ راندند تند بود صبا پیشِ چنین سیر کند
 از قدمِ شومِ محلِ آں بلاد نام و نشانے ز عمارتِ تداد
 از حدِ سامانہ تا لاهور^{لاہور ۱۳} ہیچ عمارت نہ۔ مگر درِ قصور^{۱۴}
 لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید بود زمینِ تشنہ کہ دریا رسید
 یافت خبر کا فرنا خوب کیش تیز تر از تیر بروں شد ز کیش
 تن ز غنیمت بہز میت سپرد برونِ جاں را بغنیمتِ شمر
 باریک اندر پے شاں کینہ خوا تیغِ زناں قطعِ ہی ہی کرد راہ
 لشکرِ اسلام کہ ذنب الہ کرد کوہِ زخو نیز پُر از لالہ کرد
 خانِ جاگیر کہ آں فتح یافت فتحِ دفیوزِ عنانِ باز یافت
 بست اسیرانِ محلِ راقطار دادِ بدهاں چند شتر دلِ جما

کیتباد کی بزمِ آرائیاں | لشکر کی تیاری کا کام سردارانِ لشکر کے ذمے
 تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گزر گیا۔ مگر
 رنگیلے کیتباد کو اپنے مشاغلِ شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت
 میں موسمِ سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور ہنگامہٴ نشاط کی گرما گرمی ہی۔
 یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

لہٰذا لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں قصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہنچا تھا ۱۴

ملک پنجاب پر دلی میں لشکر کے کوچ کا ساز و سامان مہیا کیا جا رہا تھا کہ اسی
 اثنائیں ملک پنجاب پر حملہ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک
 مغلوں کا حملہ کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر بارہ بک سلطان
 نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام
 بستیاں مغلوں کی غارت گری نے برباد کر دی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پیڑوں کی طرف
 بھاگ گئے۔ بارہ بک نے کچھ دور تک غنیم کا تعاقب کر کے بعض کو قتل کیا اور
 جو مغل زندہ گرفتار ہوئے ان کو لے کر دلی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی
 کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے:-

نامہ کشتے چند چو تیر از کیس	آمد و بسید چو پیکان ریں
کز حد بالامعل تیر عزم	سوے فروزانہ بر آہنگ رزم
لشکر انہوہ چو ذرات ریگ	جوش بر آورد چو آبے بدیگ
مردم آں خطہ فروشد بخاک	گرد بر آورد از یشاں ہلاک
شہ کہ ز گمراہی آں گمراہاں	یافت چنین آگہی از آگہاں
گفت کہ خواہم ز سواران کار	نامزد معل شود دستی ہزار
بر سر شاں بارہ بک تیغ زن	خان جہاں چاہک و لشکر شکن

لے بارہ بک کا نام سلطان شاہک تھا اور اس مہم پر نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا تھا ۱۲

ہمراہ شکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیر دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا چلنا ضروری ہے۔

مصلحت ملک زرے درست ہر چہ صواب ست بھی باز بہت
خود کمر کینہ کند استوار یاز پئے رزم فرستد سوار
کار شناسے کہ در آن از بو پرن ز تہبیر بیند اخت زود
گفت ز چندین سپہ کینہ خوا آں نرودد کز تن تنہاے شاہ
غرض وسط ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے
حدود میں ہوئی۔

در وسط ماہ ربیع نخست غزم سفر کرد بمشرق درست
کوس غزمت ز در شہر یا لرزہ در آورد برویں حصا
کوچ سپہ کرد۔ شہ از شہر نو داد جہاں را ز نظم برہر نو
منزل اول کہ شد از شہر دور بود حد تلپٹ و افغان پور
یافت سراپردہ در آن جا مقام دشت در آمد ز رسنا بدام
مہم مغل سے بار یک | سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں بار یک جو
مغلوں کی مہم سر کر کے آ رہا تھا اس مقام پر حضور سلطانی
کی مراجعت میں حاضر ہوا۔ اس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔
لشکر کا فرش بالاورد از عقب کوچ در آمد چو گرد

جشن ہوئے۔ اور بادہ پیمائی کا زور و شور رہا:-

موسم نور و زوہو اے شراب شاہ جہاں مست مخالف خراب
 بادہ بھی خورد و بھی بود شاد شاد بھی کہو جہاں رازداد
 ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر برد بسے دامن پر سیم و زر
 نغمہ ز نیش زہرہ پردہ شنار نغمہ زنی کرد بچنڈیں سپاس
 یافتہ در گوش ہمایونش جاے این غزل از نغمہ بر ربط مرے

عسزل

گل امروز آخر شب مست بر خاست بجام لالہ مجلس را بیا راست
 نشستہ سبزہ زین سود چرچیل ستادہ سرو زان عجب جانب راست
 صبا می رفت و زنگس از غمخون بہر سو ہمی افتاد و می خاست
 من اندر باغ بودم خفتہ بایا بنام ایزد چو ما بے کم و کاست
 چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو برآمد از دم فریاد بے خواست

خسرو نے گل و زنگس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیتباد کی بزمِ مستانہ کا رنگ و ہنگ خوب دکھایا ہے۔

کیتباد کے لشکر کا جاڑا گذر انور و زہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل
 کوچ بجانب اودھ کانٹے سے درست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ
 سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسمائے کہ خود بدلت

اُس فوج کے لوگ و اُمرا میں سے ملک چھو خان کڑہ اور خان اودھ یہ
دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باریک کے لشکر سے آئے۔

باربک و تیغ زنان سپاہ	طبل زناں پیش گرفتند راہ
کوج بکوچ از شدن بد رنگ	لشکر شاں رفت گذارای گنگ
گرم آب سر و در رسید	در سر و رفت و غناں در کشید
پیش درآمد ز بزرگان پیش	چند ملک با سپہ و ساز خویش
خان کڑہ چھوے کشور کشائے	کز لب خانان کرہ بستے بیائے
خان اودھ نیز بفرمان شاہ	کر دیک جائے فراواں سپاہ
باربک و شاں ہمہ یک جاشند	ساختہ کار مہتیا شدند
لشکر شاں پر ز صف باشکوه	بر لب آب سر و شد گروہ

نصر الدین کا | دیا کے اُس پار سلطان ناصر الدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر
ملی کہ فوجوں کا یہ جماؤ لڑائی کے ارادہ سے ہوا ہے تو وہ بہت
پیام باریک کو | برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دسیر کو کہ اُس کا میر منشی تھا
باربک کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہے
اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے؟ تو خود جانتا ہے کہ اس
ملک کا وارث کون ہے؟ کوئی غیر میری جگہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری
تلوار مگر میرا سر زند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو دُلِ ماثاد و چشم ماروشن

باربک آمد ز مصافِ منسل بستہ گلو ہائے نعل را بہ نعل
شاہ براں مُردہٗ دولت کہ یافت بادہ طلب کرد و بہ مجلس شتافت
خوردے و گنج بہ محتاج داد بس گُسر و زر کہ بتالاج داد

دوسرے دن اسیرانِ نعل اور مالِ عنیت سلطان کے
اسیرانِ نعل کا قتل روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیرانِ صددہ کو ہاتھ پو
سے چکوا دیا اور سپاہیوں کو شہر میں بھیج کر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا
رات کو پھر وہی دور سا غر حلا۔

چوں تنہ چنڈ ز میرِ صددہ دست اجل داد بدام و دودہ
آنچہ گر ماند شہنشاہِ دہر کرد رواں از پئے تشہیرِ شہر
چوں فلک از نیشہٗ خود گاہِ شام جامِ سر و برد ز دورِ مدام
نورِ نشاط از افقِ جامِ تافت شد زے و مے ز لبش کامِ یافت

دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جمناکو عبو
کر کے جیور میں مقام ہوا اُس مقام سے باربک بکرم شاہی
باربک کی روانگی بطور ہراول
ایک دستہ فوج کا لے کر بطور ہراول لشکر کے آگے آگے

روانہ ہوا اور گنگا پارا تر کر قطعِ مراحل کرتا دریا سے سر جو کے قریب جا پہنچا اور
سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھیر گیا۔

۱۵ امیرِ صددہ وہ سردار جس کے زیرِ حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۶
۱۷ جیور ایک قصبہ ہے مضافاتِ ضلعِ بلند شہر میں جمناکے قریب ۱۸

لیک چو ہم چشم من این نور بُر
چشم خود از خود نتوان دور بُرد
ہر کہ فرستادہ آں درگاہست
بندہ موروٹ درِ ایں شہ است
گر سپہم بر تو رسا نہ گزند
جان من ست آگہ بم نہ تہزند
ورز تو در قلب من آید غبار
ہم تو شوی در رخ من شرمسار
باش کہ تا در رسد آں کینہ کوثر
مہر مرا بسیند و ماند خموش

باریک کا جواب | اس پیام کا جواب باریک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا
سلطان ناصر الدین کو کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اُس کے دشمنوں سے
جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہوگا
تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ
تعظیم اٹھاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصر الدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خان سپہ باریک تیز ہوش
کہد چو زان گو نہ پیامے بگوش
در خور آں داد جواب سر
سخنہ بمیزان ادب یک سر
گفت کز میں بندہ حضرت پناہ
سجدہ تعظیم رساں پیش شاہ
من کہ فرستادہ شاہِ خودم
بر خطِ اخلاص گواہِ خودم
نام زد م کہد کہ دہر سربار
دشمن اور اندہ ہم زمینار
گرد گردے پیش من آید بہ تیغ
تیغ خورد از من و از خود دیرغ

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی؟ میں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملزم وہ ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہنچے گا؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجھ کو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا مونہ ہوگا۔ کی قباد کے آنے تک صبر کرو وہ خود دیکھ لے گا کہ مجھ کو اس سے کس قدر محبت ہے۔

تیغ برون آختہ چوں آفتاب	تیغ زن مشرق ازاں سکو آب
وز پے کیں کرد کماں را بزمہ	از غضب افگندہ بابر و گرہ
ہر چہ بگویند۔ بگوید تمام	جست رسولے کہ گذار دیام
در خور این کار چو شمس دیر	دید کہ کس نسبت ز برنا و پیر
سوسے مخالف ز کشری کرد دست	پیش طلب کرد و پیامے کہ جست

کیں نتوان گفت مگر در حضور	لے کہ یہ پیش آمدی از راہِ دو
دست چہ داری ز زندانِ ما	چوں تو نمک خوردہ از خوانِ ما
در تو حرامش کنی اینک بال	ہست نمک در ہمہ مذہبِ حلال
روے نخواہد ز پدر باز یافت	گر سپہ زغیت من ملک یافت
دارش این ملک نہ انی کہ کیست؟	ہم تو کمزین راز ترا آگاہی ست
تیغ منش بر سر و گردن بدے	گرد گردے در محل من بدے

تافتہ از گرمی خود آفتاب تابشِ او کرد جہاں را بآفتاب
 شب شدہ چون وزدی اندک روز چو شب ہائے زمستان در آفتاب
 خونِ برگِ مرد زبوں آمدہ خوے شد و از پوستِ بڑوں آمدہ
 شہِ بگہ کوچِ ہی شد چو شیر چترِ بےبر کردہ دُ تو سنِ زیر
 لشکرِ ازیں گو نہ جہاں لُجی شت ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت
 تا علم شہِ باودہ در رسید از پئے دہلی عوضے شد پدید
 نصب شد اعلامِ شہنشاہِ دہر بر لبِ لکھڑے بجوالی شہر
 لکھڑا ازیں سو برسِ وزاں طرف از قفِ لشکرِ لبِ آورده کف

کیقباد کالاب دریا جانا اور کشتی کا ڈلوٹا

روزِ دگر شاہِ بر آئینِ گشت آمد وزاں سوا وودہ برگذشت
 کرد صفیہ بر لبِ آبِ رواں سودہ ہم پہلوے ہر پہلو اں
 تیغِ زنِ مشرقِ ازاں سوا آب کرد چو روشن کہ رسید کہ آفتاب
 بر لبِ آبِ آمد و آراستہ صف تافت دو خورشید ز ہر طرف
 چشمِ پدر بہر جگر گوشہ تر گوشہ ہر چشم شدہ پُر جگر
 دید چو شہِ سیلِ مرہ بیکراں حاجبِ خود کرد بخشی رواں
 گفت بجایب کہ ازیں چشم تر مردِ پاکِ چشمِ مرا وہ سہر
 حاجبِ فرزانه از آنجا شتاب شست بخشی در رواں شتاب

دور تو از دور بہ سیم حضور گر نہ گریزم - شوم از راہ دُور

عطف کنم - لیک نہ از بیم کس از پے تعظیم شکوہ تو بس

رفت فرستادہ ز راہِ نفث ہر چہ کہ بشنید ز شہ باز گفت

شہ چو خلائی ز مخالفت ندید ز انجہ ہی گفت - زباں در کشید

سلطان مغزالدین | اب آفتاب جو زائیں آگیا۔ ترڑے کی گرمی پڑنے لگی۔ دن
بڑھ گیا رات چھوٹی ہو گئی۔ ناز پروردہ کیتباد گھوڑے پر
کیتباد او دھ میں پہنچا | سوار ہے۔ سر پر پتہ شاہی سایہ فگن ہے۔ پھر بھی بدن

سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ مگر رنگ آمد و سخت آمد۔ کڑی منزلیں طے کرتا او دھ میں پہنچا
حوالی شہ میں ڈیرے خیمے لگائے گئے۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری
طرف سرجو۔

اگلے دن کیتباد سیر و گشت کے لئے نکلا اور سرجو کے کنارے پہنچا جہاں
سے سلطان ناصرالدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر ملی تو
وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھٹا اُٹھی۔ آنکھوں سے ٹپ
آنسو ٹپکنے لگے۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کر کے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار
نظاہر کرے۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بنا کر ڈبو دیا۔ حاجب
بمشکل جان بچا کر بھاگا۔

خانہ چو خورشید بجز اگر رفت رفت در اں خانہ دروں جا گرفت

چارہ ندانم کہ دریں کاجیت؟ بخت کہ داند کہ دریں یاکیت؟
 بود بخت کہ چو شب بگذرد روزِ دیگر چارہ چہ پیش آورد؟
 تا سحر بود بگفت و شنید کز شب زائندہ چہ آید پدید؟

باب بیٹوں کے | جب دن نکل آیا تو ایک معتمد کو زبانی پیام دیکر دریا پار بیٹے
 کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد
 سلام پیام شد جاری رہی۔

پیام پدر

کز پدر اول برسانش سلام و آخرش آئین دعا کن تمام
 کاسے خلف! از راه مخالف باب تیغ بیفکن کہ منہم آفتاب
 از پدرم کے رسد ایں فن بتو؟ از پدر من بمن۔ از من بتو
 ورز بد آموز شد ایں رہ پدید گفت بد آموز نباید شنید
 گرچہ کنی دعوی و آتش و لیک نیک بدانم کہ ندانی تو نیک
 چوں تو شب روز ادب افزوں کنی بے ادبی باچو منے چوں کنی
 بر سرِ خواں آے کہ ہم توشہ یاد نک کن کہ بگر گوشہ

جواب پسر

گفت بحاجب کہ بشہ باز پوے خدمت من گوی و پس آنگہ گجے
 بامنت از بہر تمنائے ملک خام بود بختن سودائے ملک

چوں بمیانِ سرودِ رسید پورِ مغزی ز کراشِ بید
تیرِ آورده ز کیشِ خدنگ از سرِ کیں کرد کماں را بچنگ
تیر کہ در کشتیِ شاں رخنہ کرد از سرِ کشتی بہ تہِ آفتاد مرد
رفت بصدِ حیلہ فرستادہ باز پیشِ شہِ شرق فرو گشت راز

ناصرالدین کی پریشانی | کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں
کیا۔ غالباً یہ کیقباد کے بدخواہ مشیروں کی بد
آموزی کا نتیجہ تھا تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہنچے

بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی ٹھن جائے اس فعلِ ناروا سے ناصرالدین کے دل پر
چوٹ لگی۔ اور غصہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکے مفسدوں کے اغوا سے
جنگ کر بیٹھا تو اس کو گزند پہنچے گا یا مجھ کو۔ بہرِ نوع میرے لئے سخت مصیبت
کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کر دی کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔
شاہ کہ از خونِ خود آں زخم دید نالہ چوں تیسر ز دل بر کشید
خشمِ ہی گفت ز کینشِ سخن مہرِ ہی گفت کہ ہے ہوا کمن
آنکہ چنیں ست نویدم از و بہتر ازیں بود امیدم از و
گر پسرِ مراز جوانی و ناز غمِ بر آں شد کہ شود رزمِ سہا
حیلہ چہ سازم؟ بچنیں کارِ تنگ با پسرِ خویش کہ کردہ ست جنگ؟

کاسے برخم چشمِ جفا کردہ باز! دیدہ مہر تو بردیم سہرا
 باہمہ اس قوت و جوشِ سپاہ نیستم اندر پئے آزارِ شاہ
 گر گہرِ صلح پذیرد نطنام حلقہ بگوشم برضائے تمام
 تیر تو گر خواست بجا نم رسید من نکشم۔ تا بتوانم کشید
 گر گہر تلجستانِ توام عیب مکن گوہرِ کانِ توام
 تخت جہاں بہر تو برپای کرد لیک بر آں تختِ مرا جایی کرد
 خواست یگر خواستہ لیکن نیافت آنکہ غنی خواست۔ بر خود شرافت
 در یقیں در دلِ تو آں ہواست بندہ مستر نم و فرماں تراست
 تلجِ زمین می طلبی حرجِ ساسے بر سرم آ۔ تا کثمت زیر پائے
 اس مطیعانہ جواب کو سن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

پیام پیر

لے زنب گشتہ نزلے سیر بر! در پیرے ہچو پیر بے نظیر
 چشمِ منی! ہیج غبارے میار دیدہ نشاید کہ بود پیر غبار
 تا تو ندانی کہ دریں جستوے از پئے ملک ست مرا گفتگوے
 گرچہ تو انم ز تو ایں پایہ بُرد از تو ستانم۔ بکہ خواہم سپرد
 باش بنام کہ بنام توام زندہ و نازندہ بنام توام
 دیدہ کہ نادیدہ دیدارِ تست دیدہ و نادیدہ گرفتارِ تست

پختہ آخر! دمِ خاماں مزن من ز تو زادم۔ نہ تو ز ادنیٰ من
 ملک بمیراث نیاید کسے تا نزد تیغِ دوستی بسے
 نیستم آن لعل کہ دیدی نخست بالغِ ملکمِ بلاغت درست
 حسدِ مخوانم کہ ز دورِ ز من داد خدا دورِ بزرگیِ من
 جز تو کسے گروم این در ز دے سرزنشِ تیغِ منشِ سر ز دے
 لیک توئی چوں بہ پے این سیر من نہ ہم۔ گر تو توانی بگیر

پیامِ پدر

لے سر از آئینِ وفا تافتہ ! وز تو دلمِ تافتگیِ یافتہ !
 گرچہ بغیبت شدہ کیسہ نہ تو ز رنجہ چہ داری بحضورِ مہنوز
 با چو منے دور کن از سرمی چوں بصفِ من تو ام و تو منی
 تیغِ مکش۔ تانوشی شرمسار از من اگر نیست ز خود شرم دا
 تخت رہا کن کہ نہ زای تو نیست تا منم۔ این پایہِ بپای تو نیست
 گر کہ کیسہ کنی استوار پیش تو بیش از تو در آیم بکار
 در سدا را کشد این گفت و گوی نیز نہ تا ہم ز وفاے تو روے
 لیک بشرطے کہ دریں را من جاے پدر گیرم و تو جاے من

جوابِ پسر

داد جوابے ادب آمیختہ عقبہ ہاے عجب آمیختہ
 آراستی

کزنشاطِ مے ورامش گراں مجلسِ آراستہ کراں تاکراں
 ہر کہ در آں بزمِ سخن سازگشت دامنِ پرگوہر و زربازگشت
 روی بہ کاؤس کے آورد و گفت تاشود آں ماہِ بنجور شید جفت
 سوے برادر شود آراستہ با سپہ و کوکبہ و خواستہ
 جست پیئے ہدیہ نصیحت گراں دیدہ فروزِ ہمہ قیمت گراں
 جامہٴ ہندی کہ ندانند نام از تن کے تن بناید تمام
 مانڈ پیچیدہ بناخن ہناں باز کشائیش - پوشد جہاں
 عودِ بنجر وار - تفرسل بمن خرمنے از نافہ مشکِ ختن
 عنبر و کا فورِ معنبر سرشت صندلِ خالص چو درختِ بہشت
 سرفلکِ بردہ بے زندہ پیل کوہِ گراں را بقیامت دلیل
 داد بشنزدادہ و کردوش رواں ساختمہ با کوکبہ خسرواں
 اور شنزدادہ کی کاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا
 کے بعد یوں کہنا :-

لے غم تو کردہ سببِ نام اثر تو ز من و حالتِ من بے خبر
 صبرِ من از دوریِ تو رفت دور مر جتے کن کہ بے نامِ صبور
 من کہ صبور یں نتوانم ز تو واسے ! کہ محرومِ بے نامِ ز تو

۱۷ ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مہین ہر جس میں بدن نظر آتا ہے ۱۲
 ۱۸ لپسٹو تو ذرا سا ہو جائے کھولو تو آتنا بڑا تھان کہ دنیا بھر کو ڈھانک لے۔ غالباً ملل ڈھاکہ ۱۲

نست بنزدیک من از بیش و کم بیشتر از دور لے تو ہیج عسّم
بہرِ خدِ صورتِ خویشم نہاے روے مگر دانِ تبرس از خداے

جواب پسر

لے شہِ مشرق شدہ چوں آفتاب وز تو جہاں در حدِ مغرب تاب
گر ہمہ بر ماہِ رسد افسر م ہم تیرہ پایے تو باشد سرم
سدِ سکندر زردہ ام از سپاہ فتنہ یا جو جِ مغل را سپاہ
زو تو چو خورشید ز مشرق برآ من نسّم اسکندرِ مغرب کشاے
تا تو بمشرق بوسے و من بغرب حربہ خورد ہر کہہ در آید بحرب
در بلاقات رہی رے تست افسر من خدمتے پایے تست
نست مرا آن محل و آں شکوہ کز سر خود سایہ فشانم بکوہ
در فگند رے تو بر بندہ تاب ذرہ شوم پیش چہاں آفتاب
غرض ملاقات کا مژدہ سن کر ناصر الدین کی باچھیں کھل گئیں۔ بہت خوش ہوا
مجلسِ طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام و اکرام دے کر شاد کیا۔
ناصر الدین کی طرف | پھر اپنے فرزند اصغر کی کاؤس کو بلایا اور بڑی شان و
سے کی کاؤس کا جانا تزک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیکر قیباد کی
خدمت میں روانہ کیا۔

باد شہِ شرق کہ آں مژدہ یافت روش (چو خورشید ز مشرق) فتنا

کیقباد کی طرف سے | دوسرے دن کیقباد نے اپنے فرزند کیومرث کو دادا
کیومرث کا آنا | جان کی خدمت میں تحفہ و ہدایا دے کر روانہ کیا چونکہ
یہ بچہ تھا عارض کو اُس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادہ کیومرث مع جلوس دریا پار پہنچا تو دادا جان کی طرف سے
بڑی آؤ بھگت ہوئی۔

کار گزاراں ہمہ رفتند پیش	سجدہ کناں پیش خداوندِ جویش
پیشِ عنانِ بانگِ روا روزند	سکہ نو بردم نوزدند
رفت خراں ملک ارجمند	تا در دہلیز بہشتِ سمند
روے چو گل سود بہشتِ زمیں	گشت زمیں پر سمن و یاسیں
حرمتِ آلِ خسرو شہ دیں پناہ	داشت بر آئینِ بزرگانِ نگاہ
کر دچو نورش بدل و دیدہ جای	گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پا
عارضِ از آئینِ ادب پروری	بود کمر بستہ بخدمتِ گری
تا نظرِ شاہِ بر آں سوئے تافت	خدمتِ عارض محلِ عرض یافت

جب تک ناصر الدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارضِ سلطنت دست بستہ
چپ کھڑا رہا۔ جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرضِ معروض کا موقع پایا اور
وہ شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔ اور کیقباد نے پیام کے
جواب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنا دیا۔

آمدنم نرپے ایں کار بود کافر و استیلم تو انم ر بود
 تشنہ دیدار تو ام روز و شب شربت خود باز گیرم ز لب
 شاد کن ایں جانِ غم اندیش را روئے نما منتظر خویش را
 تختهٔ حالِ دلِ ریشم بخواں یا بمن آ- یا بر خویشم بخواں

جب کاؤس کی سواری دریا سے پار اتر چکی تو کیتبا کو اطلاع کی گئی کہ
 چھوٹا شہزادہ قد مبوسے کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت
 سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھیج کر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز
 شاہی پر پہنچ کر شہزادہ گھوڑے سے اتر پڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں
 شاہ بابا نے سمجھا دی تھیں بڑے بھائی سے عرض کر دیں۔ کیتبا د بھائی سے ملکر
 بہت مسرور ہوا۔ اور اُس کی خاطر ویدارات میں بزمِ طرب آراستہ کی:-

شاہ برویش چون نظر کرد چست دید در آں آئینہ خود را درست
 گرم فرو جست ز تختِ بلند کرد با گوش تنِ ارجمند
 داشت باغوشِ خودش تا بہیر سیر نشد۔ چوں شود از عمر سیر؟
 با خودش از فرشِ برا و رنگ بُرد تختِ کیاں باز کیاں را سپرد
 گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
 گاہ نظر بر رخِ زیبایش کرد گاہ دل از مہرِ شکیباش کرد
 پُرسش از اندازہ زغایت گزشت حدِ نوازش ز نہایت گزشت

اب تک سر پر وہ سلطانی شہر اودھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اُس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لب دریا ترتیب دیا۔

ناصرالدین کا آنا | چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصرالدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا اور ملاقات

معزالدین کی قیاد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اتر برہنہ پاؤں اور ہاتھ قدمبوسی کے لئے جھکا۔ باپ نے فوراً گلے لگالیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے :-

روزِ چو آخر شد و گریہ گذشت	چشمہ خور خواست دریا گذشت
تا جو شرق بر آہنگ آب	کرد طلب کشتی گردوں رکاب
کشتی شہ تیز تر از تیر گشت	در زون چشم ز دریا گذشت
راست کہ شد بر لب دریا رسید	گوہر خود بر لب دریا بدید

جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دلِ شاہِ بداں مائلِ ست راے مرا نیز ہاں دردِ ست
آدمِ اینک ہزاراں نیاز تا کمِ ایں دیدہ بروے تو باز
بود ز من پر سش شاہِ زمن کا مدن از خودِ طلبی۔ یا ز من؟
من بدِ رشتہ بسر آیم دواں چوں سپراں بر پدرِ مہرباں
شرطِ چناں ست کہ در بحرِ دہر چشمہ کند بر لبِ دریا گذر
لیکِ سزد۔ گر شہِ دریا نشان برسِ لیں چشمہ شود دُشِ نال

ناصر الدین کی طرف | ناصر الدین نے خوش ہو کر عارض کو خلعت و انعام
عطا کیا۔ اور کیو مرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک
سے ملاقات کا وعدہ
ہاتھی مع عماری زرین دیا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح
ضرور ملاقات کے لئے آئیں گے۔ اس کے بعد کیو مرث اور عارض اپنے خیمہ
گاہ کو واپس گئے۔

وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ جنبشِ خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعیدین شود بوجِ تخت مجمعِ بحرین شود روے بخت
خرم و خوشِ عارضِ فرزندِ شاہ باز نوشتند سوے خانہ راہ

کیقباد کے ہاں | عارض کی زبانی ناصر الدین کے آنے کی خبر سنتے ہی کیتباد
دربار کی تیاریاں | کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

کے روبرو کھڑا ہو گیا۔

خسرو نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل اُمرا کے لئے ہدایت
تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اس طرح کرنی چاہئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل
کر کے فوراً ہی کیتبادتخت سے اُتر آیا اور اُمرا سے دربار نے دونوں بادشاہوں
پر زردگو ہنر شمار کیا اور جو خلعت باہر کھڑی تھی اُن میں لٹا دیا۔

چوں پرداز جانبِ فرزندِ خویش	شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم در دست	ق منته شد! کہ کنوں حاصل ست
آنکہ بدستِ خودت لائے نیکیخت!	دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بغیبتِ پوشِ شادی بر سیر	من نہ بدم تا شدے دستگیر
بالپس این نکتہ چو نختے بر اند	دست گرفت و بسریش نشاند
خود بنعال آمد و بر بست دست	ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں	آگهی داد بکار آگماں
گرچہ پدر بر سر تختش کشید	شست و فرو داد و پیشش دیو
چوں خلفاں شرط و فامی نمود	خواہشِ عذریٰ بسرامی نمود
دولتیاں ہر طرفے بستہ صف	کردہ طبقاے جواہر بکف
لعل و زبرجد کہ در آویختند	برد و سرفراز ہی ریختند

رسم شمار و تصدق کے بعد دربار ختم ہو گیا اور سلطان ناصر الدین جس کشتی

خواست کہ از سوزِ دل ہیست
 ہر جہد از کشتی و گیر و گسار
 صبر ہی خواست - مٹی آمدش
 گریہی خواست - ہی آمدش
 بود بریں سوے معرّجہاں
 ساختہ بر جا آدب چوں شہاں
 پیش شد از دیدہ نثارش گرفت
 شدہ بدوید و بکنارش گرفت
 تشنہ دو دریا ہم آورده میل
 تشنہ و از دیدہ ہی رانمیل
 یکدگر آورده باغوش تنگ
 ہر دو نمودند زمانے درنگ
 رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے
 سے اصرار کرنے لگے :-

از پس دیرے کہ بخویش آمدند
 ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
 گفت پسر باید راینک سریر
 جائے تو من بندہ فرماں پذیر
 باز پدر گفت کہ این ظن مبسر
 کز سپر افسر بر باید پدر
 باز سپر گفت کہ بالا خرام
 کز تو برد پایہ تخت تو نام
 باز پدر گفت کہ لے تاجدارا
 تخت ترا بہ کہ توئی بنجستیار
 ناصر الدین نے بیٹے | الغرض بہت سی حیصہیں کے بعد باپ نے کہا کہ میں
 کو تخت نشین کیا تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے
 تخت پر بٹھاتا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ
 رسم خود ادا کروں۔ اتنا کہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھایا دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

رفت نشابندہ باورنگ گاہ کرد رواں جملہ بسندان شاہ

الغرض آں پیل وہاں تاج تخت ق کاں زسد جز بخت دافند بخت

دید شہنشاہ چو ہست بہ پیش روے کرم کرد بہ دل بند خویش

گفت کہ ایں افسرواں پیل گاہ بہر تراداشته بودم نگاہ

نست مرا بہتر ازین پنج چیز تا دم ازویدہ بحشم عزیز

یہ ہدیہ دیکر ناصر الدین نے بیٹے سے فرمایش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ

میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو تھکوپوچی ہیں ایک تو چترسید ایک کلاہ

سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر جکودے ڈال۔ دوسرے روز کیتباد نے اس فرمایش

کی تعمیل کی جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصر الدین نے اُس کو انعام دیا۔

گفت بفرزند کہ درخورد شاہ چترسید آروکلاہ سیاہ

تاجوران چتر وکلاہ سیاہ کرد بمیاد رواں سوے شاہ

ہر دو فرستاد بحکم شہی بر شہ شرق آں دو نشان مہی

شاہ شد از دیدن آں سخت شاد بستد و بسید و بسر نہاد

داد بآرندہ آں ہر دو چیز خلعت خاص و زر بسیار نیز

ناصر الدین کی نصیحتیں | ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصر الدین

فرزند و بسند کو نے فرزند و بسند کو ازراہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں

کیں جن کی نظم میں خسرو شعرا نے کمال سخن گسری

میں آیا تھا اسی میں سوار ہو کر خوش و حشرم اپنی فرو دگاہ پر واپس آ گیا :-

چوں پدر اقبالِ سپہ تازہ کز ق زان شرف آفاق پر آوازہ کرد
گفت کہ امروز بس ست این قد روز دگر جملوہ ملکہ دگر
زین مخط از کام چو دمساز گشت فرق سپر بوسہ زد و باز گشت

مراسم اتحاد اور یہ درباری ملاقات تو آئین شاہانہ کے بموجب اس بات
کا اعلان تھا کہ سلطان ناصر الدین نے مغز الدین کی قباد
خانگی ملاقاتیں کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کر لی اور دونوں بادشاہ متحد ہو گئے

دوسرے روز تحف و ہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں کیقباد
نے نہایت بیش بہا گھوڑے بطور پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیافت
بڑی دھوم سے کی۔

اس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگا کر کیا ہے اور بزم مغزی کی ہر
ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب و طعام اور رقص و سرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصر الدین
نے ایک ملازم خاص کو بھیج کر تاج و تخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب
فرمایا اور تحفہٴ فرزند دلبند کو عطا کیا :-

گفت بن خاصاں زیکے شاہ شرق آرد و پیش کشد از خاصاں
آرد و از آب گذارا چو برق تخت زرو تاج زرو پیل خاص

باشد اگر سوے مہیت روے
 رخصتِ تدبیرِ ثنا ساں بجوے
 گر شود ت خصمِ تدبیرِ راج
 تیغِ نشاید کہ کشی از نیام
 حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد
 خویشتتِ خرد بسباید شمرد
 جد چو ترا داد کم و بیش خویش
 بیش کن آہنا کہ زیر داں بود
 بیش کن آہنا کہ نہ فرماں بود
 چشمِ رعایتِ زر عیتِ مگیر
 عدل بود مایہ امن و اماں
 داد گری کن کہ ز تاشیہ داد
 بس در دولت کہ توانی کشاد
 تا بزمانے کہ تو بادا بے
 نشود آوازِ تطنم کسے
 دولتِ دنیا کہ مسلم تراست
 جانبِ دیں کوش کہ آں ہم تراست
 دولتِ جاوید نبرہ است کس
 نامِ نکود دولتِ جاوید بس
 پیشہ گوئی کن و از بد ترس
 از بد کس نے۔ ز بد خود ترس
 نیتِ خیرت اگر امو ز خاست
 وعدہ بفر و امن کن۔ کاں خطت
 یافتی از گشتِ ازل خوشہ
 راست کن از بہر ابد تو شہ
 ترسِ خداوندِ جہان کن بدل
 تا ز خداوندِ منانی نخل
 کار چناں کن کہ بہنگامِ کار
 از وریر داں نشوی شرمسار
 چوں بو غا جہد کنی در جہاد
 باش گراں جنبش و دیر ایستاد

کی داد دی ہے :-

چوں لیکن رفت بے داوری	دور در آمد بہ نصیحت گری
داد نخستش بدعاے پناہ	کایزوت از حادثہ دار ذکاہ
ریخت پس آں گاہ بہرِ تمام	داروے تلخش ز نصیحت بہ کام
کے سپہ از ملک و جوانی نماز	مازندکن کہ شد او بے نیاز
خشم بہرِ جسم میاور بکس	ز آتش سوزندہ نگہ سازش
چوں گنہ معترف آید کسے	عفو نکو تر زیاست بے
در حق آں کش بر خود داشتی	دیر خصومت شود ز دوستی
ہر کہ زند در رہ اخلاص گام	کار برد کن بعنایت تمام
واں کہ بر آرد بخلاف سرے	سر برنش پیش کہ گیرد برے
خرد مبیس دشمن بد زہرہ را	آب دہ از زہرہ ادد ہر دہ را
دشمن خود خرد نہ باید شمرد	در تہہ دندان کند سنگ خرد؟
گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہ تست	ہم بکن آں خار کہ در راہ تست
دشمن اگر دوست نماید پوست	فرق کن از دشمن خود تا بدوست
جلے مدہ دشمن کیں تو ز را	گوش مکن گفت بد آموز را
خاص کن آں را کہ خرد ہست میش	راہ مدہ بے خبراں را بخویش
گرچہ دلت ہست فرست شناس	گفت کساں نیز ہمی دار پاس

کیا گیا تھا جا بیٹھے۔

تنہائی کا وقت تھا مصالح ملک داری کی نسبت کچھ راز کی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھا یا کہ فلاں شخص تیرے چچن دولت میں زہر ملا کا نسا ہے اُس کو جلد نکال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی نصیحت دل جان سے سنی اور گرہ باندھی پھر دونوں خصمتی معافۃ کے لئے کھڑے ہو گئے اور باپ نے رورور کر اپنا رور و دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطی ہند نے اپنے نسا میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معافۃ کیا اور آسنو بہاتا اپنی کشتی پر سوا ہو گیا ادھر کشتی چلی ادھر کیتبا و چیخیں مار مار کر روئے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہو گئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے پھڑوائے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پڑا روتا رہا۔

شب چو دواں مہ و ستارہ کرد	صبح دم از مہر قبا پارہ کرد
کو کبہ شرق سوے شرق تافت	لشکر مغرب سوے مغرب تافت
سرور شرق بود اع پسر	گریہ کنان کرد ز دریا گذر
خاص شد از بہر دواں دو شاہ	چو ترہ بایستہ آرام گاہ
خلوت ازین گوئے کہ محرم نبود	ہیچ کس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بد از مصلحت ملک راز	یک بدر ہر دو نمودند باز

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک صحبتِ آلودہ رہا کن بجاک
 ہوشِ براں نہ کہ شوے ہوشیار تاکہ غفلتِ نرودر وزگار
 غفلتِ شاہِ است زیاںِ ہمہ خوابِ بیانِ ست بلائے رگمہ
 شاہ بود از پے پاسِ حباں خوابِ نشاید کہ کند پاسباں
 چوں تو حوریِ بادۂ کا فور بو پس غم گیتی کہ خورد و خورد بگو
 پیشہ تقویٰ ست پسندیدہ فر از ہمہ در شاہ پسندیدہ تر
 چوں ہمہ کس خدمتِ سلطانِ کنند ہرچہ ز سلطانِ نگرند آں کنند
 کوششِ پوشیدہ کن اندر شرب تانشود رکنِ شریعتِ خراب
 شاہ بدیں گونہ بفرزند خویش داد بے زاد و نو۔ از پسند خویش
 ناصر الدین نے رور و کر یہ نصیحتیں تمام کیں۔ ادھی رات ہو گئی تھی۔ قیام گاہ کو
 مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح
 پھر آؤں گا۔

وداعی ملاقات | جدائی کی گھڑی آپھونچی۔ صبح دم دونوں شکروں کا کوچ
 شروع ہو گیا۔ ڈیرے خیمے لدنے لگے ایک نے مشرق کی اور
 دوسرے نے مغرب کی راہ لی۔

ناصر الدین رخصتی ملاقات کے لئے ویرا پار اترتا۔ یہاں کتیباد پہلے ہی سے باپ
 کے انتظار میں کمر بستہ کھڑا تھا۔ دونوں ایک چہو ترہ پر جو اس ملاقات کے لیے مخصوص

آہ! کہ صبر از دل و تن می رود	خون من از دیده من می رود
چون شغب ناله ز غایت گذشت	گریه و زاری ز نہایت گذشت
یک نفس زان منط از ہوش رفت	کش سرفرزد ز آگوش رفت
واں خلف پاک ہم از درد دل	خاک رہ از گریہ ہی کرد گل
بستہ دل و جاں بوفاسے پد	دیدہ ہی سود و پیاسے پدر
اشک نشاناں بدل دردناک	مردمک دیدہ فنادہ بخاک
ہر دو بجاں شیفتہ یک دگر	دوختہ بودند نطسہر بانظر
روے ہم کردہ چنیں تا بدیر	ہیچ نگشتند ز دیدار سیر
عاقبت الامر در آں اتفاق	چونکہ ندیدند گزیر از منسراق
ہر دو بخ خون شدہ عتاب رنگ	یک دگر آغوش گرفتند تنگ
رفت پدر پائے بکشتی نہاد	دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشا
گریہ کنان بادل بریان خویش	کشتی خود راند بطوفاں خویش
اوشدہ زیں سو پسر رومند	آہ بر آورد ببا ننگ بلبند
گریہ ہی کرد زمانے دراز	سوے پدر داشتہ چشم نیاز
رانده ہی از مژہ سیلاب خوں	تا ز نظر کشتی شدہ شد برون
دید چو خالی محل از شاہ خویش	رخش رواں کرد بہ بنگاہ خویش
رفت بہ لشکر در زگرہ گاہ بست	و آمد و شد راز میاں راہ بست

کال چمن از خار تہی کردنی ست
 وال گل ز بگیں کفت آوری ست
 در حق این شو بکرم رہنمون
 وال دگرے را بزین یزخوں
 آں ہمہ گفتار پد رکیقتباد
 دل نتواں گفست کہ درجاں نہا
 از پس آں بہر دو پیا خاستند
 عذر بد و نیک ہی خواستند
 خستہ پد راز دل پر خون ویش
 دست در آورد بدل بند خویش
 نالہ ہی کرد کہ لے جان من
 جاں نہ از آن دگرے زان من
 چوں تو شدی دل ز کہ جوید ترا
 دیں بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا
 بے خبرم بہر تو شب تا بروز
 گر خبرت نیست چنینم مسوز
 سوختہ شد جان عنسم اندوختہ
 تاجہ شود؟ حال من سوختہ
 کاش نبود دی دوسہ روزی وصال
 تانشدے دیدہ اسیر خیال
 اے ز تو در دیدہ تاریک نور!
 صبر سہرما کہ صبوریم نیست
 دور ز تو طاقت دوریم نیست
 گرچہ ترا ہم کشتہ درد دل ست
 آنچہ کہ من می کشم آن شکل ست
 چند کنی از پے رفتن شتاب
 یک دے از سوختگاں و متاب
 باتو اگر ہمہ سیم شکل ست
 اشک منت ہمہ صد منزل ست
 خامہ من زیں پس و تحسیر در
 اشک وال یک بیاباں نور

حضرت خضر علیہ السلام نے اس شخص کا نام ظاہر کر کے اپنی اجازت نہیں دی مگر مورخین نے باطلانِ حقائق
 بیان کیا ہے کہ ناصر الدین کی یہ آخری بیعت ملک نظام الدین دار بک کی نسبت تھی جو عصبِ عظمت کی نگاہ میں تھکا

پاے ستوراں بزمیں در شدہ گاؤزیں رائسم شاں سر شدہ
 بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ تنگی جو بود و سہراخی کاہ

سلطان کی قیاد | سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کوکبہ
 دلی پہونچا | شاہی بڑی شان و شوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی
 گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیسرا انداز

نسیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایت دولت کا پرچم اڑتا ہوا سلطانِ جمجا
 گھوڑے پر سوار۔ سرچہ پتر سیاہ کا سایہ گردا گرد برہنہ تلواریں قطار در قطار۔
 اس دھوم سے سواری در دولت پر پہونچی۔ رخس سلطانی کے قدموں پر بہت سا
 زرو جواہر نثار کیا گیا۔ نقارے پرچوب پڑی شادیا نے نبھنے لگے مطربوں نے
 مبارک باد کا راگ الاپا۔ رقاصوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی
 باگ رو کے یہ تماشا دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں باڑے
 اُس وقت فرق مبارک پر رسم نثار ادا ہوئی زمین پر زرو گوہر کا فرش ہو گیا۔
 بخیر و عافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کئی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام
 و اکرام اور خیرات و مہربانیاں میں خزانے لٹائے۔

رخس طلب کر دوشہ کام گا شد بگہ چاشت بدولت سوا
 از روش پل کراں تا کراں سر باندہ ام زمین شد گراں
 صف سیاہ از علم سنج وزر شد دیباچہ نور و زکر

جامہ بے نیاد و فغاں می درید جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

کیقباد کی مراجعت
دلی کو

اودھ سے سلطان مغزالدین کیقباد کے لشکر کا کوچ عین
برسات کے موسم میں ہوا۔ آسمان پر گھٹا کا شامیانہ ٹھگل
سبزہ زار دھان کے کھیت لہلہ باغوں میں آموں کی

کثرت ندی نالے چڑھے ہوئے۔ راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوئے۔ لنگا کر
گھاٹ تک ہی کیفیت تھی۔ کچڑ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان
آفت میں تھی منزل پر پہنچ کر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا۔ لیکن دانہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا

کر دھو رہ در سڑاں آفتاب چشمہ خورشید فرد شد بآب

ابر سراپردہ بالا کشید سبزہ صفِ خویں بصر اکشید

تندی سیلاب زبالاے کوہ از شغب آورد ز میں راستوہ

برق بہر سوے بتا بے دگر دشت بہر جوے بتا بے دگر

شالی سرسبز دامن ز چسیت کاب گذشتش ز سرانگاہ رست

خوط مرغابی رعنا بجوے از سڑوفاں شدہ پایاب حجے

آپ رواں گشتہ بہر سایہ یافتہ از میوہ زمیں ما یہ

ابر در افشاں شیشہ دریا نوال ابرش خود را ند بدار الجلال

آب فراخے ہمہ رہ تا بہ لنگ آدہ لشکر ہمہ از آب تنگ

کے بعد سلطان ناصر الدین کی وہ نصیحت جو بوقت وداع کی تھی

در حقِ ایں تو بکرم رہتموں واں دگرے را بزیمِ نیزخوں
یاد رکھی اور اس پر عمل کیا۔ بعض سرداروں کو قید کر دیا بعض دامنِ کوہ کی
طرف بھاگ کر آوارہ ہو گئے۔

فیروز خاں خلجی کو شالسی خاں کا خطاب دے کر اقطاعِ برن (بلند شہر)
سپرد کئے گئے۔

ملک نظام الدین اقطاعِ ملتان کے لئے نامزد ہوا۔ وہ بھی اس تغیر کی لم سمجھ
گیا جانے میں لیت و لعل کرتا رہا بعض مقربوں نے سلطان کے اشارہ سے کوئی چیز
پلا کر اُس کا کام تمام کر دیا۔

یہ شخص بڑا بدتر اور کارِ داں سردار تھا۔ مگر سلطنت کی ہوس اُس کے حق
میں آخر کار زہر کا گھونٹ بن گئی۔

خسرو کی ملازمت کا	امیر صاحب دورِ مغزی سے پہلے ملوک و خوانین کے ندیم
حالِ برسبیلِ اجال	اور درباری شاعر رہ چکے تھے اور ان کے کمالِ سخنوری کا
	شہرہ ایران و توران تک پہنچ لیا تھا۔

وہ اول اول ملک چچو کے ندیم دلی میں رہے پھر شہزادہ بغرا خاں کے ندیم
سامانہ میں رہے اور اُس کے ہمراہ سفرِ بنگال کیا۔ جب یہ شہزادہ سلطان لکھنوتی بنایا

شبہ چتر سیہ می چسید اول شب صبح دوم می مسید
 تیغ بہ پیر امن چشترش قطار ابریکے قطرہ آبش ہزار
 بودیک جاے صف تیغ و تیر ہم چو نیساں بلب آب گیر
 بانگ روارو کہ برآمد بلند غلفہ در گنبد گردوں منگند
 کو کنبہ چون فلک آراستہ گردِ طعنہ تار بہ فلک خاستہ
 شاہ بدروازہ دولت شتافت داو بدروازہ کشادے کی یافت
 توسن شبہ راز نثار فنگناں گشت محفل بجواہر عرناں
 کوس خبر کرد گوش از خروش وز خبرش بخبری یافت گوش
 نغمہ مطرب ز گلو گاہ ساز گوش نیوشندہ ہی کرد باز
 ماہوشاں چرخ زناں پای کوب گشتہ ہو از رہشہ خاکروب
 شاہ بنظرارہ آل کار گاہ نرم ترین راند فرس را براہ
 نرم ہی راند و غماں می کشید تابشرف خانہ دولت رسید
 بکہ فشانند ز ہر سونشار فرش زمین شد ز در شاہوار
 جشن فریدون و طرب گاہ جم تازہ شد از مجلس شاہ عجم
 از دل خواہندہ بست لاج گنج خواستہ می داد وہی برد رنج

ملک نظام الدین | امیر صاحب نے تو کیتباد کو دلی پہونچا کر منوی کا قصہ ختم
 کر دیا ہے مگر تو اینج سے ثابت ہی کہ کیتباد نے دلی پہونچے
 کا خبام

بانگِ ندیمانِ قصیدہ سرا باز سانیدہ سخن برسا
 اس مجلس میں کہ دونوں بادشاہ و ملوک و اُمرا موجود تھے شعر اُنے اپنے
 قصیدے سنائے غالباً طوطی ہند نے بھی اپنا قصیدہ سنایا ہو گا اس قصیدہ کے
 منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدہ

زہے ملک خوش چوں دوسلطان یکے شد زہے عہد خوش چوں دو پیمایاں یکے شد
 دو چتر از دو سوسر بر آوردان در زمیں زراں دو ابر در افشاں یکے شد
 پسر بادشاہ و پدر نیز سلطان کنوں ملک میں چوں دوسلطان یکے شد
 زہر جہاں داری و بادشاہی جہاں را دو شاہ جہاں بناں یکے شد
 یکے ناصر عہد محمود سلطان کہ فرماش در چار ارکان یکے شد
 دگرشہ معزز جہاں کیتبادے کہ در ضبطش ایران و توران یکے شد
 بدیو و پری گوئے لے باد کا نیک دو وارث ہماک سلیمان یکے شد
 کنوں روئے در چین نیارند ترکاں ہندوستان چوں دو خاقان یکے شد
 بردوں شد دوئی از سر ترک و ہندو کہ ہندوستان با خراسان یکے شد
 بصد میہمانی صلا داد عالم چو بر خوان شاہی دو مہماں یکے شد
 خان جہاں کو قطع او دھ کی حکومت ملی | امیر صاحب اسی شنوی میں فرماتے

گیا تو امیر صاحب ترک ملازمت کر کے دلی واپس چلے آئے بعد ازاں قان
ملک سلطان محمد خاں کے پاس دربار ملتان میں رہے جس معرکے میں سلطان
محمد خاں شہید ہوا خسرو اسیر مغل ہو گئے اس قید سے کسی طرح رہا ہو کر دلی آئے۔
پھر اپنی والدہ اور عزیزوں کے ساتھ پٹیالی چلے گئے اور وہاں اُس زمانے تک
مقیم رہے کہ سلطان معز الدین کی قباد تخت نشین ہوا اور اُس نے امیر صاحب کو دلی
بلایا لیکن اس اندیشہ سے کہ ملک نظام الدین ان کا مخالفت تھا دربار معزی میں
جانا خلافت مصلحت سمجھا اور اس خطرہ سے بچنے کے لئے حاتم خاں خان جہاں کے
پاس چلے گئے اور اُس کی مذہبی اختیار کر لی۔

حاتم خاں خان جہاں سلطان بلبن کا مولا زادہ اور نامور سردار تھا۔ یہ امر
تحقیق نہیں ہوا کہ جس وقت خسرو خان جہاں کے دربار میں گئے تو وہ کہاں تھا؟
اور کس عہدہ پر تھا؟ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ اودھ ہی میں کسی عہدہ پر تھا اور
اودھ کے مجمع میں وہ اور اُس کے ساتھ خسرو بھی موجود تھے قصائد خسرو میں ایک
قصیدہ ہے جو دربار اودھ کی تننیت میں انشا کیا گیا ہے اس قصیدہ سے بھی خاتماں
اور خسرو کا اس موقع پر موجود ہونا قرین قیاس ہے۔

سلطان ناصر الدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں امیر صاحب
فرماتے ہیں۔

صفتِ حریفانِ زود و جانبِ قطا ہر یک از ایشان ملک نامدار

میں بیقرار تھا مگر خانِ جہاں کے احسانات نے اُن کے لب پر مہرِ خاموشی لگا رکھی تھی۔

آخر کار خانِ جہاں سے والدہ کی تاکید اور اپنی حالتِ عرض کی اُس نے بخوشی دل جانے کی اجازت دیدی اور دو کشتیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی بطور زادراہ پیش کیں۔

من زپئے شرمِ خداوندِ خویش رفتہ زجاے خود و پیوندِ خویش

مادرِ من پسرِ زنِ بسمِ سنج ماندہ بدہلی زفراتِ سمِ بنج

روز و شب از دوریِ من بیقرار سوختہ داغِ منِ خامِ کار

در غمِ وزاری زجا ماندِ غم نامہ نویساں زپئے خواندِ غم

گرچہ دلمِ ہم ز غمِش بودِ ریش چند گئے راہِ نہادِ مِ بخویش

چو کششِ سینه ز غایتِ گذشت باعثة دل ز نہایتِ گذشت

حالِ خود و نامہ اُمیدوار باز نمودم بجنِ داوندِ کار

دادِ اجازتِ برضاے تمام تا نسیم اندر رہِ مقصودِ گام

صبحِ رہم ز اں کفِ دریا گرم رواں کرد و دشتِ زریا

تا زچناں بخشِ مفلسِ پناہ شکر کناں پاسِ نہادِ براہ

خسرو کی روانگی | اب خسرو کمرِ ہمت باندھ کر اودھ سے چل کھڑے ہوئے۔ غمِ ماؤ اور دلی پونچنا | زادِ سفر ہے اور شوقِ وطن بدرقہ راہ چلتے چلتے ایک مینے

ہیں کہ جب لشکر قیباد اودھ سے واپس چلا اور کنت پور کی حد میں پہنچا تو
خان جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت عطا ہوئی خسرو تو پہلے ہی سے اُس کے
ملازم تھے اور وہ ان کا بڑا قدردان و محسن تھا اس لئے اُس کے ساتھ اودھ
میں رہنا پڑا۔

باغِ فتح در اں راہِ دور	سایہ نشاں شد بحدِ کنت پور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز	گشت باقطاعِ اودھ سرفراز
از کفِ جو دو کرمِ حق شناس	کرد فراہم سپہ بے قیاس
من کہ بدم چاکرِ او پیش ازاں	کرد کرمِ آنچہ کہ بد پیش ازاں
تاز چاں بخششِ خاطر فریب	بندہ شدم لازمۂ آلِ کیب
در او دم بُرد ز لطفِ چاں	کیست کہ از لطفِ بآبدِ عناں؟
غربت از احسانش چانم گذشت	کم وطنِ اصل فراموش گشت
دراودہ از بخششِ او تا دو سال	ہیچ عنصم ذمالہ نبود از منال

خسرو کی رخصت | امیر صاحب کو وطن سے جدا ہونے قریب دو سال کے
دربار خان جہاں سے | ہو گئے تھے مادرِ مہربان اُن کے فراق میں بے تاب تھیں
پیہم خطوط بھیجتی تھیں کہ جلد آؤ اُن کا دل بھی وطن کی یاد

۱۵ | اس شعر میں قیامِ اودھ دو سال بیان کیا ہے لیکن یہ عرصہ قیباد کی روانگی کے بعد سے اگر شمار کیا
جائے تو حساب بالکل غلط بیٹھا ہے۔ البتہ ۱۵۸۷ء سے دو سال شمار ہو سکتے ہیں جبکہ خسرو خان جہاں کی
ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ۱۲

خسرو دربار خسرو شعرا کو دتی پہونچے دہی دن گزرے تھے کہ سلطان
 مغزی میں مغالدین کیتباد کو اُن کے آنے کی خبر لگی فوراً حاجبِ سلطانی
 دوڑ آیا کہ چلے حضور نے یاد فرمایا ہے۔

یہ اُٹھے اور چلنے کی تیاری میں مصروف ہوئے اسی رواروی میں ایک
 مدحیہ قصیدہ بھی مرتب کر لیا۔

مجلس خانہ سلطانی میں پہونچکر آداب بجالاے مگر دل میں دھکڑ پکڑ تھی رشاید
 اس خیال سے کہ پٹیالی میں جو فرمانِ طلب پہونچا تھا اُس کی تعمیل نہیں کی تھی، خیز
 قصیدہ حبیب سے نکالا اور بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

قصیدہ

منت ایزد را کہ شہ بر تختِ سلطانی نشست	در دماغِ سلطنت بادِ سلیمانی نشست
شہ مغالدین والدِ دنیا کہ از دیوانِ غیب	نام او برنامہ دولت بعنوانی نشست
کیتباداں گو ہر تاجِ کیاں کر زخمِ تیغ	بلج از ایراں بست بر تختِ توانی نشست
بخت را بنمود کایں پیشانی دولت کرست	تاج زرینش کہ بر بالائے پیشانی نشست
قصہ دریا نگر بر گوہر والاے خویش	تا بگستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست
بر سرش چوں سائبانِ چتر می گفت آسماں	سایہ را دیدی کہ باخو رشیدِ توانی نشست
تیز نتواند بعالم دیدن اکنوں آفتاب	چوں ز چترش علیے دخلِ سلطانی نشست
انں و جاں از مہر گزوں در خیالِ افتادہ اند	مہر و ماتہ در خیالِ انسی و جانی نشست

میں دلی پہنچے وطن کے درو دیوار کو دیکھ کر اور دوست آشناؤں سے مل کر
دل باغ باغ ہوا۔

پیاری اماں کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اُس غم زدہ نے رو رو کر پیار کیا
کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ بیٹے کے بخیر و عافیت پہنچنے کی منت مان رکھی تھی اب
مراد پوری ہوئی تو وہ منت بھی پوری کی۔

شوق کشاں کر دگر بیانِ من	گریہ زدہ دست بد اماں من
حائلِ خوں کر دغِ منم مادرِ م	زاد ہیں بود براہ اندر م
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز	بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہ کامل یکشیدم غناں	راہ چنیں بودوش آ پنجاں
ہم چو مہ عید خوش و شاد بہر	در مہ ذلیقہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہچو گل بوستاں	چشم کشادہ منخ دوستاں
منع خزاں دیدہ بہ بوستاں رسید	تشنہ بہر چشمہ حیواں رسید
مردہ دل از حال پریشان خویش	زندہ شد از دیدن خوشیاں خویش
دیدہ نہاد مہزاران نیاز	بر تدم مادرِ آزر مہ ساز
مادر من خستہ تیمار من	چوں نظر منگندہ بدیدار من
پردہ ز روئے شفقت برگرفت	اشک فشاں بستم در گرفت
داد سکونے دل آشفته را	کرد و فاندہ پذیرفتہ را

خاستم و برگِ شدنِ ساختم محمد تے تازہ سپر دا ختم
 رفتم و زخساره نهادم بجاک تن ادب آموز و دل اندیشاک
 نقشِ طرزیہ کشادم زبند کردش انشا و بیانگِ بلند
 شہ چو درِ چیدہ من دیدہ تر مہرہ بچید از نڈماے دگر
 داد باحسان رہی بروم چاگی خاص و دو بدرہ درم

کیقباد کی فرمائش | جب بادشاہ اپنے بزل و گرم سے خسرو کو ممنون کر چکا تو ان کے کمال سخوری کی ستایش کے بعد کہا کہ تمہارے فن سے

ہماری بھی ایک غرض متعلق ہے اگر تم منکر سخن کرو تو ہماری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ پھر ہم بھی اس کا اتنا صلہ دیں گے کہ آئندہ طلب مال و زر سے بے نیاز ہو جاؤ۔ خسرو نے عرض کیا کہ حضور والا! میں تو یہی ٹوٹی پھوٹی فارسی جانتا ہوں اگر اس سے وہ غرض پوری ہو سکے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ سلطان نے کہا ”میری خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف گوارا کر کے میری اور میرے باپ کی ملاقات کا حال اور جو باجرا میرے اور ان کے درمیان گذرا ہے ایسی سحر بانی سے نظم کرو کہ باپ کی مفارقت جس وقت مجھ کو پریشان کرے وہ نظم پڑھ کر دل کو تسلی دے لیا کروں۔“

اتنا کہہ کر خازنِ دولت کو اشارہ کیا وہ خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اشرافِ اور خلعتِ شاہانہ دیا۔

گفت کہ ”لے ختم سخن پر وراں! بق ریزہ خورِ خواخپہ تو دیگران

تاغبار با و پایش چشم جاں را سرمہ داد
 خاک را بر منبت ہر ذیدہ تابانی نشت
 از زبان تیغ تا از ہر سر ہا شانہ ساخت
 در سر ہر کس کہ بد موے پریشانی نشت
 روزیجا از خیال ناوک ترکان او
 نیسانی در دل شیر نیسانی نشت
 در دل بد خواہ پیکانش کہ از خون لعل گشت
 گوئی در سنگ خار اعل پیکانی نشت
 ابرو ستا! داد در دستت خد تیغ چو آب
 تاغبار کا فر از راہ سلمانی نشت
 چون بر تخت سلطنت بنشستی از حکم ازل
 تا ابد بنشین کہ آنجا ہم تمیدانی نشت
 زان کمر ہائے مرقع کز تو بر بستند خلق
 ہر بزرگے تا کمر در گو ہر کانی نشت
 ابر صدا بار آبروے خویش را بر خاک نخت
 پیش ابر دست تو کا ندر دُافانی نشت
 بردرِ قصر چو فردوس تو رضوان بہشت
 شاخ طوبی را عصا کرد و بدر بانی نشت
 دید قصر شاہ را با برج جواہر ہم کمر
 بندہ خسرو چوں عطار در شناختی نشت

چشم تو بیدار دولت باد تا از عون نخت!

جملہ بیداراں بخیند و تو بتوانی نشت

بادشاہ کو ان کا کلام ایسا پسند آیا کہ تمام شعرے دربار اُس کی نظر میں تھیکے
 پڑ گئے از راہ بندہ پروری ان کا وظیفہ مقرر کیا اور دو بدرے درم کے نقد عنایت فرما
 اور اپنے ندیمان خاص کے زمرے میں منسلک کر لیا چنانچہ فرماتے ہیں

بعد دو روزے کہ رسیدم ز راہ
 ز آمد نم زود خبر شد بشاہ
 حاجے آمد بشتا بندگی
 داد نویدم بصف بندگی

کنج غزلت اختیار کیا اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ یار و مددگار تھے تو یہی قلم
دوات اور کاغذ۔ ۳۶ سال کی عمر تھی اور سن کر سخن کا دریا جوش و خروش پر تین
مہینے تک شب و روز محنت کر کے مثنوی کا خاکہ لکھینچ لیا اور تین مہینے اُس کی کتابت
و آرایش و پیرایش میں صرف کئے۔ غرض کہ چھ مہینے میں اس مثنوی کو سلطان مغل الدین
کیقباد کے مطالعہ کے قابل بنا دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور ۸۸۷ھ۔

از درِ شہ با ہمہ شہرِ مندی	آدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ گھر گردِ غم	فرض شدہ خدمتِ شہ کرِ دُغم
گوشہ گرِ فتم ورقِ دل بدست	عقلِ سرِ اسیمہ و اندیشہ مست
روئے نہاں کر دم از ابناء عین	نئے عظیم بلکہ خود از جن و انس
آپ معافی زد دم زاد زود	آتشِ طعمِ بعتِ لم داد دود
چوں بتوکل شدم اندیشہ سنج	سینہ خاکیم بروں داد گنج
ہمت مردانہ بہ بستم بکار	ریختم از خامہ دُرِ شاہو
باز نیامد قلم تا سہ ماہ	روز و شب از نقشِ سپید و سیاہ
تا ز دل کم ہنر و طبعِ مست	راست شد این چند خطِ نادرت
ساختہ گشت از روشِ خامہ	از پسِ شش ماہ چنیں نامہ
در رمضان شد بسعادت تمام	یافت قرآن نامہ سعدین نام
انچہ بتایخ ز ہجرت گذشت	بود نہ شش صد و ہشتاد و ہشت

از دلِ پاکت کہ ہنر پرورست ہمت مارا طلبے در سرست
 گر تو دریں فن کئی اندیشہ چست از تو شود خواستہ من درست
 خواستہ چندانست رسانم ز گنج کز پے خواہش نبری پیچ برنج
 گفتش "اے تاجورِ جہم جناب ! بخت ندیدہ چو تو شاہ ہے پنجاب
 من کہ بوم داعی مدحت طراز تا چو توے را بمن آید نیاز
 باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
 حاکم از طبع کثرتِ فکر سست نیست مگر پارسی نادِ درست
 گر غرضِ شاہ بر آید بداں دولتِ من روے نماید بداں
 گفت "چناں بایدم اے سحر سنج ! کز پے من روے نہ پیچی زربنج
 جہم سخن را بہنر حباں دہی شرحِ ملاقاتِ دو سلطان دہی
 نظم کئی حبلہ بحرِ زباں قصہ من باید رِ مہر باں
 مہا اگر مہر در آرد زپاے آیدم از خواندنِ آلِ بجایے
 ایں سخنم گفت و بگجور جو د از نظرِ لطف اشارت نمود
 برد مرا خازنِ دولت چو باد مہر ز روِ خلعت شاہِ سیم دا

تصنیفِ شبنوی | چونکہ یہ الطافِ شاہانہ بغیر سابقہ خدمت تھے اس لئے خسرو
 شرمندہ احسان ہو کر بارگاہِ سلطانی سے اپنے گھر آئے اب تو
 جو خدمت پہر دہوئی تھی اُس کی بجا آوری فرض ہو گئی۔

تین ہزار ۳۹۴۴ نو سو چوالیس بیٹیں ہیں۔ تنائین سے درخواست کی ہے کہ ان میں سے کوئی بیت کم نکریں کیونکہ اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی ہے جس کا منہ زند گم ہو جاتا ہے:-

من چونکہ مردم عدوش از خست گم شد و سرمایہ نماندش درست
گشت ضرورت کہ کنونش بقصد بستم و دادم بامیان نقد
تا چو دریں بنگری اے ہوشمند! بیش و کش باز شناسی کہ چند
وزر جمل باز کشائی شمس نہ صد و چار و چهل و سہ ہزار
خواہم بش از خامہ زنان گزیر آنکہ نگر دور قے کم از یس
زانکہ خراشیدہ مردم بود آہ کسے! کش خلش گم بود
اس بیان سے یہ بھی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خاتمہ اختتام ثنوی سے ایک
دہت بعد لکھا گیا ہے۔

وصف نگاری | وصف اشیا کی نسبت کہتے ہیں کہ ”کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ صفات اشیا بیان کر کے اُس کا نام تجع

اوصاف رکھوں طرز سخن میں یہ ایک نئی ایجاد ہوگی چنانچہ اس ثنوی کے ضمن میں وہ خیال پورا کیا ہے آئندہ اس مضمون پر قلم اٹھانے کا ارادہ نہیں ہے۔

بود در اندیشہ میں چند گاہ ق کزدلِ دانندہ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آتش دہم مجمع اوصاف خطابش دہم

سالِ من امروز اگر برسی راست بگویم ہمہ شش بودی^{۳۶}

زیں منط آراستہ بکرے چوماہ باد قبولِ دل داناے شاہ

خاتمہ مثنوی خسرو نے اس مثنوی کا ایک طولانی خاتمہ لکھا ہے جو مختلف

مضامین پر مشتمل ہے۔ اُس کے مطالعہ سے اس مثنوی کی نسبت اور

حضرت خسرو کی عادات و اخلاق کے بارے میں بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

ان معلومات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:-

اپنی محنت اس مثنوی کی تصنیف میں خسرو نے جو محنت اٹھائی ہے اُس کا ذکر اس

طرح کیا ہے کہ یہ مضامین میں نے خونِ جگر پی کر اور پیشانی کا پسینہ

بہا کر پیدا کئے یہ مجھ کو ایسے عزیز ہیں کہ کبھی ان کو جگر میں رکھتا ہوں کبھی پیشانی پر جگہ

دیتا ہوں۔

کس چہ شناسد کہ چہ خونِ زہام کایں گہرا ز حقہ بر آوردہ ام

ساختم ام ایں ہمہ لعل و گہر از خوںِ پیشانی و خونِ جگر

تا نم از فکرِ پنهانش گہ سجگر گاہ بہ پیشانش

تعداد اشعار مثنوی اس مثنوی کے اشعار کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے اول

بار گنتی نہیں کی تھی اُن میں سے کسی قدر کم ہو گئے ہیں اب

حساب کر کے امانت دار لوگوں کو ایک مثنوی سپرد کر دی ہے اُس کے مقابلہ سے

کی دہشتی کا اندازہ ہو سکے گا۔

آنکہ در اور سخن آوازہ بیش زخم زناں بروے زاندا زہ بوش
 ہر گل و خارے کہ رسد زین خربا لے خوش ازاں گردم و زنجیر
 ہر چہ تالیش کندم مرد ہوش گر چہ بود راست نیارم بگوش
 زانکہ چوزیں فن عین و رافتم ترسم ازیں مرتبہ دورا و فتم
 چرب زبانی بنو دسود مند طفل بود کش بفریبی قبند
 آنکہ شناسندہ این گوہرست گر ہمہ نفریں کندم در خورست
 حساد کا ذکر | خسرو کی شہرت اور کلام کی خوبی دیکھ کر جو لوگ جلے مرتے تھے
 اُن کا ذکر بھی نہایت ٹھنڈے دل اور حکیمانہ انداز سے کیا ہے۔

باز کسے را کہ حسد رہ زند زخمہ دریں رہ نہ یکے دہ زند
 گر مثل صد ہنر آرام زغیب ہیج نگاہے نکند جز بعیب
 صد سخن راست نگیرد هیچ یک رقم نہ کند انگشت پیچ
 گر بہ ازیں ہست گہر سفتش عیب بود عیب کساں گفتش
 در کم ازیں مایہ رسیدش زغیب طفل رہ ماست نہ طفلان چہ عیب؟
 مدح گوئی سے بیزاری اور | خسرو شعرا نے دور مغزی کے اُمر پر سختی کے ساتھ
 لے دے کی ہے۔ مگر کسی خاص شخص پر حملہ نہیں کیا
 محکمانِ زمانہ کی شکایت بلکہ عام شکایت ہے۔

تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ اس عہد میں اکابر و معارف اور مشریت النفس اُمر

مگر میں تازہ مضامین زبان پر لانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ لوگ سنتے ہی چوری کر لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود مجھ سے ہی اُس کی داد چاہتے ہیں میں شرماتا ہوں اور ان کی تعریف کر دیتا ہوں مگر وہ چور ہو کر بھی ذرا نہیں شرماتے۔

ہر صفتے را کہ برانگیخستم	شعبۂ تازہ در درخستم
مور شدم بر شکر خویش و بس	در نردم دست بجلولے کس
دزد نیم حسانہ بُردِ دیگرے	خانہ کسادہ ز دردِ دیگرے
ہر چہ کہ اڈل درِ مکنوں کشم	زہرہ آں نیست کہ بیرون کشم
زائکہ نگہ می کنم از سرِ کراں	اینینیم نیست ز غارت گراں
دزدِ متاع من و بامن بچوش	شاں بزباں آوری و من خموش
نقدِ ماییش من آرند راست	من کنم احسنت کز آن شامت
شرم ندارند و بنحوانند گرم	بامن و من ہیچ نگویم ز شرم
طرفہ کہ شان دزدِ من از شرم پاک	حاجب کا لامن و من شرم ناک

معارضین کا ذکر | خسرو نے اپنے معارضین کا ذکر نہایت سنجیدگی و تحمل کے ساتھ کیا ہے :-

آنکہ بنقصان خیالِ مند	جملہ گواہانِ کمالِ مند
بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس	بے ہنراں را نکند یا کس
در سخن فستہ ہمہ را پیچ پیچ	چوں سخن نیست چکویند؟ ہیچ

پشت بخویم نہ پناہے ز کس چوں بخداوند کم روے دس
 مشنویاتِ نظامی | امیر صاحب خواجہ نظامی گنجوی کو صفتِ ثنوی کا استاد
 کی ثنا و صفت | کامل مانتے ہیں اُن کی ثنویات کی خوبیوں کے معرفت
 ہیں اور اپنے لئے بہتر طریقہ نظامی کی تقلید خیال کرتے ہیں

دور ہو سِ ثنویت در دل ست حل کم این بر تو کہ بس مشکل ست
 دور رو شے کز تو نسیا ید مرو گفت بدم مشنونی کو شنو
 نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر وز دُر او سر بسر آفاق پر
 پختہ ازوشد پر جو معانی تمام خام بود بختن سوداے خام
 بگذر ازین خانہ کہ جائے ثنیت دیں رہ باریک بہ پائے ثنیت
 گفتہ اور اشنو و گوش باش گفت مرا بشنو و خاموش باش
 سحر و رائے کہ در و دیدہ اند خاموشی خویش پسندیدہ اند
 ثنوی اور است ثنائے بگو بشنوش از دور و دعاے بگو
 دور ہو ست می نگذارد عنای می کشت دل بخیاں چناں
 کوشش اُن کن کہ دریں آہ تنگ زان گلِ تربوے دہندت نہ رنگ
 سوز سخن رانہ بہ خامی طلب پنجگیش ہم ز نظامی طلب

و ملوک غارت گزین ہو گئے تھے۔ سفلے دون ہمت اور جاہ طلب بادشاہ کے
مقرب اور کاروبار میں ذیل تھے یہ صاف گوئی خسرو کی دلیری اور اخلاقی جرات
کی بقیہ دلیل ہے۔

سردشدا ز آبِ سخن دل مرا	گرمی دل نیست چو حاصل مرا
بے غرض آماجِ خدنگے شوم	تا کے دریں شیوہ بہ ننگے شوم
خلعت عیسیٰ فلکیم بر خرے	نام گدائے کفر اسکندرے
مس بزراندو دہ ناقص عیار	محتشماند دریں روزگار
دولتِ شاں از دلِ شاں کورتر	کور دل از دولت و کوتہ نظر
سفلہ و شرف دوں صفتِ تنگ سچو	گوش گرانے ہمہ ناموس حجبے
بے گھرے مرتبہ کوشی کمند	بے کرے نام فروشی کمند
بیش رسانند بدانجا کہ بیش	خورده بدرویش نیارند پیش
یک درمے دہ طلبند از خدای	گر برسانند دشل، برگدای

پھر انہی سلسلہ میں فرماتے ہیں :-

شاعری نیست ہمہ راست ست	ایں سخن چنبد کہ بیخو است ست
جز بکند یا بدربار بادشاہ	لیک بخواہش چو مرانیت راہ
زہر نخورد غم تریاک نیست	ہر چہ بگفتم ز کسے باک نیست
کز در شہ نیز شوم بے نیاز	نیت آں دارم ازیں پس بہاز

امیر صاحب خود اپنی طرف سے خطاب کرتے ہیں :-

ایک اگر نپد من آری بگوش مصلحت آن ست کہ مانی خموش
چل شد و در چنبت آنشت پیش ہیں بیش کہ اُفتی شست
نوبت تو بہت گرانی مکن لئے بہ پیری ست جوانی مکن

لیکن اس خاتمہ کا آخر صفحہ (جہاں اس مثنوی کی نسبت چند دعائیں مانگی ہیں
اور سلطان کیتباد کے حضور میں اس کی مقبولیت اور شہرت کی توقع ظاہر کی ہو)
خاتمہ کی نسبت پھر الجھن پیدا کرتا ہے :-

بار خدا یا! من غافل بہ راز تو این ورقِ سادہ کہ لستم طراز
گرچہ کہ امروز جہاں من ست عاقبت الامر وبال من ست
عفو کن آن را کہ منائے تویت توبہ وہ از ہرچہ برائے تویت
چون تو شد ایں ہمہ ناخیر چیز ہم تو کنی درد دل خلقے غریب
عیب شناساں بہ کین من اند بے ہنزاں جملہ بہ کین من اند
تو کہرم عیب من عیب کوش در نظر عیب شناساں بوش
بو کہ برآرد بہ چنین نامہ نام بردر شہ خدمت من و اسلام

یہ اخیر شعر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ابھی سلطان کیتباد زندہ ہی۔ تو یہ اُسی
زمانے کی تحریر ہے جب کہ مثنوی لکھی گئی ہو۔

ان اختلافات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خاتمہ کا آخر حصہ مثنوی کے

سوزِ تکلفِ خس و خاکِ ترست چاشنیِ سوخاں دیگرست

غزلِ سعدی کی ثنا و صفت | امیر صاحبِ صنفِ غزل میں سعدی کے
مقتصدِ مداح اور مستلذ ہیں۔

ور غزلت یادِ جوانی دہد ن وز خوشی طبعِ نشانی دہد

تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند ہرچہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند

نوبتِ سعدی کہ مباد اکمن ! شرمِ نداری کہ بگوئی سخن

اس خاتمہ کی تصنیف | اگر مصنف نے کچھ تصریح نہ کی ہو تو عام دستور کے مطابق
یہ ہی خیال کیا جائے گا کہ خاتمہ کتاب اور اس
کتاب کی تئوید کا ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن (تقداد
کا زمانہ

مشعارِ مثنوی) کے عنوان میں ہم اپنا شبہ ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ خاتمہ
مثنوی سے ایک عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

آگے چل کر ذیل کے اشعار صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس
وقت خسرو کی عمر چالیس سے گزر کر پچاس تک پہنچ گئی ہے مثنوی
کئی تھی پچیس سال کی عمر میں۔ تو خاتمہ جو دہ برس بعد
کا ہوا۔

ثنوی کا صلہ موعود دینے سے باز رکھا۔ اگر دیا ہوتا تو خسرو علیہ الرحمۃ اُس کا ذکر شکریہ کے ساتھ دیباچہ غزۃ الکمال میں ضرور کرتے جہاں سلطان کیتباد کی وفات کا تذکرہ کیا ہے۔

کلام پر ایک نظر

اب تک ہم نے اس مثنوی کے اصل قصے اور اُس کے متعلقات پر نظر کیا ہے۔ ابھی اس مثنوی کی نظم و ترتیب اور محاسن کلام کا مطالعہ کرنا باقی ہے یہ کام اب شروع کرتی ہیں مافوقی اُلاؑ

اس مثنوی کی ترتیب میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن سے خصائص مثنوی | شعرے عجم کی مثنویات خالی ہیں۔ لیکن یہ خصوصیات لازماً مثنوی میں شمار نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ یہ خسرو کی جدت آفرینی ہے کہ اس مثنوی کو دلائل ویر بنانے کی غرض سے اختیار کی ہے۔

(۱) نظم عنوان (۲) تفسیر غزل (۳) وصف اشیا

مثنوی میں اکثر قصص، تاریخ، اخلاق، تصوف یا کوئی خاص بیان کیا جاتا ہے اور جب مضمون طویل ہوتا ہے تو اُس کی تقسیم فصول ابواب یا داستانوں کیجاتی ہے اور ہر فصل یا داستان کا عنوان نہیں ہوتا ہے۔ یہ قدیم دستور ہے۔ مگر خسرو نے اس مثنوی میں ہر داستان کا عنوان بھی نظم کیا ہے۔ اگر کل اشعار عنوان جمع کیجئے تو ایک قصیدہ، ۳۴ شعر کا مرتب ہو جائے گا جس کی بحر مثنوی کی بحر سے مختلف ہے اور بحر ایسی اختیار کی ہے جس میں مضمون عنوان کی گنجائش بخوبی ہو سکتی ہے چند

ساتھ ساتھ لکھا گیا اور پلاہتہ بعد میں اضافہ کیا ہو گا جب کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی عمر ۵۰ سال کی ہو گئی تھی۔

کیتباد کا انجام اکیقتاً جب اودھ سے روانہ ہوا تھا تو باب کی نصیحتیں چند روز یاد رکھیں راگ رنگ کی تعطیل کر دی۔ تسبیح و مصلّا سنبھالا مگر باب نشاط کی فوج قاہرہ لشکر کے ہمراہ چلی آتی تھی جس نے ہفتہ عشرہ ہی میں سلطان کو مغلوب کر لیا۔ اور اثنائے سفر ہی میں توبہ ٹوٹ گئی ۷

آفتِ نہد و توبہ شد ترک شرِ خوارِین یارِ گراوست کے بود توبہ وزدیارِین
دلی میں سامانِ شوق کی کیا کمی تھی جو مشاغل پہلے تھے وہی اب تھے
اس نڈی و باوہ خواری نے عین جوانی میں اُس کو پیرِ ناتواں بنا دیا۔ عوارِض
جسمانی لاحق ہوئے۔ آخر کار لقوہ اور فالج نے حس و حرکت سے معذور کر دیا۔
کچھ عرصہ تک علاج ہوتا رہا۔

اول ۱۸۹۷ء میں دم واپس آ پھنچا اور اُس کی عبرت انگیز شمعِ زندگی
کل ہو گئی اور سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے ترکوں کے خاندان سے خلیجیوں میں
منتقل ہو گئی۔

یہ مثنوی کیتباد نے بڑے شوق سے تصنیف کرائی تھی معلوم نہیں
اس کی سیرِ نصیب ہوئی یا نہیں۔ غالباً مرض الموت کی تکلیفات نے اُس کو

شروع کر دیتے ہیں۔

تضمین غزل | خواجہ نظامی سکندر نامے کی دستانوں کے آخر میں دو چار شعر
خیالی ساقی کی مخاطبت میں لکھتے اور اُس سے بادہ و پیمانے
کی خواہش کرتے ہیں خسرو نے سلطان کی قباد کے اصلی ساقی و معنی سے کام لیا
ہو اور اُسی کے ساتھ ایک عالیہ غزل بھی تضمین کی ہے۔
ثنوی میں غزل کا اضافہ :-

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر
غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساقی نامہ و معنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں :-
۱۔ فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسبِ حال
کسی ہو جس کے مقطع میں حسنِ طلب بھی ہو :-

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم ساقی او خضر بہنگام بزم
بندہ زیادش بہ حالِ شاد دیں غزل از حالِ نشِ داوِ یاد

غزل

شد ہوا گرم کنوں آتش و حرگاہ کجاست بادہ روشن رخسار دل خواہ کجاست
آتش اینک دل و جو گریہ خونیں تین خرگہ گرم و لے ماہ بخرگاہ کجاست
کتنا مضمون اس شعر میں کھایا ہو ! یعنی میرا دل سوختہ آگ بن گیا ہو اور خون کے
آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہو مگر افسوس ہے

اشعار عنوان بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں ۷

شکر گویم کہ بتوفیق خداوند جہاں
بر سر نامہ زحید نوشتم عنوان
نامِ ایں نامہ والا ست قرآن السعید
کز بلندیش بسعیدین سپہرست قراں
در تضرع بدرِ حق کہ گنگاراں را
داد بارانِ گنہ شوے ز غینِ غفراں
نعتِ سلطانِ رسل آنکہ میجا بدیش
پردہ داری ست نشستہ زینِ درواں
وصفِ معراجِ پیمر کہ لبش روشن شد
سہرا سرش ز زلفِ سیمکِ نشان
۵۔ در حثِ شاہ کہ ہمش فلکِ فت چنانکہ
نقشِ آں داغ شدہ تنگِ فلکِ برابر
در خطابِ شہِ عالم کہ بسبکِ خدمش
آیم و این گہرِ خندِ فشاں ز زباں
۶۔ صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم
ہست منشورے از حرِ سہا اللہ نشان
صفتِ مسجد جامع کہ چنان ست درو
شجرہ طیبہ ہر سوے چو طوبیٰ بچناں
صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعتِ سنگش
از پے خنجرِ خورشید شدہ سنگِ نشان
۱۰۔ صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی
رختہ دستِ فلکِ آبِ خضرِ صورتِ جاں

اس دسویں عنوان کے تحت میں اول تو صفتِ شہر کی طرف باز گشت ہو
جس کا بیان عنوان ہفتم میں بھی ہو چکا ہو۔ علاوہ بریں کئی اور مضمون بلا عنوان ہیں
مثلاً صفتِ مردمِ شہر۔ کیتباد کی تخت نشینی۔ ناصر الدین کی لشکر کشی اور دہ پر۔
اور یہ بات اور جگہ بھی پائی جاتی ہو کہ صفتِ نگاری کے بعد اصل قصے کو بلا عنوان

لہ اشارہ ہو اس آیت کریمہ کی طرف سبحان الذی اسرٰی بعدہ لیلۃ من المسجد الحرام الخ
لفظ اسرٰی جو اس آیت میں آیا ہو فعل ماضی ہو جس کا مصدر اسرٰی جس کے معنی ہیں شبِ راہ رفتن۔ راتوں رات چلنا

من اندر خاک میدانِش لکد کو بستم گشتم
 مسلمانان! نگہدارید پیچاره دلِ خود را
 ہنوز آن شہسوارِ من سرِ چو لال گری دار
 توئی دیوانہ و ش جانان کہ داری سائیکہ
 کہ تیر اندازِ من مست است و کیشِ کافری دار
 دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیب پری دار
 مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکنی جا
 نمی گوید کیش "لیکن سخن در لاغری دار
 بہ بدنامی برآمد نامِ خسرو کرپے دید
 نزدیک دہنی دارد کہ صد امان تری دار
 تردمانی کے معنی ہیں گناہ۔ اسی لفظ کو الٹ کر مقدارِ گناہ ظاہر کی ہے اور
 یہ کمالِ سخنوری ہے۔

۳۔ موسمِ خزاں کی صفت کے بعد

چنگِ نوازیں بہ ہوا سرکشید
 چنگِ نوازندہ نوا برکشید
 گفت بر آہنگِ نطہاے تنگ
 ایں غزلِ نغز بر آوازِ چنگ

غزل

برگِ یز آمد و برگِ گلِ گلزارِ برفت
 سرخِ رونی ز رخِ لالہ و گلزارِ برفت
 { پت جھڑکا موسم آگیا۔ گل و گلزار کا سامانِ رخصت ہوا۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سرخی جاتی رہی }
 خونِ دل گرچہ کہ بسیارِ برفت اندک ماند
 صبرِ ہر خند کہ بود اندک و بسیارِ برفت
 { اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا۔ پھر بھی ٹھوڑا باقی ہے۔ لیکن صبرِ ٹھوڑا بہت جو کچھ تھوڑا سب جاتا رہا }
 یعنی بالکل نہیں رہا

لے کیش و مذہب و تیردان۔ اس دوسرے معنی سے ایہام کیا ہے ۱۲ لے نطہاے تنگ راگ کے
 بارکیک پر دے ۱۲

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ماہر و نہیں ہی۔
 دی ہی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید کجا گفت یارب کہ کجا پائے نہم؟ راہ کجاست
 (وہ کل جاتا تھا اور بہت سی آنکھیں فروش رہ نکلی تھیں۔ بولا اٹھ لیا! کہاں پاؤں رکھوں؟

ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!)

مصرعہ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہے وہ نہایت پر لطف ہے۔
 ماہ من! کو رشد اس دیدہ زبیدی شب آخر از زلف نہ پرسی کہ سحر گاہ کجاست؟
 (صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف کیوں نہیں پوچھتا کہ وقت سحر کہاں ہے؟ (یعنی) تیری زلف سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہے وہ سر کے اور تیرا رخ تاہاں کھلے تو صبح نمودار ہو)

غرم حج دار و خسرو ز پئے توبہ عشق توشہ اینک غم دل بارگہ شاہ کجاست؟
 (خسرو کا ارادہ یہ ہے کہ حج کو جائے اور وہاں جا کر عشق سے توبہ کرے۔ لیکن زاد راہ تو یہی غم دل ہے اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتاؤ کہ بارگہ سلطانی کہاں ہے؟ (وہیں سے کچھ مانگ لوں گا)۔
 ۲۔ جب کیتیا د کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی :-

جملہ عالم بونفا جویش خاطر خسرو بہ ثنا گویش
 ایں غزل از مطرب زو اصول یافتہ در گوش ہمایوں قبول

غزل

سوار چاکب من باز غم لشکری دارد دل من برد پار۔ ہمال با جان داری دارد

اپنے آگے آگے لانا

ورہینیش کہ مست بود خفتن مدہ
ہم ہچنانش مست بنزد من آر خوش
من مست خوش حریفی اویم کہ آں لہف
سر خوش خوش ست مست خوش و ہشتیار خوش
سر و پیادہ خوش بود اندر چمن و لیک
آں سر و من پیادہ خوش ست و سوار خوش
ازوے خوش ست برنگنی ہار ہار ناز
وز خسرو شکستہ فغاں ہائے زار خوش

۵۔ جس وزیران مغل کا قتل ہوا ہو اور بادشاہ نے جشن منایا ہو یہ
غزل اُس قصے کے ذیل میں تضمین کی ہو اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبان
سے ادا کیا ہے۔

نور نشاط از افق جام تافت
شہ زے وے ز لبش کام بیت
باد ہمہ وقت بشادی و ناز
بادہ کش و خشم کش و بزم ساز
گفت ہی ز ہرہ بر بطرنش
ایں غزل تر ز زبان منش

غزل

تبیخ بر گیر تاز سر بر ہم
تیر بکشاے کز نظر بر ہم
آشکارا بکش کہ تا بارے
ہم ز سر ہم ز درد سر بر ہم
وہ کہ شب در میاں کنم ہر دم
از توروزے کہ لے سپر بر ہم

(لے لڑکے! جس وزیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب در میان ہے

لے سر خوش جس کو تھوڑا نشہ ہو۔ مست جس کو ذرا زیادہ نشہ ہو۔ یہ مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲
لے سر و پیادہ چھوٹے قد کا سرو ۱۳ لے برنگنی۔ مونہ پھیرنا۔ روٹھ جانا ۱۴

ہرچہ از عقل فزوں شد مہم عمرم جو جو اندرین غارتِ غم - جملہ بیک بار برفت
(عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعتاً سب
غارت ہو گیا)

۴۴ - صفتِ بہار کے تحت میں -

شاہ دریں فصل بعثرت گری باگل و بلبل بطرب گستری
مطرب بلبل نفس از نعمتست ویں غزلش بردہ بے دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش و تہست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش
در باغ با ترانہ بلبل دریں ہوا مستی خوش ست بادہ خوش ست و سخا خوش
مایم و مطربے و شرابے و محرمے جائے بزیں سایہ شلیخ چنار خوش
لے باد! کاہلی مکن سوئے دست مارا کہن بآمدن آں نگار خوش
ذیل کے قطعہ بند اشعار میں باد صبا سے درخواست ہو کہ دو تو میرے دوست
کے پاس جا اور اس کو بلا کر لائے

چہرے دگر گوے وہیں گو کہ چمن سبزہ خوش ست آبِ خوش و جو بہار خوش
گر خوش کند ترا بجدیثے کہ باز گرد پیشش کن دیار - مشو زینار خوش
[اگر میرا محبوب تجھ کو بات بنا کر خوش کر دے اور کہے کہ واپس جا تو ہرگز خوش نہونا بلکہ اس کو

لے یہ جملہ دعائیہ ہیں یعنی اس کو خوش عالی نصیب ہو فعل (باد) یہاں سے محذوف ہے مثلاً لے وقت تو خوش
کہ قتلِ خون کردی؟

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیا کوس اور کیتباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے

ہر چہ بہ مجلس غزلِ ترزند جملہ بنامِ شہِ کشور ز دند
بر در او مطربِ فرخندہ فال دور مباد از غزلِ از غزال^۱
با خوشی دل چو شود بادہ کش زیں غزلِ گوشِ گریشِ خوش

غزل

باغِ سایہ بیدستِ آبِ رسایہ ازیں میں منِ جاناں خوابِ رسایہ
بسایہ خفتہ دم کے کہ یار آمد و گفت چہ خفتہ کہ رسید آفتابِ رسایہ
چو پاپے بند تو شد جانِ در آفتابِ گدے مسوزِ جانم و باز آشتابِ رسایہ
بگفتِ خسرو بکشانے زلفِ تاشنید حریفِ مطربِ چنگ و بابِ رسایہ

۸۔ جس دربار میں ناصر الدین اور کیتباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے

آخر میں :-

چنگی او عقلِ فراے جہاں عاقلہ عیش و نشاطِ شہاں
ایں غزلِ از تارِ ترم سراے در سراو یافتہ چوں عقلِ جاے

(یعنی اس وقت تورانی ملی، کل کی بات کل دیکھی جائیگی)

غمِ خسر و بگویت کہ اگر از رقیبان بے ہنر بر ہم
۶۔ جب خان جہاں مغلوں کو ہزیمت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہی
اور کیتباد کو فتح کا قردہ سنایا ہی اُس موقع پر یہ غزل تضمین کی ہے۔

زاوَلِ رُوزِش بطرب تابشام دور نشدے زلفِ لبِ جام
گاہ بہر جرعہ گہ می فشاند گاہ بہر زعفرمہ زرمی فشاند

[کبھی شرب کے ایک گھونٹ پر کبھی راک کے ایک ترانے پر لوگوں کو زور و جواہر انعام دیتا تھا]

عمر ابد باد بعیش اندرش وین غزل اندر لبِ خینا گرش

غزل

دوشِ ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ بر سید دل بمقصودِ خودِ المنتِ اللہ بر سید
آد آں روشنی چشم و باستقبالش مردم دیدہ دواں تا بسرہ بر سید
آد آں سادہ زنج۔ بر منِ بہوشِ زو آب بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ بر سید
گریہ بر سوزِ منشِ آد و بر سوختگاں ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ بر سید
خسر اگر سدِ ابلہ بہشت ایں عجیب عجب آں میں کہ بہشتِ توالہ بر سید

مقطع کے مصرعہ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہے اہل الجنة
بلہ یعنی اکثر اہل بہشت بھولے بھالے آدمی ہونگے۔

مصرع ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہے کہ نہ کہیں دشمن پر چڑھائی

آفتِ ہد تو بہ شد ترک شرخِ ابرین
یارِ گراوست کے بود تو بہ وزہِ یارِ مین ؟
چوں تو سوارِ بگری دیدہ گشتانِ کھنم
خواہ قبول و خواہ ردِ نیست بڑیں نشا مین ؟
۱۱۔ خاتمہ مثنوی کے آخر میں :-

در نظرِ شاہِ مبادا ! کس
ایں غزلِ ختمِ بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشتِ بجاناں کہ می برد ؟
پیغامِ کالبدِ لبوے جاں کہ می برد ؟
ایں خطِ پیرِ زہر - بدلِ کرمی دہد ؟
وینِ ردِ سرِ مہرِ بدرِ ماں کہ می برد ؟
مایم و شرطِ بندِ گیش با ہزارِ شوق
ایں بندگی بھضرتِ ایشاں کہ می برد ؟
گفتم مباد - گفت کہ ”دیوانہ گشتہ“
اندوہِ مورِ پیشِ سیلماں کہ می برد ؟
گفتی ”نگاہدارِ بفرمانِ خویش دل“
”دارم - دے بگوئے کہ فرماں کہ می برد ؟
دردا کہ دل ز خسروِ بیچارہ می رود
واگاہ نے ز برنِ دل آں کہ می برد

غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند گانا حضرت
خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہے۔ حضرت کو
بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دنگاہ تھی جیسی کہ

مثنوی میں قصیدہ
اور غزل کا پیوند

فارسی شاعری میں -

بھاشا کا شاعر آغازِ داستان میں ایک دوتا یا چوتائی یا چھنڈ لاتا ہے اور
ختمِ داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہے اور اس رنگارنگی سے اس کا مقصد

غزل

نرم آں سخطہ کہ مشتاق بیارے برسد آرزو مند نگارے بہ نگارے برسد
لذت وصل نہ اند مگر آں سوختہ کہ پس از دوری بسیار بیارے برسد
قیمت گل نشاند مگر آں مرغ اسیر کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد
خسرو! یار تو گرمی نہ رسد خود میگو بہر تسکین دل خویش کہ آئے برسد

۹- ناصر الدین اور کیتباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں :-

بادل آئینہ اسکندر شش ق بادہ خون نگ صفا پرورش
داد مرا ایں غزل پر خیال بادل چوں آئینہ او حال

غزل

ز سر کرشمہ یک گزے بسے من کن بے نایتی کہ داری نظریے بسے من کن
من از آرزویت مردم دلت پچہیت من بتکلف از توانی شبے آرزوے من کن
منم و دے دورے ز غمت چہا تو انا بزکوۃ تندرستی گزرے بسے من کن

۱۰- کیتباد نے ایک وز مجلس نشاط و ہوم و حام سے آراستہ کی ہو :-

شاہ گراں سرزمے خوش اثر باد! مباد اش گرائی بسر
دست بیک زخمہ مطرب برود عود گراں سر بنوائے سرود
مجلس اویں غم گشت است مست گراں سر شدہ ہر گشت بہت

غزل

۲۴	صفت اسپاں	۷- صفت شہر نو و قصر نو
۲۵	شب	۸- فصل خزاں
۲۶	شمع	۹- فصل بہار ان
۲۷	چراغ	۱۰- موسم نوروز
۲۸	سیر بروج	۱۱
۲۹	اختہ و طالع	۱۲
۳۰	بادہ	۱۳
۳۱	قراہ	۱۴
۳۲	صراحی	۱۵
۳۳	پیالہ	۱۶
۳۴	ساقی	۱۷
۳۵	چنگ	۱۸
۳۶	رباب	۱۹
۳۷	ناے	۲۰
۳۸	دف	۲۱
۳۹	پرده	۲۲
	پرده شناسان	۲۳

تفنن طبع ہو کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اکتانہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغاز داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہے ہمارے نزدیک یہ جدت طرازی نہایت لطف و بافرہ ہے مگر اس کی تقلید یک فن شاعر کا کام نہیں جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل ان ہر سہ اصناف میں یدِ طولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کر سکتا ہے علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و مفتی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاج تکلف نہیں بلکہ اُس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔ انوری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہرگز نہ تھی کہ نیست معشوقے منراوا غزل

اس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اصل قصہ کے ضمن وصف اشیا میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہے کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

فہرست

۱۔ صفت حضرت دہلی	۴۔ صفتِ حوض
۲۔ جامع	۵۔ مردمِ دہلی
۳۔ منارہ	۶۔ آتش

ایک دُلاویز مضمون ہی اس کا نام ہے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہی بجا ہے :-
 انچہ ز سر جو شِ دلِ نقشبند معنی نو بود و خیال بلند
 موے بمویش بہ ہنر بنجتم پختہ و بنجیدہ درو بختم
 وصف زان کہ نہ شد از دلِ بربو کانِ دگرے را بدل آید کہ چوں
 دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

ہر صفے را کہ برانجختم شعبہ تازہ درو رنجتم
 مور شدم بر شکر خویش و بس در نہ ز دم دست بدان کس
 نیست ز کس لولے لالے من ژرف ہیں در تہ دریائے من
 نکتہ من گو ہر کانِ من ست زان کہ نہ نیت از آن من ست

وصف نگاری کا نقص | البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا
 کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امیر صاحب

نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ
 اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی گئی مگر اس کی وجہ سے
 قصہ کی غرض فوت ہو گئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت
 اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب
 کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں :-

چوں سخن از لطف لسانے ندرت کالبدش صورت جانے ندرت

۴۰ صفت مائدہ خاص	۴۶ صفت صبح
۴۱ = بیرہ تنبول	کلاہ سیاہ
۴۲ = نغمہ گری	چتر سپید
زنانِ مطربہ	۴۷ = چشمہ خورشید
۴۳ = تاج مکمل	۴۸ = موسمِ باراں
۴۴ = تخت	۴۹ = قلم
۴۵ = پیل	۵۰ = محبرہ (یعنی دوات)
	۵۱ = کاغذ

امیر صاحب کو یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ اشیا کی وصف نگاری کریں اور اس کا نام بھی مجمعِ اوصاف تجویز کر لیا تھا اب کیتباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقول مثنوی مرتب ہو سکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہذا خسرو نے اس مثنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنادیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجبِ انساۃِ خاطر ہو۔

دلی اور دلی کی عمارات کا ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اُس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

صفت مسجد جامع

مسجد جامع کہ زفیض آله زفرمہ خطبہ اوتا بہ ماہ
آمدہ دروے ز سپہر بکود فیض ز یک خواندن قرآن فرو
غلغل تسبیح بگنبد دروے رفتہ زنہ بگنبد بالا بروے
ہر کہ سعادت بودش رہنما بر در او سر نہ اند آنگاہ پا

صفت منارہ

منکل منارہ چو تنوے ز رنگ از پے صفت فلک شیشہ رنگ
دیدن اور اکلہ انگذ ماہ بلکہ قنادش کہ دیدن کلاہ
از پے برفتن بہفت آسماں کردہ زمیں تا بفلک نہ دباں
مسجد جامع ز دروے چو شہبشت حوض نہیروں شدہ گوہر شہرشت

صفت حوض

در کمرنگ میان دو کوہ آب گہر صفوۂ و دریا شکوہ
ساختمہ سلطان سکند صفات در سد کوہ - آئینہ ز آب حیات
یعنی سلطان شمس الدین لہتمش نے یہ حوض مستحکم پہاڑ میں ایسا بنایا تھا گویا آب حیات
کا آئینہ ہو - یہ حوض حوض شمسی کہلاتا تھا :-

شہر گرازوے بنود آب کش کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش
و رنخورد آب بے اند زہیں کے بزہیں رنخورد آب بے حش

وصف براں گونہ فروراندہ ام
کز غرض قصہ فرماندہ ام
خال تکلف ز روش جربال
نظر نماید مگر اندر خیال
عیب خیاں نیست کہ نہفتہ ام
کاخچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
ہست امیدم کہ سخن پرور
چوں نگرند از رہ بنیش و آں
عیب یکے نیست کہ چونید بان
اب وصف اثیایں سے ہم "مشتہ نمونہ از خروارے" پیش کرتے ہیں:-

صفتِ حضرتِ دہلی

حضرتِ دہلی کُف دیں و داد
جنتِ عدن ست کہ آباد باد!
ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات
حرسِھا اللہ عن الحادِثات
از سہ ہزارش دہاں مقام
وزدو ہاں کیفش وہ سلام
حصنِ برویش ز عالم بروں
عالم بیرونش بخصنِ اندرون
حصنِ برویش تو کوئی مگر
چرخِ بزریرست ہزارش زبر
قبہ سلام شدہ در جہاں
بستہ اوقبہ ہفت آسماں
ساکن او جملہ بزرگانِ ملک
گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک
تختِ گہ تا جورانِ بلند
گشتہ ز اقبالِ شہاں سر بلند

لے کف - پناہ ۱۲ نام ایک بہشت کا ۱۶ ۱۷ ایک شہر تھا قوم عاد کا۔ اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اِذَا دَاعَاكَ اِلَیْہِمْ فَاَنْتَ لَمْ تَخْلُقْ مِثْلَہَا فَاِیْلَہِمْ یُنِیْ ارم ستونوں والا ہی جس کی مانند شہر دہلی میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۱۲ ۱۳ گنبد خیمہ ۱۲

قطرہ کہ شد زابر چکاں برہوا مہرہ بلور شدہ در ہوا
 ہر کہ شبے کرد گلیمے فراز کردہ باندا زہ آں پادراز
 و آنکہ زاندا زہ بردوں بردیا سردی ایام نمودہ سزاکے
 گرم شدہ از مدو جامہ مرد مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد
 و لک و دندان برہنہ تنان پویش شغف بیک چوبک زناں
 صفت آتش

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد دود بر آمد نفس ہائے سرد
 یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کر لی ہے اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں
 نکلتا ہے یہ حسن تعلیل ہے کہ سردی کے سبب سے جو منہ سے بھاپ نکلتی ہے اس کا
 سبب یہ قرار دیا ہے کہ دل میں آگ نے جگہ کر لی۔ اور دل میں جگہ کرنا کب یہ
 محبت و الفت سے ہے۔

گرچہ زبردست غنا شست گشت بسر ماہمہ رازیرست
 پختہ از و گشت ہمہ دیک مرد دیک بسے پخت وے خود بخود
 گاہ بہر خانہ وطن خست گاہ بسے خانہ برانداخت
 خلق بہ پیش آتش و پنیہ زپ خود بمیان ماندہ چنیں دیکس؟

لے چوبک ایک و ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے
 بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں۔ سونہ جائیں ۱۲
 لے یہ قدیم خیال ہے کہ کرہ نار سے بالا ہے۔ اس کے نیچے باد۔ اس کے نیچے خاک۔ پیراب ۱۲

اس کا پانی زمیں میں جذب نہیں ہوتا۔ ایسا پانی زمین میں جذب ہونے کا
قابل کب ہو؟ اور یہ امر واقعہ ہو کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں
جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جمنائیں جا کرتا ہے۔

نیم فلک بہت بزریر زمیں چوں تیشِ منیت زمیں آس ہیں
حوض نہ گویم کہ جبابے زلزلہ نور کر و دیدہ بد باد دور!
اس کے بعد بغیر عنوان قائم کئے شہر کی صفت پھر شروع کر دی ہے۔ اور اسی کے
ضمن میں مردم شہر کی صفت ہے۔

صفتِ مردمِ شہر

مردم او جملہ فرشتہ شہر خوش دل و خوش خچے چو اہل بہشت
ہر چہ ز صنعت بہمہ عالم ست ہست در ایشان زیادت ہم
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند اہل سخن خود کہ شمار کہ چند
ہر طرفے سحر بیانے ٹوست ریزہ چیں کمتر شاں خسروست
پنج ہزار از ملک نامدار لشکر شاں بیشتر از صد ہزار

صفتِ فصل وے

زال جہاں سپنج زدن کرد ساز داد لبش شہت بغایت دراز
روز چنان تنگ مجال آمدہ کش بگہ چاشت زوال آمدہ
لبتن نخ بود بہر بوستان گرچہ نہ بد برف بہند و ستاں

صفت فصل خزاں

فصل خزاں چوں کجین خانه خست
باد رواں کره به گلزار خست
جامه خود کرده بنفشه کبود
گشت چو صوفی بر کوع وجود
سوخته از آتش خود لاله زار
گشته درونش ز خزاں پرغبار
هر شجر باغ ز سر تابنه
مانده ز بے برگی خود برهنه
نرگس بے دیده رواں کفر و رش
خار عصار با و خزاں کور کش
رنجی خستنی کرد و درختاں ز سر
گشته زمین پر زور و مایه زور
بر زمین افتاده بے نارین
لرزه کناں بر سر شاں یاسین
گرچه ز که لاله نهاں کرد پی
لاله نو ساخت شه از جامه
گرچه چمن بود پر از برگ زرد
شاه زمین در ته دینار کرد
گرچه که بر بست هوا سیم آب
شاه کشاد از کف خود سیم ناب
از کرم شه که عدو سوز بود
فصل خزاں موسم نوروز بود

صفت فصل بهار

فصل بهار که علم بر کشید
ابر سر پرده بر اختر کشید
سکه گل چوں درم شه زدند
سکه لصد و جبر موجه زدند
جامه گل پاره شده بر تش
غچه گره بر زده برداشتنش
گل ز کرم زرد و داس را که بست
وز پئے خود جامه نسا زدند

قصرِ نو و شہرِ نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیتباد نے کیلو کھڑی میں جہنا کے کنارے
تعمیر کرایا تھا:-

قصر نہ گویم کہ بہشتِ فراخ روفتہ طوبے در اور ایشاخ
بامِ سفیدشن فلکِ سود سر کرد بخورشیدِ سفیدی اثر
آئینہ گشتہ ز گج صافِ خشت دیدہ در و صورتِ خود را بہشت
ہر چہ کہ در آئینہ بنید جوان پیر در ایں خشت بہ بنید ہاں
ایہی انیٹوں پر ایہ چونہ گچ کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دیکھتا تھا اور جو کچھ جوان آئینہ
میں دیکھتا ہی بڑھا آدمی ان انیٹوں میں دیکھ لیتا ہی (

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی انیٹوں سے مخصوص کر دیا ہی۔ مثل یہ ہی
”انچہ پیر در خشتِ خام بنید جوان در آئینہ نہ بنید“ اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ
اہل تجربہ تو جھٹ پٹ بات کی تہ کو پھینچ جاتا ہی اور نا تجربہ کار غور کرنے سے
بھی نہیں سمجھتا۔

ہر چہ کہ نقاش بیکِ کوشید عکس بدیوارِ دگر شد پدید
طرفہ عرو سے شدہ آراستہ آئینہ از آبِ رواں خواستہ

(یہ قصر و شہر نو تو ہی سنوری ہوئی دِلن ہی اور جہنا کا پانی اُس کا آئینہ ہی یعنی جہنیا

(اس کا عکس نمودار ہی)

کا فر تار برون از ہزار
 روے چو آتش کلاہ از چشمش
 سر تراشیدہ زہب سرفلم
 رخنہ شدہ طشت مس از چشم تنگ
 زشت تر از رنگ شدہ بونہ شال
 چہرہ شاں و بے خم یافتہ
 بینی پر رخنہ چو گوئے خراب
 موی زمینی شدہ برب فراز
 کردہ زرخ شاں ز محاش کنا
 از پیشاں سینہ سپید و سیاہ
 بر تن شاں از سپش بے شما
 خوردہ سگ و خوک بدنہان بد
 شہ عجیب اں ہمہ رو ہائے شہرت
 دیو سپید آمدہ ہر یک بروے
 کرد و گر گونہ بر اشتہر سوار
 آتش سوزاں شدہ یا شہم خویش
 زان قلم بگنجیت خدلاں رقم
 دیدہ و رانداختہ و رخنہ سنگ
 پست تر از پشت شدہ روئے شال
 جاے بجا کنگھاگ و خم یافتہ
 یا چو تنوے کہ ز طوفان آب
 سبقت شاں گشتہ بغایت راز
 اہل زرخ را بہ محاسن چہ کار
 کاشتہ کجہ بزین تباہ
 پشت چو کینخت شدہ دانہ دا
 ہر ہمہ دندان خرد بے خرد
 کایزد شاں ز آتش دوزخ شہرت
 خلق بہ لاجول ز ہر چار سوے

لے کاٹے جانے کے لئے ۱۲ لے بے ہرگی۔ بے نصیبی ۱۲ لے کپہ ۱۱ لے سلوٹ ۱۲

لے موچ ۱۲ لے بال ۱۲ لے جوں ۱۲ لے تل ۱۲ لے کنایہ ہی احمق سے ۱۳

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر آہن او آب شد از تابِ مہر
 ہر گل بالاکہ دہد بوتاس بیشترے ہست ز ہندوستان
 ویں گل ہندی کہ چمن کرد را نے بخراسان کہ بعالم نہ خاست
 کیورہ ہر برگ چو سیم سپید عود از دوسوختہ چوں مشک بید
 ماندہ چو درجامہ شمیمش مقیم جامہ نامد کہ بمب اند شمیم
 یک گل بیل و وہ دیگر دروں گل ز گل و گل ز گل آمد بروں
 مولسری خرد و بزرگ از ہنر خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ و
 بلوے آں را کہ بمغز آرمید بلوے دگر گل کہ تو اند کیشد؟
 چند نہ در شہر کہ در روم و روس جمع شود بر سر شاہ و عروس
 طرفہ گل چنیہ بعالم کہ دید؟ کانِ زمرہ کہ زر آمد پدید
 کشت ز سر شرف گل ز روم دُر گل بز میں گو نہ زر و اُم داد

ہجو مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیرانِ مغل پیش کئے گئے ہیں تو اُس موقع
 پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلوں
 نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدتِ ہائے دراز تک اُن کے متواتر
 حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اُس قوم سے سخت
 نفرت تھی۔

ماہِ نویے کا صلِ وے از سالِ جا ^{نامِ درخت ۱۱}
 ہم چو کماں پر خم و تیر از میاں
 بیشتر از مرغ پر و در کشاد
 گر چہ بدریا گزرد بیش و کم
 بگزر د از آب و سوارش نجواب
 با سبکی بار تو اندکشید
 یک سہ نوگشت بدہ سالِ رست
 تیر ستادہ بہت کماش و اول
 بیشتر از باد و رود و ز باد
 آب نباشد مگر شش تا شکم
 غرق نگردد چوں سوارانِ آب
 از سبکاں بار کشیدن کہ دید؟

صفتِ اسپاں

تیر تگانی ہمہ تاثری نثراد
 تیر تگ گوش چو پیکاں پدید
 از سہر آراستہ پاتا بفرق
 کوہ گراں یک گراں سنگنے
 از تگِ شاں پکاں ہ صرصر زو
 آبِ واں از پے صحر اگشت
 پیکر آں راہ نور دانِ پاک
 تیزی تھکانِ محیطِ آرموں
 چوں دہ آتش و انبانِ باد
 بر سر یک تیر و پیکاں کہ دید؟
 گاہِ روشِ ابر بختن چو برق
 یک تگِ شاں جز بد و فرنگنے
 باد بد یو اربے سر زدہ
 باد صبا از پے گلگشتِ ثبوت
 بادِ مجسم شدہ بروے خاک
 آبِ بجز از خاکِ نیل گوں

لے لوہاروں کی تاجنے کی دھونکنی ۱۲ لے لوہاروں کی چڑے کی دھونکنی ۱۳ لے پید گھوڑا ۱۴

لے کاوہ لگانے والا ۱۵

صفتِ موسمِ گرما

ہر دم صبحے کہ دما دم گرفت	آتشِ خورشیدِ عالم گرفت
شب شدہ چوں روز دے اندر گداز	روز چو شہلے زمستان دراز
خلق کشاں در پیر سایہ خست	سایہ گریزاں بہ پناہِ خست
جانبِ سایہ شدہ مردمِ دواں	سایہ بدنبالہ مردمِ رواں
خوں برگِ مرد زبوں آمدہ	خوے شدہ از پوستِ برون آمدہ
پایے مسافر برہ گرم و دور	ز آبلہ برقبہ چو نانِ تنور
ز آتشِ گرما کہ شد از سرِ حواں	آہوے صحرا شدہ آہوے خواں
باد زنہ باد بدستِ ہمہ	وز دم او باد بدستِ ہمہ
ہر ہر میوہ ز تابِ تموز	مرغ شدہ بختہ خورد خام سوز

صفتِ خرنیزہ

خرنیزہ گوئی کہ بصر او گشت	گوئے بود از ثمراتِ بہشت
از مرزہ گرد آمدہ در فے نبات	خام خضر بختہ چو آبِ حیات

صفتِ کشتی

ساختمہ از حکمتِ کار آگہاں	خانہ گردنہ بگردِ جہاں
نادرہ حکمِ خداے حکیم	خانہ رواں خانگیاش مقیم

لہ وہ موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہے ۱۲

رے چو در حلقہ بند گاہ کیں زاد میاں حاملہ گرد و زیں
چوں ہریش در روش آواز داد گنبد گردنہ صدا باز داد
بانگ بلندش زدہ بارعد کوس ابر بلندش بدم داد بوس

و

ہست سہ چیز آنکہ چو آرنیش پیش کشد دل چو بیندیش
بوزنہ و طفلِ نخلکے و پیل دیدہ ام ایں راتجارب دلی

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو جتنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہے۔ بندہ
باتیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی۔ محکوم یہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہے)

مقاماتِ مثنوی | شعرا کا دستور ہے کہ مثنوی کے بعض مقامات پر زور طبع
صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً

حمد، نعت، موعظ، مناجات، ثنائے مجدد، رزم، بزم، سراپا،
وصال، فراق، چنانچہ خود مصنفؒ نے بعض مقامات کی نسبت فخر یہ کہا ہے۔

ساخنۂ ام ایں ہمہ لعل و گہر از خوں پیشانی و خونِ جگر

ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز ہچو بلبلے ست بیابانِ غار

ہر رقمِ نعتِ رموزش بحیب چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب

ہر غزلے دستہ عشاق کش پیش کہ بکشد زردوں پردہ پیش

ابوح معانی نہ بہدا طبع بلکہ گزشتہ زساواتِ سبع

پیشانی پر خون جگر

صفت برہ تبول

ناد رہ بر گے چو گل بوستان خوب ترین نعمت ہندوستان
 طرفہ نہاتے کہ چو شد دروہن خوش چو حیواں بدر آید ز تن
 خوردن آں بجے دہن کم کند سستی و نذاں ہمہ محکم کند
 سیر خورد - گر سنہ در دم شو گر سنہ را اگر سنگی کم شو
 [شکم سیر شخص پان کھائے تو بھوک لگتا ہو اور بھوکا کھائے تو بھوک کو کم کرتا ہو]
 سُرخِ رویش ز خدمت گرش چو نہ و فوغل شدہ رنگ آورش
 گر چہ کہ آبش بنوی ہست بیش کہنہ شود بیش کند آبِ خوش
 (اگر چہ نئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہو مگر پرانے کی آب اور بھی زیادہ ہوتی ہو)
 برگ کہ باشد بد رختاں فراخ زود شود خشک چو آفت ز شاخ
 برگِ عجب ہیں کہ گستہ زبر از پس شش ماہ بود تازہ تر

صفت پیل

پیل چو کوہ ہے کہ بو بے ستون چار ستوں - زیر کمر بے ستوں
 پچپش خرطوم بسانِ کند اژدرے افتادہ ز کوہِ بلند
 در زمیں آنجا کہ سرا فراختہ مار ز سر - غار ز پا ساختہ
 کشتی حاج ست تو کوئی روں گشتہ دو گوش زود و سواد باں

ہستی مانند خوردند کے ست واں ہمہ ہستی مالیکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہے اور وہ بھی ہماری ہستی کے برابر ہے)

یعنی ہماری ہستی عارضی ہے حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے ہستی کی
برابر ہے۔

من کہ ہمہ ہستی من نیستی ست ہستی بے نیستی نہ ہم کہ ہے ست

(میری ہستی سراسر نیستی ہے۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے؟)

یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہے۔ جو صفات و اسماء الہیہ کا منظر ہے۔ اس لئے
بظاہر موجود نظر آتا ہے۔ لیکن وجود حقیقی جو لوٹ عدم سے منترہ ہے وہ ایک عارضی
موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نست شناسدہ ہستی مگر آنکہ در نیست ز ہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہے تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی حقیقی ہے)

مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنا شناسا آپ ہے۔

ثابت مطلق بصفات احد زندہ باقی بہ بقاے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہے بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہے)

اس کی حیات و بقا ابدی ہے)

بود در اول کس از و پیش نے ماند در آخر کس از و پیش نے

(وہی اول تھا۔ اُس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

اس ثنوی میں حمد، نعت، معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ
عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہو سکتی ہے جو اصحاب
حقیقت و ارباب معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار حسبہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

حمد

واجبِ اَوَّل بوجودِ قَدَم نے بوجودِ دیکھ بود از عدم
[خداے تعالیٰ کی ذات واجبِ اَوَّل ہے جس کی ہستی قدیمی ہے نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد
پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی]

نورِ فزائے بصرِ دور ہیں دیدہ کشائے دلِ عبرتِ گزین
[جو نگاہ دور بین ہے اس کو خدا نے ہی روشنی دی ہے اور جو دل کہ آثارِ قدرت کو دیکھ کر نصیحت
چل کر تا ہے اُس کی آنکھ خدا نے ہی کھول دی ہے]

رنشِ عللِ درِ رُشِ افکنده سم علتِ معلولِ دروہر دو گم
[معرفتِ الہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہے کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں گم ہیں
یعنی حکما جو علت و معلول کے طریقے سے استدلال کرتے اور ذاتِ حق کو علتِ اعلیٰ قرار دیتے
ہیں اُن کا یہ طریقہ عرفانِ ذاتِ حق کے لئے محض ناکافی اور پہنچ و پونچ ہے]

کس نبردِ راہ بہ تحقیقِ او و رُ بردِ اِلَا کہ بتوفیقِ او
[حقیقتِ ذاتِ الہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہے تو محض اُسی کی مدد سے]

(وہ آبِ خاک کی آلودگی سے پاک ہے یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کاپاک اُس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ اوست ز مردم دروغ تاہم ازودیدہ نیابد فروغ
(لوگوں کی طرف سے اُس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اُسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو)

یعنی ان آنکھوں سے اُس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اُسی کے نور سے اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: سَرِئِلْتُ سَرَبَتی بِرَبِّی۔

دورِ زمیں را بر ماں باز بست دام و دوا ز فے با ماں باز بست
(گردش زمیں کو زمانہ سے وابستہ کر دیا ہے یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسائش حاصل ہے)

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر اور ان سے بھی متقدم حکما گردش زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:-
”بعضے حکما گویند حرکتِ یومیہ از حرکتِ زمین ست یعنی فلک کو اکب برجائے خود

ایستادہ اند و زمین حرکتِ دوریہ از مغرب بمشرق می کند و آنچه بدست آنرا بخود ہوا میگردد اند و ازوے کو اکب گاہ غارب گاہ طالع نمایند۔ آں چنان کہ سوار کشتی را کہ

کرد خرد و وحدت اور اسجد ثانی اور متمنع اندر وجود
(عقل نے اس کی جگانگی کو سجدے کئے۔ کیونکہ اُس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)
حکماء صوفیہ نے حضرات وجود میں قرار دیے ہیں :-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) متمنع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہے۔ وہ وجود حق ہے۔
(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہے نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہ ہونا یکساں ہے
اور وہ مخلوقات ہے۔

(۳) متمنع الوجود جس کی ہستی محال ہے یعنی جس کا نہ ہونا ضروری ہے۔ وہ ثانی
ذات حق ہے۔

شرک نہ در ملکتش دست سا خود نتواں بود بشرکت خدا

(اُس کی حکومت میں شریک نہ ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرک کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجہ خیال و تصور چون و چرا؟ کے گنہ آجا گز؟

(جو خیال و تصویر ہی میں نہ سما سکے وہاں چون و چرا کا گز ہی نہیں۔ یعنی اُس کی نسبت یہ سوال ہی

نہیں ہو سکتا کہ وہ کیوں ہے؟ کیسا ہے؟ کس لئے ہے؟

پاک نہ آلودگی آب و خاک پاک تراز ہر چہ بگوئید پاک

نورِ نخست چو علم برکشد شامِ عدم را سحر آمد پدید

(یعنی سب سے اول نور محمدی ظاہر ہوا اور اُس نور سے معدومات پر فیضان وجود ہوا)

ہستی او تا بعدم خانہ بود نقش وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کرش غرقہ آب فنا یافتہ در بحرِ لب آشنا

بے خط و قرطاس ز علم ازل مشکل لوح و قلمش گشتہ حل

(یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلی تھا۔

اسی سبب آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہو گئیں)

چوں قلم اندازہ علمش بنداشت علم بدل کرد و قلم را گزاشت

نعت کے ضمن میں قرآن مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی

ہو کہ رسول کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں

ہونے آئیں مگر فرمان خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہو جیسا کہ

بوقت نزول تھا۔ اگر یہ دینِ مبین (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسول اکرم صلعم

اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلامِ مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی

کیونکہ جو آیات الہی نہیں ہوتیں ان کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

مدتِ بقیۂ شد از و تا با ما تازہ ترست ایس خطِ والا با ما

گر ز گزافے بدے ایس ہیکل اوشد و ایس نیز نما ندے بجائے صلعم

کہ چون کشتی حرکت کند چنان در تخیلش در آید کہ ساحل متحرک است و نفس الامر حرکت از کشتی است۔ بریں مذہب زمان وابستہ بدور زمین شد۔

مناجات | یہ مضمون بھی پراثر اور عارفانہ ہے۔

سویں خودم کش کہ الہی شوم	خازنِ گنجینہ شای شوم
آں عمل آور زمن اندر وجود	کاں بتو ام راہ تو اند نمود
آنچہ دلم را ز تو دوری دہ است	دور ترک دار کہ دوری بہ است
بر من رسوا شدہ عیب کوش	عیب تو پوشی کہ توئی عیب پوش
من کہ بحکم تو دریں کار گاہ	از عدم این سوز دہ ام بار گاہ
جز تو شناسندہ این از کسیت؟	کا آمدن و رفتن من بہریت؟
بہ کہ چو آوردی و باز مبری	ہم بسجے خویش فرازم مبری
سرم را چوں ہمہ اندہ	باز رہا بخم کہ رہا نندہ
گرچہ تن من نیے سوز را	رحمت تو از پیے این دوز را
از عمل خود چو نشینم نخل	ذیل کرم پوشش بر تنم نخل
نعت پیش رو کو کتبہ نبیا	کو گیش از منزلت کبریا
از حدِ ناسوت بروں تاختہ	بر خطِ لاہوت وطن ساختہ

منزلتے یافت منازل نورد کیف و کم از راہ بروں پروگرد
 پردہ خویشی ز میاں خاستہ مرتبہ بے خودی آراستہ
 چوں ز میاں رفتہ حجاب خیال بے جہش جلوہ نمود آن جمال
 جام عنایت ز صفا نوش کرد وز خودی خویش فراموش کرد
مدحت شاہ | اگرچہ ممدوح کارویہ ناممدوح تھا مگر شاعر کو شیوہ شاعری کے
 لحاظ سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی :-

سلاک سخن را کہ دُرافشاں کنم پیش کش حضرتِ سلاطین کنم
 لے سخن! از رشتہ بروں آردر وز دُر خود کن ہمہ آفاق پُر
 زانکہ چو بوسم درد دولت پنا تحہ ازیں بہ بنود پیش شاہ
 شاہ سکندر و شہ و دارانشاہ آئینہ روئے سکندر و شاہ
 اس طرح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور موزخانہ نکلا ہی جو کعباد
 کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہی :-

تا تو گرفتہ ہمہ عالم بنام تیغ فروخت میانِ نیام
 یہ بات بالکل سچ ہی کہ اس کی داد و دہش اور عیش و عیاشی کا شہرہ تو دُور دُور
 ہوا۔ مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا۔

بزمِ مغربی | سلطان ناصر الدین کی شبینہ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقاتوں
 کے تحت میں کر چکے ہیں جس کے بیان میں خسرو شعرانے ہر ایک ادنیٰ

ہرچہ نہ آثارِ خدائی دہد کے ہمہ وقت روانی دہد
 نیست شمع کو ز جہاں سبت با دولت او تا بہ ابد پسے دا
 معراجِ رفته و باز آمدہ دریکے ماں رفتن و باز آمدنش تو ماں
 دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہے اور لفظ تو ماں اس مصرع کی روح ہے جو سامع
 کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہے۔
 معراج سے مراد محبت کا مضمون خواجہ نظامی نے بھی مثنوی مخزن الاسرار
 میں بیان کیا ہے :-

”واں سفر عشق نیبا ز آمدہ در نفسے رفته و باز آمدہ“
 مگر خسرو کے شعر میں لفظ تو ماں نے بید لطافت پیدا کر دی ہے۔
 چشمِ یقینش چو بر حمت قتاد اُمتِ بیچارہ ز نقش زیاد
 آب کہ خود خورد ازاں ز فرمہ قطرہ چکانید بکام ہمہ
 قطرہ او چشمہ والا شدہ چشمہ چگویند کہ دریاشدہ
 نیم شب آں پیکِ الٰہی دُو آمد و آورد و براتے ز نور
 دا نویدش کہ ازیں قعر چاہ خیز و بدریاے ابد جھے راہ
 برق صفت جست بہشت ہر کردہ ہمیشاقِ شباب از وثاق
 جست بروں جو ہر ش از کن نکال یافت مکا نے بحدِ لامکاں
 از زبرد زیر بروں برد ذات زیر و زبر ہیچ نہ انداز جہات

پیش رو راه ز نورِ بصر گم شده را در دلِ شب راهبر

صفت بادیه

خو که عرق از تنِ مژاں کشند گوهرِ هر مرد از و شد پدید
پیش چنان گوهرِ یاقوتِ ننگ کوه زده بر سرِ یاقوتِ سنگ
نامِ حرامِ ارچه بر و شد وبال هر چه نمکِ خور و مدالِ خبرِ حال
طرفه حرامی که بهر دست گاه حق نمکِ دار و ازیں سالِ نگاه
لاجرمِ او دشتِ نمکِ را غریزِ حرمتِ او دشتِ همه خلق نیز

صفت قرا به

سینه قرا به بر آورده شور و زخس خود چشمِ بدان کرده کور
خونِ دشتِ گرچه بسا غریزِ هم نه کشد سر ز تواضعِ گری

صفت پیاله

گشت لبابِ ز می جانِ سر کرده حدیثِ از لبِ حبه هشت
بادیه تو گوئی که در و از صفا هست معلقِ بمیانِ هوا

صفت ساقی

ساقی صوفی گش و مردمِ نریز برده بیک غمزه ز عالمِ تشکیب
نرگسِ نازنده او نیم باز نیمه از خوابِ دگر غمیه باز
از کفِ او دود و دودِ مادامِ خوشست و در مثلِ جور بود هم خوشست

اعلیٰ شے کی صفت نگاری کی ہی اُس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبع ناظرین کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

صفتِ شب

شب چو بیارہست سرِ سپر	گشت مکمل تنقّٰی ماہ و مہر
یافت فلک پردہ گوہر نگار	رشتہ شب از پئے آں پود و تار
طاق سما کر چرخِ آشکار	طاق یکے بود و چرخش ہزار
جوہری شام بود اگر ی	کردہ گہر پیشکشِ مشتری
چرخ یکے حلقہ انگشتین	بر سر یک حلقہ ہزاراں نگین
خوشہ چرخ از علفِ خانہ خیز	بہر خروسانِ سحر دانہ ریز
کر مکِ شب تاب ز بہر جہاں	ہیچو شرار از سر آتش جہاں

صفتِ شمع

شمع بہر بزرگے سر فراز	خاصہ بہر م شمعِ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز	دردِ شب شمعِ پیوندِ روز
ساختہ از دودِ مداد کے زمر	دادہ بہر دانہ سواد کے زمر

صفتِ چراغ

گشت رواں خانہ بخانہ چراغ	آتش او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہلنے بزبانے دراز	باہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز

نانِ تنوری ز طرب تہمت زان کہ بخوانِ شہِ عالمِ شامت

صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری اب نچنے پر ز مہ و مشتری
پردہ بر انداختہ از آفتاب کردہ بیک غمخیز جانے خراب
روے چو خورشید بر افروختہ جانِ کساں ز آتشِ خود سوختہ
یافتہ از نغمہ کلوشاں خراش صوتِ خراشیدہ شاںِ جانِ خراش
ز ابروے خمِ پشتِ کماں سختہ تیرِ قرہ نیم کش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور قرہ مثل تیر۔ یہ تشبیحات متبذل ہیں مگر تیرِ قرہ کا جو وصف بیان کیا ہے کہ ”نیم کش انداختہ“ اس میں ایک اداس خاص کی تصویر کشی کی ہے جس سے مضمون شعر نہایت بلند ہو گیا۔

دلی میں کیتباد نے جشنِ نوروزی کیا ہے خسر و نے
جشنِ نوروزِ مغری | اُس کا تمام سامان اس بیان میں سجایا ہے گھوڑوں

اور ہاتھیوں کی قطاریں ساز و براق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہے :-

(۱) زریں (۲) موہیں (۳) اصلی یعنی گلہ سبوں کا

دیواریں طلسم سے سجائی گئی ہیں۔ زرِ لعل کا فرش ہے۔ بادشاہ تخت پر جلوہ فرمایا ہے۔ فوجی سردار صفت بہ صفت حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہو رہی ہیں۔ محاسب

چوں بد بادہ و گوید کہ "نوش" مست بروزِ دگر آید بهوش

صفت چنگ

چنگِ سرافکنده سرافراخته موے بمویش ز مهر ساخته

صفت رباب

کاسِ رباب ز شغبِ دلنواز برده دلِ مردم و جان داده با

صفت نی

نامے دهاں بسته و بسیار گوی نامے مگو کش بفسوں مار گوی

باز کند لب چو زباں آورے لیک بانفش بلب دیگرے

صفت دف

زهره ز دورش بسرود آمده خنبرش از چرخ فرود آمده

بسته جلاجل بکر جابجا چوں مکر چرخ جلاجل منکا

هر سخن نغز که باد دست کرد آں همه در پرده و دور پوست کرد

صفت مائده خاص

گرم ترین کار گزاران خواں مائده کردند ز مطبخ رواں

خوانچه آراسته پیش نهرا هر همه الوانِ نغم کرده بار

صدق از شیر آب نبات در مژه همشیره آب حیات

نانِ شنگ صاف بدان گو نه بود کز تنگی رو بدگر سو نمود

ازور ویا قوت درختاں فرخ مرغ ز زر ساخته بالے شاخ
 شاخ تو گونی کہ بخوابد حکید مرغ تو گونی کہ بخوابد پرید
 [یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اس میں سے پھل ابھی ٹپک پڑے گا اور
 چڑیا ایسی ہر کہ گویا اڑا چاہتی ہے]

ساختہ از موم بے نخلِ حُت کاں بجز از موم نیاید دست
 باغِ سوم چوں گزری نرسد باغ یافتہ از لالہ و ریحاں فرخ
 بستہ بے دستہ گلِ دلفریب کوششِ صد دستہ نمودہ بنریب
 [بہترے دل فریب گلدستے تیار کئے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش
 صرف ہوئی تھی]

یافتہ سبزہ زچمن ہا درود بہر درود آمدہ آں جافرود
 قصرِ ہایوں ز زمیں تاسماک ز یوزر بستہ چو فردوسِ پاک
 طلسمِ رلفت بدیوارِ سنگ دادہ بہر سنگِ یاقوت رنگ
 کردہ مسلسل ز گیسو بریا کانِ زرشخِ اندہ فلکِ بے ریا
 خاکِ ازاں مفرشِ زرباقعہ خلعتِ نوروز ز شہ یافتہ
 جشنِ چو آراستہ شد یک سرہ از طرفِ مہینہ و مہیرہ

۱۱ کاٹنا لکھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرعے میں بمعنی دعا۔ آفریں۔ تحنیں ۱۲ لے نام ہے
 ایک ستارہ کا ۱۳ لے بے شک و شبہ ۱۴ لے فروش ۱۵

اُن کا حساب لکھ رہا ہے۔ حاجب پکار پکار کر تفصیل بیان کرتا ہے۔ رات کو
بزمِ نوشی کی دھوم دھام ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعتِ انعام۔

از دو طرف رایتِ لعل دیا سایہ رسانید ز ماہی بہ ماہ
یک دہزار ہپ مُرّقعِ ستام از دم خود بستہ صبار ادم
[ایک دہزار گھوڑے جن کا زیور جڑاؤ تھا۔ ایسے تیز کہ باد صبا کو اپنی دم سے باز رکھا تھا]
مِیمنہ جہا سید انداختہ آتش از دو دِ سلبِ ساخته
[دایں طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں۔ گویا گھوڑے آگ میں اور اُن کا سیاہ لباس
دھوئیں کا]

میسرہ از پوششِ جہا لعل جلوہ کنان با دِ زگل ہائے لعل
[بائیں طرف کے گھوڑوں کی جھولیں سنخ تھیں گویا گھوڑے ہوائے اور جھولیں لال ہال چول]
وزیں سپانِ صفِ پیاہست ابرو ہوا کردہ بصحرا نشست
قلعہ آہن تیر بر گستواں قلعہ بجاماندہ ستونش رواں
[باقی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھڑ پڑی ہو۔ قلعہ قائم ہو اور ستون یعنی
ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں]

باغِ زر آراستہ شد بے با کردہ برو ابر جو ہر نشا

۱۱ ستام۔ گھوڑے کا زیور ۱۲ مِیمنہ۔ دایں طرف ۱۳ سلب۔ لباس ۱۴

۱۵ میسرہ۔ بائیں طرف ۱۶ مراد گھوڑوں سے ۱۷

(اس سرے سے اُس سرے تک جہلہ ملازمان شاہی نے ندریں پیش کیں)

گشت پُر از نافہ چینی زمیں	بادشاہ از نافِ زمیں نافہ چین
ہر وصف از صفِ شگنائِ گشت را	تیغ و ابر دست چپ دست را
حاجبِ فضاں چو قمری و سار	نفر نوا گشتہ بغضِ بہار
شب چو برآین بہاراں زمیں	کرد ہوا پُر ز گل و یاسیں
شاہِ نخلو تگہ دولت شنافت	خلوت از دولت جاوید یافت
کرد رواں برفِ چوں لالہ زار	بادہ گل رنگِ بہوے بہار
شاہ بہر جہرہ کہ بر خاکِ رخت	در جگرِ خاکِ دریاکِ رخت

اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی (جن میں خاص متفرق مقامات) خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں پیش کرتے ہیں۔

جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر	پُر گنہاں را بکرم دستگیر!
گرچہ تین من ز پئے سوزِ رست	رحمتِ توازیے ایں روزِ رست
من کہ نہ نیکی بہم بد کردہ ام	نیک بد خود بتو آوردہ ام

۱۔ تفصیل بیان کرنے والا چہ دار ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

زائد اور یہ متعین کا محاورہ ہو ۱۲

شاہِ جہاں شست بزیں سیر چشمِ جہاں دُختہ از قد چو تیر
 آبِ دُر از تاج و قبا و کمر تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر
 چونکہ بادشاہ کے تاج، قبا اور پٹکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو پٹکے کی
 چمک کر تک اور قبا کی گلے تک اور تاج کی سر تک تھی۔ اس شعر میں
 ایک توفیق و نشر ہی بترتیب معلوس اور دوسرے ایہام کیا ہے لفظ آب کے
 حقیقی معنی سے۔ اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہے مگر بندش الفاظ اور
 حسن معنی کے لحاظ سے پُر لطف شعر ہے۔

تن چو دراز خلعتِ روشن جگر خونِ یوقیت بگردنِ حُکمت

(بادشاہ نے جب یہ خلعت زیب تن کیا تو یاقوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا یعنی یاقوت
 اس رشک سے خون ہو گئے کہ خلعت شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یاقوت جو گریبان میں ٹکے
 ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخ دیلکھ کر شرمندہ ہو گئے)

جنبشِ سہم از ہر کرل سہم زناں جبرشِم اخترل

(فوجی سردار جو اُدھر اُدھر چل پھر رہے تھے ایسے چست و چالاک تھے کہ گویا ستاروں
 کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے)

شعنہٴ بار آمد وصفِ رست کرد ترکِ فلکِ سہیت از دُخست کرد
 پیش کشیدند کراں تا کراں خد متی ہر ہمہ خدمت گراں

تا جاگِ گردن کش و لشکر شکن	بیشترے نیزہ و رو تیغ زن
راوٹِ تھوپیں زنجِ خاراٹھگان	پشت بہ پشت از پٹے روئے مصافحہ
خشتِ زمانے کہ گہ آزموں	خشتِ نشانہ بہ سنگ اندر و
پایک بازی گرموزوں خرم	دادہ بازی سرخود بہر نام
پیکِ گراں سنگِ سبکِ ایستاد	تذوچا برے کہ رود روز باد
بحرِ رواں - لشکرِ دریا نورد	موجِ زناں آبِ زمردانِ مرد
کیتباد کے لشکر کا بیان ہی جو دلی سے روانہ ہوتا ہو	آتشِ گوئی بہ نیتاں گرفت
نورِ علمہا کہ بہ کیوں گرفت	درِ بخِ مہ کرد محاسنِ پدید
پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید	کوسِ زدہ بان فلکِ کاسہ و شش
ودمہ کاسہ باوازِ نحو شش	پیرِ فلکِ خانہ زرنے ساختہ
نیزہ کہ بر چرخِ سرافراختہ	زلزلہ در عرصہ عالمِ فگند
ہیکلِ پیلاں بزمیں خمِ فگند	رے زمیں عرصہ شطرنجِ بود
زاں ہمہ دندان کہ بلا سنج بود	لرزہ در افگند زمیں را بناف
جنشِ سپاہِ از سمِ خاراٹھگان	رقصِ ہی کرد بہانگِ صیل
ہر یک از اں کوہِ تناجِ چیل	

۱۱ اولادِ عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲ سر دار - راجپوت ۱۳ نیزہ کو چک ۱۴ ہندوستان
 کی ایک قوم ۱۵ آوازِ نفاہ ۱۶ مراد از سپاہ ۱۷ بالفتح آوازِ سپ ۱۸

عذر ز عاصی بود اندر گناہ طرفہ کہ من عاصی او عذر خواہ

نعت میں فرماتے ہیں ے

تا بسریع رب آں جم نشست رعب عرب در ہمہ عالم نشست

خطبہ لولاک سپرداختہ منبر نہ پایہ ازاں ساختہ

ہستی او تا بہ عدم خانہ جود نقش وجود از ہمہ بیگانہ بود

چوں ز وجودش عدم آواہ یافت تختہ ہستی رسم تازہ یافت

بیان معراج میں فرماتے ہیں ے

جام غایت بصفا نوش کرد وز خودی خویش فراموش کرد

سبکہ بروں برد وصالش پوشت فرق نہشت ز خود تا بدوست

راہ کہ پر گم شد از ازاں جبریل وہم ملائک نشد آغا دلیل

غم از ازاں قبلہ گہ دل کشید بیشتر از خویش بمنزل کشید

رفتہ و باز آمدہ در یک نہاں رفتن و باز آمدنش تو اماں

یہ اس شکر کا بیان ہے جو سلطان ناصر الدین کے ساتھ بھگالے سے

آیا تھا ے

لشکر مشرق زاودہ تا بہ بنگ چیرہ دل ذخیرہ گش و تیز خنک

ترک خدنگ افکن سنداں گواہ ہر ہمہ شیر افکن و اثر در نکار

(فیض)

۱۔ جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کر دے۔ سنداں لوہاروں کا وہ اوزار جس پر لوہا کو ٹٹتے ہیں ۱۲

عبرہ ازاں معبرِ دریا تو جو من دہم از تیغ بہ بحریں سکو
 از تو زہند و سدن پل و مال و ز قبل من قبل قیل و قال
 تاجِ زمن - سر ز تو افتختن عاج ز تو - تختِ زمن ساقتن
 تا تو بمشرق بوی و من بغرب حربہ خورد ہر کہ در آید بہ حرب
 سلطان ناصر الدین کشتی میں سوار ہو کر دریائے سر جو کے پار اترتا ہے
 آب شد از بحر رواں تختہ پوش کردہ زہر تختہ معلّم خروش
 (یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختہ کشتی پر ایک معلّم یعنی کپتان ملاحوں کو چلا
 چلا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرہ ملاح کہ می شد با وج بر تن خود لرزہ ہی کرد موج
 آب ازاں غلغلہ زاندا زہ پیش گرد نمی گشت بگردابِ خویش
 جس وقت کشتی بنبھہا سے گزرتی ہے تو ملاح سب مل کر کھیا رنگی زور لگاتے
 اور نعرے مارتے ہیں اُس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ -
 ”ملاحوں کے شور و غل کو سن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور
 کے گرد گھومنے سے رُک گیا تھا“

کشتی پویندہ کہ چوں تیر بود بود بجائے کہ زمیں گیر بود
 (نیز رو کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا لگی)

گردِ سواراں کہ بخورشیدِ حبت
قطرہ بر چشمہ خورشیدِ لبست
بلکہ ازاں گردِ سرفراختہ
چشمہ خورشید شد اپناشتہ
موتے ننگاں بکماں بستہ زہ
زہ زدہ ابرو کے کماں راگرہ
تیغ برہنہ کہ پوشید دشت
برہنہ راہیں کہ چہ پوشیدہ
تیغ نہ بل کا تیش فولادِ خیز
بر دل سنگینِ عدو گشتہ تیز
کیتباد کا شکر کوچ کرتا ہے

صبح چو بر زدِ علم آفتاب
شکرِ سیارہ فرو شد باب
کوسِ غریمیت ز درِ شہر یار
لرزہ در آورد برویں حصا
دمدمہ را کرد دماٹہ بلند
دم بدم ناسے دما دم فگند
کیتباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصر الدین کے نام ہے

من کہ ز دروازہٴ قلمِ ہند
شکرے آراستہ ام تا بہ بند
سد سکندر زدہ ام از سپاہ
فتنہ یا جوجِ مغل را پناہ
روتو چو خورشید ز مشرقِ برا
من بسمِ اسکندر مغرب کشا
شو تو سوے کام و نگاہِ خورش
من کنم اقصاے عراقین بخش
خیز تو از قلعہٴ رحیں جوے گنج

فتنہ و فساد کو دور کر دیا

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دنیا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اُس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کر دیا۔
 بود بیک جاے صف تیغ و تیر ہنجو فیتاں لب آب گیر

[تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیستاں کھڑا تھا]
 یہاں صف تیغ کو آگیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب تاب کے اور صف تیر کو نیستاں سے۔
 شد زمین از نعل نقش و نگار چون شکم ماہی و اندام مار

[گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقش و نگار ہو گئے تھے کہ وہ شکم ماہی اور اندام مار کی مانند معلوم ہوتی تھی۔ یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکم ماہی اور اندام مار پر ہوتے ہیں]

تیزنگ و گوش چو پیکان پدید بر سر یک تیر دو پیکان کہ دید؟
 [گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اُس کی کنوتیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تر کے سرے پر دو پیکان ہیں]

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرے مصرع میں تعجب مفید مح ہے۔

دائرہ خیمہ ببنری قطار ابر فرو آمد در مرغزار

ہر بادل میں خیموں کا کیمپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبز زار میں بادل اتر پڑے ہیں]
 یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

سوز و گداز

ز سرِ کرشمہ گیر گزے بسے من کن بنایتِ کہ داری نظے بسے من کن
منم و دے دے ز غمت چو ناتوانا بزکوۃ تندرستی گزے بسے من کن

ایجاز

گر چہ پدر بر تختش کشید شست فرو داد پیش روید

سلطان ناصر الدین نے زبردستی پکڑ کر کیتباد کو تخت پر بٹھادیا تھا۔ دوسرے مصر
میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہے کہ

کیتباد تبیل حکم تخت پر جا بیٹھا۔ مگر فوراً اُترا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آیا۔

اس مثنوی کے اشعار میں تشبیہ و تمثیل اکثر نادرو غیر مکرر ہے۔
اور بعض جگہ معمولی تشبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف

تشبیہ و تمثیل

دل پسند بنا دیا ہے۔ لہذا چند اشعار متضمن تشبیہ و تمثیل نذر ناظرین کے جاتے ہیں۔

شکرِ اسلام کہ آبخار سید بود زمین تشنہ کہ دریا سید

(اسلام کا شکر وہاں بھنچا گویا پانی زمین کے پاس دریا بھنچا۔ یعنی وہاں زمین خوشحالی پیدا ہو گئی)

اس شعر میں شکرِ اسلام کے پھنچنے کو ایسے دریا سے تمثیل دی ہے کہ پانی زمین
پر جا پھنچے۔ اور اس کو سیرابِ شاداب کر دے۔

نخچرِ قطرہ آبے شمار قطرہ کہ نبشاند زمین را بجا

(بادشاہ کے نخچر کو قطرہ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روئے زمین سے گردِ خبار کو دبا دیا یعنی

کو لٹھی سے اور بادخزاں کو آندھی کی رہ نہاسے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ ہر ایک کی ظاہر ہے۔

غم بکف دست چنار از روش زین لرزاں بکف مرتش
(چنار کے پتوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہے جیسے رعشہ والے کی ہتھیلی پر پارہ کا پنا ہے)
یہاں چنار کے پتوں پر نمی کے ہلنے کو ایسے زینت سے تشبیہ دی ہے جو کف مرتش پر لرزاں ہو۔

جامہ گل پارہ شدہ برنش غنچہ گرہ بر زدہ برداش
(پھول چونکہ گل چکا ہے تو اس کے تن پر جو کپڑا تھا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا پھول کے پٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہے) یہاں پھول کی پتیوں کو جامہ پارہ شدہ سے تشبیہ دی ہے اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہے۔ پہلی تشبیہ تو متبدل ہے مگر دوسری میں تازگی و قدرت ہے۔

قطرہ کہ شد زابر چکاں بر ہوا مہرہ بلور شدہ در ہوا
(شدت سرما کا بیان ہے کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہے وہ سردی سے جگر مہرہ بلور بن جاتا ہے)
یہاں قطرہ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہے۔

بادہ چو خورشید پیکہ تابہ شام کردہ طلوع و غروبے بجام
(شراب صبح سے شام تک پیائے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہے۔ یہاں شراب کے آفتاب اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہے)

پیکِ گراں سنگِ سبکِ التیاُ تند چو ابرے کہ رود روزِ باد

(ہاتھی ہے تو بڑا وزنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہوتا ہے۔ تیز رو ایسا جیسے آندھی کے دن ابر)
 یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہو جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہی۔ وجہ
 شبہ تیز روی ہر۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصرِ کلیو کھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ :- یہ قصر حسن و زیبائش میں ایک عروس ہے
 جس نے جہان کے آبِ رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہو تاکہ اُس میں اپنا جال دیکھے)

اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہو۔

ہمچو دو آئینہ مقابلِ زتاب آبِ دریاں عکسِ نما۔ رودِ آب

(یہ قصر اور آبِ جمن دو مصفا آئینے ہیں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں نظر آتا ہے)

اور قصر پانی کے اندر (اس شعر میں قصر اور آبِ جمن دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہو)
 مگر ایسے آئینہ سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہو۔

نرگس بے دیدہ رواں کو روشِ خارِ عصا۔ باوِ خزاں کو رکش

(یہ موسم خزاں کا بیان ہے کہ نرگس کے دیدے پٹ ہو گئے۔ اندھوں کی طرح چلتی ہو۔ کاغذ اس آندھی
 کی لالچی ہے اور باوِ خزاں اسکو کھینچ کر لے جا رہی ہے) اس شعر میں نرگس کو آندھی سے کا

عہ استاد و ذوق نے ایک قصیدے میں اسی تمثیل کو الٹ دیا ہے

ہوا پر دوڑتا ہو اس طرح سے ابر سیاہ کہ جیسے جلے کوئی پیلِ مرستے زنجیر

تودہ لعل کہ بہر گوشہ بود رے زمیں پر ز جگر گوشہ بود
 [لعل چوتھار کئے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین رنگا رنگ لعلوں سے پڑتی یا
 وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہے]

آدماں سادہ ز نخ بر من بہوش ز دلب بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چہاں چہ برید
 یہاں ز نخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت متبذل تشبیہ ہے مگر دوسرے
 مصرعہ کے مضمون نے کہ ”چاہ بر سرِ تشنہ رسید“ اس تشبیہ میں ایک دلاویزی
 پیدا کر دی ہے۔

موے میاں در کمر ز ر شدہ رشتہ بیا قوت و گہر در شدہ

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت چہ خفتہ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

نچہ کشادہ گل لعل از پلہ غرق بخوں ناخن سیریلہ آزاد^{۱۲}

ز آبروے خم پشت کاں ستا تیر مژہ نیم کش انداختہ

اودہ میں ایک شب سلطان ناصر الدین کیتباد کی خیمہ گاہ میں آیا ہے۔ اور
 دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

۱۲ پلہ یا پکس۔ درخت ڈھاک ۱۲ عہ بزم مغزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہے ۱۲

شہ بہرِ پتر سیہ می حمید اولِ شبِ صبحِ دوم می وید
 (بادشاہ پتر کے سایہ میں خراں خراں چلتا تھا۔ گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہو گئی تھی)
 اس شعر میں پتر سیاہ کو اولِ شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ
 تشبیہ اول تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

دلکٹِ دندانِ برہنہ تنال چوں شغفِ چوبکِ بگِ نال
 (جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے کے لئے اُن کے دانت بچ رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز
 ایسی تھی گویا چوبکدار چوبک بجا رہے ہیں)

سبزہ نورستہ تو کوئی مگر بچہ طوطی ست کہ شد شیخِ بر
 (سبزہ جوانہ اُگا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے بھی کیاں نکالی ہیں)
 روڈزن از سینہ بروں بردہ صبر آبِ چکائِ دستِ چوبازانِ ابر
 (مطرب نے ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل بے قرار کر دیئے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہو گیا بادل سے میٹھ برس رہا ہے)
 وربکاں دستِ برد چوں ہربر قوسِ قزحِ داں کہ برآمد ز ابر
 کمان کو قوس، قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشتِ دے از بارِ کمرِ خمِ زدہ چوں بسحرِ گلشنِ شبنمِ زدہ
 (بادشاہ کے پتر کی صفت دُرّ، موتوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشنِ شبنم
 کے بوجھ سے)

۱۰ شہ شدتِ سرا سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۱ شہ چوبک۔ دُندا۔ زمانہ قدیم میں انسر چوبکداران
 ایک دُندا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ دُندا سے اس تختے کو بجایا کرتا تھا کہ چوبکدار اپنے اپنے کام پر
 ہوشیار رہیں ۱۲ شہ روڈزن۔ مطرب ۱۳ شہ آبِ چکائ۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۴

کشتِ نہیں آبِ دوباراں چشید مغزِ جاں بچے دو بتاں کشید
 چرخِ یکے شد بہ دو ماہِ تمام بزمِ یکے شد بہ دو دورِ مدام

صوفیانہ خیالات | صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرِ بزمِ
 شاہی کے ساقی کی صفتِ نگاری کی ہے۔ مگر موقعِ ایسا

دلچسپ تھا کہ یہاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض
 اشعار ایسے پر لطف ہیں کہ ادنیٰ تامل سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقی صوفی کُش و مزمِ فریب بُرنِ بیکِ غمرہ ز عالمِ شکیب
 ساقی یعنی مرشد کامل صوفی کا قائل ہے عوام الناس کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس کے

کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادائیگی عالم کے دلوں کو بے صبر و بیاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمِ نشِ شدہ با خوابِ جفت لیک گئے فتنہ چشمِ نہ خفت
 بظاہر اُس کی آنکھ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہ باطن کی تاثیر کبھی معطل نہیں ہوتی

ہمیشہ طالبانِ حق کے دلوں کا تکرار کرتی رہتی ہے

عکسِ چناںِ نرگسِ مست و خراب ہر ہمہ را سمرِ دہد در سمراب
 اُنکی بخودانہ نظر کی تاثیر جذبہٴ محبت کو اور بھی تیز کر دیتی ہے (یا اہل محبت کو خاموش بنا دیتی ہے)

ہر کہ بیکِ جرعہٴ اوسر ہند بے ہشیشِ بسیند و برتر دہد
 جو شخص ادنیٰ فیضانِ مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بخود ہی کا اندازہ

کر کے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

خسرو شہزاد نے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی
وسعت ظاہر ہوتی ہے ۷

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شند	بر فلکِ تخت چومہ بر شند
گشت بہ برجے دو قمر جلے گیر	گشت فرین بدو سلطان سریر
ملک یک تخت دودارا نمود	دہر بیک آب دودریا نمود
روے زمین فرد و ہمیشہ یافت	چشمِ ہماں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگین دست داد	افسر کسے بہ و فرق اوقاد
دبدبہ کوسِ دو شکر زدند	نوبتِ اقبالِ دو سحر زدند
گلشنِ دولت بدو گل تازہ گشت	صوتِ دلبیل بیک آوازہ گشت
مصطفیٰ چرخِ دو بخر زدود	آئینہ ملک و صورت نمود
سایہ یکے کرد و قرہاے	پایہ یکے ساخت و لشکر کشاے
شاخِ بہم سود و سروسواں	موجِ بہم داد و دو آبِ واں
گشت یکے باغِ وفاراد و جو	گشت یکے منبعِ صفاراد و رو
گشتِ زمین آبِ دوبار چشید	منغرِ جہاں بوجے دلبستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہ تمام
بزم یکے شد بہ دو دورِ مدام

طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا

حکمت و اخلاق

اشکرہ را گشت بہیں دستگاہ از ہنر خویش زبردستِ شاہ

شکرہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہ ملی

چوں ہنر مرغِ سنبلہاں شود مرغِ زبردستِ سیماں شود

و اے برآں آدمی بے خبر کو کم از اں مرغ بود در ہنر

دیگر

گشت چو قاصد بنِ مردخوں بہ کہ بنشتر کند از تنِ بردوں

دیگر

دجلہ چو آیمختہ گردد نہیل ہست جد اگر دنِ آں مستحیل

دیگر

تا بچمن سر بود سایہ دا کس خنر دزیر گیا سایہ دا

دیگر

چشمہ چاہ ارچہ کہ بالا شود چشمہ محال ست کہ دریا شود

دیگر

ملک بمیراث نیابد کسے تا نرند تیغِ دودستی بے

دیگر

مے دہد و خوں خور و از دل تمام بسرۂ باقی نگذار دہ بجام
مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوٹ سے پاک و صاف کرتا ہے
یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کر دیتا ہے

در نہ شود مست حریف از شراب رو بنماید کہ بصفیت خراب
اگر طالب پر فیضان مرشد سے بخودی طاری ہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ
کراتا ہے اس مشاہدے سے وہ بخود ہو جاتا ہے

مست درو بند و او سوے می او شدہ مست از میوستان زوی
پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالب بخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور
مرشد فیضان غیب کا منظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست و بخود رہتا ہے اور طالب نوا
مرشد کے مشاہدہ سے۔

بسکہ ہم جور بود دور او ہر کہ بود خون خور داز جور او
ایسے مرشد کا دور سرا سر جور ہے یعنی کثرت فیضان لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے
ہو سکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہو جاتا ہے

از کف او دور دما دم خوشست در مثل جور بود ہم خوشست
ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا
چوں بد ہد بادہ و گوید کہ نوش مست بر روز دگر آید بہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نوید عطا سنا تا ہے تو طالب پر ایسی بخودی
لہ جور ستم جام لبالب پلا کر پیے داسے کوٹا دینا یعنی مست و بخود کر دینا ۱۲

گرسنہ زانی کہ دریں تنگناے ناں ز ملک می طلبی ز خنداے
غزہ بہ نزدیکی سلطان مشو بلبل باغی بگس خوان مشو
ہست ہے از خرمن ہستی خستے تا توچہ باشتی کہ کمی زدوبے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تنکا۔ پھر تو جو اس سے بھی

کم تر ہے کیا چیز ہے !!!

چند کشتی پیش ملک دست پیش مات ز کونے دہ از ملک خیش
تشنہ بمیر آب زدوناں مخواه خوں خور و از خواہیچہ نشان ناخواہ
چوں بُربیدی طمع از نا کساں صرف مکن گوہر خود با خساں
گل بچسپہر اگاہ ستوراں مبر آئینہ در مجلس کوراں مبر
تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جا بجا ایسے موقع پائے
جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیل کا طلسم باندھا ہے مثلاً
جوہری شام بسوداگری کردہ گہر پیش کش مشتری
شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خریداً
کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو تارے نکلے ہیں۔

چرخ یکے حلقہ انگشتریں بر سر یک حلقہ ہنراں نگیں
دیگر

بسکہ صراحی جلی گشتہ صان بادہ درو دیدہ شد اندر طواف

تیغ که سہراب برستم کشید هیچ شنیدی کہ ز گیتی چہ دید

دیگر

خواست یکی خواستہ لیکن نیافت آنکہ نمی خواست برود و نہشت

رفت یکی در طلب لعل سنگ ریزہ نگین نیامد بچنگ

داں دگرے را کہ غم آں نبود لعل چنان یافت کہ در کاں نبود

کوشش بہودہ ز غایت بُرن کوبش آب ست بہ ہاون دروں

دیگر

این ہمہ بیداری ما خفتن ست کا آمدن ما ز پے رفتن ست

گر بودت خوش خورد بد خو مباش ورنہ بود رنجہ مشو گو مباش

تنگ مباش از پے عیش فراخ کاں بری از باغ کہ خیر و ز شاخ

ہر چہ رسد بیش خورد کم مخور ورنہ رسد ہم برسد عینم مخور

ہر چہ بخوی و نیابی - مرج زانکہ بخواہش تو اں یافت گنج

دیگر

آنکہ شکیبش بقناعت درست قرص خور از قرص زرش بہرست

کاں بقذا لذت کا مش دہد ویں بطمع خست نامش دہد

خطاب بہ نفس

ترک طمع گیر ز خود شرم دا تانشوی چون خجلاں شرم سا

دیگر

آہوے پویندہ ببالا وزیر
خانہ خود ساختہ در کام شیر

دیگر

گرم شود بر ہمہ بے ہیج کیں
پس ز حیا در دوا نذر میں

دیگر

کشتی عاج ست تو گوئی رواں
گشتہ دو گوشش بد و سواد باں
گوش کہ با چشم ہی کرد لایع
مروحہ بود بہ پیشش چراغ
طرفہ کہ آں مروحہ ز آسید باں
ہیج گزندے پچراغش نداد

دیگر

خاک یکے بیضہ طوطی شمار
بیضہ یکے بچہ او صد ہزار
یعنی کہ زمین طوطی کا انڈا ہے اس ایک انڈے سے لاکھوں بچے نکلے۔
سبزہ نورستہ تو گوئی مگر
بچہ طوطی ست کہ شد سیخ بر
نیا اگا ہوا سبزہ گویا اس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

اسالیب بیان | فصلوں اور موسموں کا تغیر صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر
جگہ ایک نئے پیرائے میں بیان کیا ہے۔
کی تازگی

آفتاب قوس میں

بیان کرتا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

گوئی کرا و صافِ صفاش از برو بادہ برون بست و صراحی درو
 علی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی
 سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکم او کفِ صافی گہر از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر
 صراحی کے پیٹ میں پاک و صاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو ان جھاگوں کو شراب کی لپی
 ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ:-
 صراحی میں شراب ہے۔ شراب میں جھاگ ہیں۔ اور جھاگوں پر بلبلے اُٹھ رہے ہیں۔

دیگر

عکس رسن ہاکہ فروشد آب بستہ بہ پہلوئے نہنگاں طباب
 جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناکوں کو طباب میں
 جکڑ لیا تاکہ ہل نہ سکیں۔

طفل کن سال و لعابش رواں دایہ او سپرخ و لے مہرباں
 آفتاب ایک کمن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان
 کی گود میں ہے مگر آسمان گوتہ گار ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایہ مہربان ہے۔

دیگر

باہمہ چوں سایہ شدہ ہشمت یک تن و ہر جا کہ بچویش ہست

گل ریاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا۔ اب چمن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی۔

فصل خزاں چمن خانہ ساخت بادشاہ کڑھ بگلزار تاخت
شاہ سپر غم زد لایت براند کش چمن ہیج ولایت مناند
گل ریاں ۱۳

فصل بہار

مقصود یہ ہے کہ موسم برسات آپہنچا اور برابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے۔ اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ
جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگایا پھولوں کا سکہ
تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکہ کی تیاری معقول
طور سے کی گئی۔

فصل بہاراں چو سلم در کشید ابر پر پردہ بر خستہ کشید
سکہ گل چوں درم شہ زوڈ سکہ بصد وجہ موجبہ زوڈ

آفتاب برج ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب برج ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلہ پک گیا
اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔

آسمان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی
حکومت موسم ہمارا کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چل بجان دستِ بڑ تیرمہ تسلیم بسرما سپر
شاہِ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے - تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان =
برجِ قوس لفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا
کیا ہے کہ

جان ایک بڑھیا ہے جس نے چرخہ کا تنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا
دھاگہ کاٹ کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخِ زدن کر دساز داد و شبِ رشتہ بغایت دراز

زالِ جہاں = کنایہ ہے دنیا جہاں سے جسے بڑھیا مانا ہے۔

چرخِ زدن = چرخہ کا تنا۔ رشتہ = ڈورا، دھاگا۔

فصلِ خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آگیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی
بہار ختم ہو گئی۔ اس مطلب کو اس طرح ادا کیا ہے۔

جب فصلِ خزاں نے چمن میں گھرنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کد آنے لگی

صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا
یہ مضمون اس طرح سے بانڈھا ہے کہ

چوں دل شب حاملہ مہر گشت برشبِ حاملِ مہرِ کالِ گشت
حاملِ کیا ہے نہ بل یک شبہ تاجورے زادِ دریاں کو کبہ

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے

ہیں۔

صبح چو برزِ علمِ آفتاب لشکرِ ستیہ فروشد آب

دیگر

رات گزری صبح ہونے آئی

کر دچو شبِ نوبتِ خود راتِ تمام صبحِ دُہلِ پردِ بالائے بام

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح برآوردہ چو پتہ پید بست سیاہی بہ پیدی امید

دیگر

کوسِ سحر گہ فلکِ آوازہ گشت دبدبہ روزِ سرتازہ گشت

بلند آوازہ ۱۲

دیگر

چون رحل رفت بہ تور آفتاب پخت ہمہ دانہ پڑیں ز تاب

آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لو چلنے لگی اور گرمی کی شدت ہو گئی۔

اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں

خانہ جو خورشید بجز اگر رفت رفت در آن خانہ درں طاف رفت

بادز جو زاشد و آتش ز مہر سوخت جہان ز زمین تا سپر

آفتاب برج سرطان میں

جب آفتاب برج سرطان میں آیا تو برسات شروع ہو گئی۔ اس مطلب

کو یوں ادا کیا ہے

کرد چورہ در سرطان آفتاب چشمہ خورشید فرو شد آب

ابر سر پرده ببالا کشید سبزہ صفِ خوش بصر کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اگا ہے جا بجا پانی بھرا ہوا ہے اس

مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ بھرا شدہ چوں نو خطاں ملک جہاں گشتہ بکام بٹاں

۱۱ پڑیں ایک خوشہ ہے ستاروں کا برج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

۱۳ جوزا برج بادوی ہے ۱۴

صنایع بدایع | صنایع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس ثنوی کے اکثر اشعار
اس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمنِ صنایع میاں نقل کیے جاتے ہیں :-

صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایسے دو لفظ ایک جا ذکر کریں جن کے معانی
فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں :-

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند صبرِ ہر خنڈ کہ بود اندک بسیار برفت
اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پایک بازندہ برون از قیاس پُر دل و خالی دلِ شالِ از ہر اس

دیگر

مستی او مایہ ہشیارِ شیش خفتہ ہمہ خلقِ زبیدارِ شیش

دیگر

کرنِ بزرگی سچی کھسترا دادِ سبکِ جا بے قیمتِ گمرا

دیگر

ایں ہمہ بیداریِ ناخوش کامِ دنِ مانپے رستِ تن

بیداری و خفتن میں اور آمدن و رفتن میں تضاد ہے۔

تیغ کشید اخترِ عالم منور
لشکرِ شب کرد نہرِ میت ز روز

دیگر

زنگیِ شب کرد پیدہ برے
خندہ زناں شد فلک از چار سو

دیگر

مستعلہ صبح کہ شد نور دا
ساخت یکے شعلہ ز چندیں شر

تارے ۱۲

دیگر

از رفتِ آں شعلہ کہ در تاب شد
آفتاب کی روشنی و گرمی کے اثر سے تارے
سیم کو اکب ہمہ سیاب شد
سیماب بن کر اڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح زبس دم کہ دما دم گرفت
آتشِ خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کہ دچوناں جہاں
مشکِ شب از آہویِ مشرق ہوا

دیگر

گشت چو دریاے پہر آگہوں
داد رواں چشمہ خور را بروں

دیگر

شد گرہ چرخ چو گنبد نما
فل منہ افگند گنبد زپاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو صبحاک شد
مارِ سیہ در شکمِ خاک شد

خندہ زلزلہ ۱۲

ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ شعر میں ایسا لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرعہ
ثانی کے آخر میں منہاں لفظ ہوگا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ شعر کے قافیہ کا
حرف ردی معلوم ہو۔

شقہ دیبا بر زیبا شد سمبراں صورت دیبا شد
پہلے مصرعہ میں لفظ ”دیبا“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ
یہی لفظ ہوگا۔ کیونکہ پہلا قافیہ ”زیبا“ معلوم ہے۔

سر پیادہ خوش بود اندر چین لیک آں سر دمن پیادہ خوش ست سوار خوش
اس عنزل کے قافیہ ہم کو معلوم ہیں کہ ”زار“ ”بہار“ وغیرہ ہیں پس لفظ
”پیادہ“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شعر کا قافیہ ”سوار“ ہوگا۔

موے ہو گیسوے و مشک خشک فرق نہ بون سر موے ز مشک

دیگر

آئینہ صورتش ازینہ رفت صورت ادراک ز آئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدم بوم شوم چغد قدم شوم شدہ بار بوم

از پئے نامے کہ مباداں لَمِیدُ نامہ سیدہ کردی و دیدہ سپید
دیدہ سپید کردن سے مراد یہاں نابینائی ہے۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ
و سپید میں تضاد ہے۔ دیگر

گرمی دل نیت چو چاہل مرا سر و شد از آبِ سخن دل مرا
نو کم اندازِ رسمِ کہن پس دی پیشِ دامنِ سخن
نو۔ کہن۔ پس۔ و پیش۔ رو۔ میں تضاد ہے۔

ملکِ جہاں پختہ بن شد تمام کے دہم از دستِ بودا و خام؟
پختہ صند خام۔ دیگر

بستہ تستِ این دلِ بادِ گرانِ بند کاش! کہ بادِ دیگرانِ دلِ نخواستہ
یہاں بست و کشاد میں تضاد ہے۔ دیگر
تیز چو شدِ خجراں گرمِ خو پشت نہ دیدہ کس از مہیچِ رو
یہاں رو کے معنے وجہ و طور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت درو
میں تضاد ہے۔ دیگر

نشستہ بنزہ زیں سو در چپِ گل ستادہ سرو زراں سو جانبِ ست
دیگر

گرم شدہ از دِ جامہ مرد مردِ دم بے جامہ بجاں گشتہ سرد
گوشتِ کنِ این گفتِ بکنِ گفتِ کس بشنو و شنو۔ سخنِ این ست و بس
دیگر

آبِ فروماند چو کوہِ از شہاب کوہِ درآمدِ تزلزل چو آب

دیگر

چشمِ پرہیزگر گوشتِ تر گوشتِ ہر چشم شدہ پرہیزگر

حسنِ تعلیل

اس صنعت کا طریق یہ ہے کہ کسی وصف کے لیے کسی شے کو علت قرار دیں
مگر وہ شے حقیقت میں اُس وصف کی علت نہ ہو۔ گویا یہ صنعت ایک تختل ہے جس سے
طبیعت مخطوط ہوتی ہے۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیز روی کی صفت کرتے ہیں :-

از تگِ شاں کاںِ ہر صرصر بادِ دیوار بے سر زدہ

گھوڑوں کی دوڑ سے جس نے آندھی کو بھی مات کر دیا ہے ہوا نے اکثر دیوار سے سر
پٹکائی۔ یہ امر تو ثابت ہے کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہے مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ ہوا کا دیوار
سے سر پھوڑنا اس شک و حد سے ہے کہ وہ ان گھوڑوں کی تیز روی کا مقابلہ نہ کر سکی
شدتِ سرا اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد دودِ برآمد ز نفسِ ہائے سرد

یہ بات تو ظاہر ہے کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہے جو دھوئیں سے
مشابہ ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ دھواں اس سبب سے نکلتا ہے کہ آج کل
دلوں میں آگ نے جگہ کر لی ہے۔

عکس و تبدیل

اُسے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدم کریں۔ پھر مقدم کو مؤخر بنائیں اور مؤخر کو مقدم۔

خواب من از دیدہ من آب برد آب من این دیدہ فی خواب بُد
مصرعہ اولیٰ میں خواب مقدم ہے آب پر۔ مصرعہ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔
چرخ نذاذد در دیوار کس تکیہ بدیوار و درش کرد بس

دیگر

مردم یک خانہ و صد ستمی خانہ یک مردم و صد مردمی

دیگر

چتر شاہ آن ست کہ شد چرخ ماہ چرخ مداین ست کہ شد چتر شاہ
چتر شاہ اور چرخ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے
یہاں صنعت مرؤ العجب علی الصدر بھی ہے۔ یعنی جو لفظ مصرعہ اولیٰ کے شروع میں تھا
وہی مصرعہ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

ورسم از سحر زباں بر کتم سحر زباں را بستم در کتم

دیگر

آمد بہار و شد چمن لالہ زار خوش رفتے ست خوش بہار کہ وقت بہار خوش

دیگر

لہذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہو گیا ہے کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہے۔

یہ امر ثابت ہے کہ پتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہے اور پشت کسی کی طرف ہونا بے پروائی کی علامت ہے۔ مگر شاہِ غریب خیال کرتا ہے کہ یہ بے پروائی اس وجہ سے ہے کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہے۔

پیش دراز شرمِ سپہرِ کمبود نیمہ کاملِ بزمِ شادِ فردود
دیگر

پشتِ ہفتہ بہ سمن زار رہا کوزشِ دازِ چیدنِ دینار رہا
ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہِ برفت آں شکوہ کبک بُریدِ دل از تیغِ کوہ
موسمِ خزاں میں لالہ کی بارِ پہاڑ پر ختم ہو چکی ہے اس لئے کبک نے بھی پہاڑ کی چوٹی سے دل اُچاٹ کر لیا ہے۔

دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ لالہ کے فراق میں کبک نے تیغِ کوہ سے خود کشی کر لی ہے۔

شستنِ او با ہمہ دہندگاں رفتنِ او جانِ خونہ دگاں
دوات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس ٹھہرتی ہے اور لکھے پڑے لوگوں

گرمی کی شدت کے بیان میں کہتے ہیں کہ :-

جانب سایہ شدہ مردم رد ۱ سایہ بدنبالہ مردم دو ۱
 آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔
 یہ تو ثابت ہے کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہے مگر شاعر کا
 خیال ہے کہ سایہ کا دوڑنا اس وجہ سے ہے کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے
 بچنا چاہتا ہے۔

ابرو باراں کے بیان میں فرماتے ہیں :-
 پردہ نشین گشت فلک سوسو باہمہ زالی شد پوشیدہ رو
 یہ امر ثابت ہے کہ ابر میں آسمان چھپ جاتا ہے۔ مگر شاعر کا خیال ہے کہ آسمان نے شرم
 کے سبب سے منہ چھپا لیا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود پیر زال ہونے کے اتنا پردہ
 کرتا ہے۔

گل ز کرم ز روہاں اکہ جُبت وز پے خود جامہ ناز و دست
 گل کے زیرہ کو ز گل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ زرخشی گل کی طرف سے
 از راہ کرم ہے۔ مگر خود پٹے کپڑے پہنتا ہے۔ اور پٹے کپڑے پہنا کر یہ ہے اُس کے
 کھلنے سے۔

از رُخ شہ رنگ چہ در یوزہ کو پشت بہ قبتہ فیروزہ کرد
 مہرِ چتر شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر لیا

اس موقع پر تائیل سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مراد قائل ہی
معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہینگے۔ ایہام کے معنی ہیں ”دہم میں
ڈالنا“

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ ”کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے
دو معنی ہوں اور اُس محفل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو“

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پر لطف اور پسندیدہ ہے
اب ہم اس ثنوی کے چند اشعار متضمنین ایہام بیان نقل کرتے ہیں :-

روم بکیر دگبک کار زار تیغے۔ ار زنگ بکیر زعار

لفظ زنگ کے دو معنی ہیں۔ نامِ ملک اور لوہے کا میل۔ اس موقع پر دونوں
معنی درست ہیں۔ یعنی مدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملکِ دُم کو تو فتح کرتی
ہی اور عار کے سبب سے ملکِ زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہی نہیں لیتی۔

دوسرے معنی بھی صحیح ہیں یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو
قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفاف رہتی ہے۔

درکشش تیر چو شد سخت کوش زہ۔ ز کمان خودش آید گیش

لفظ زہ کے دو معنی ہیں (۱) چلہ کمان (۲) کلمہ تحسین و آفریں یاں دونوں

معنی درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کاں کے پاس آگئی۔

کے پاس جاتی ہے۔ یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس ٹپھتی ہے اور جو بُلاتی ہیں
اُن کی طرف چلی جاتی ہے۔ علٰہذا

شاخ بہر بارگے کرد راہ جائے گمہ باز شدہ بارگاہ

رجوع

صنعتِ رجوع یہ ہے کہ کلامِ اول کو باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف کسی
فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں۔

سلطانِ کیتباد کی مدح میں منتر تے ہیں۔

افسرِ خورشیدِ بشاہی توئی نے غلطمِ ظلِ اُسی توئی
بیاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہے۔

ایام

صنعتِ ایام کا طریق یہ ہے کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کریں جس کے دو معنی
ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔

معنی قریب وہ ہے جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہے جو اُس مقام
سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو۔ مثلاً

ع۔ آئینہ دُشانہ برابر شدہ

بیاں لفظِ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت
سے اول اسی معنی کا وہم ہوتا ہے (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

یہ دوسرا ایام ہے:-

پیل طلب کر دس پیل زور کا و رد آں بے مکان اہر شور
لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہے (۲) غل

ہیاں دوسرے معنے مراد ہیں۔ بے مکان بد صورت آدمی۔

مطلب یہ ہے کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بد صورت لوگوں پر حملہ آور
ہو اور وہ ڈر کر شور و غل مچائیں۔

ہچو کماں پر خم و تیراز میاں تیر ستادہست و کمانش واں
ہیاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا متول۔ اور تیر آلہ معروف بھی ہے جو کمان
سے مناسبت رکھتا ہے۔ یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور متول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا
اور کمان چل رہی تھی۔

مسلمانان گھمادی پچارہ دل خود کہ تیر انداز من مست کیش کا فریاد
لفظ کیش کے دو معنے ہیں (۱) تیر دان۔ ترکش (۲) مذہب۔ ہیاں معنے

دوم مراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفل شگوفہ برہ افتاد و مرد شاخ بدید و بناد دل سپرد
لفظ عناد کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عنایب و م عنایب
بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور ہیاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ
نے جب شگوفہ کو مردہ دیکھا تو عنایبوں کے سپرد کر دیا۔

دوسرے یہ کہ :-

(۲) جب اس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اس کو اپنی کمان سے واہ! واہ!
کی آواز سنائی دی۔

نادک پیکانش بیگائے جنگ ایں زخا و درشاں زنگ
یعنا ایک شہر ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ ملک ہیں۔ یہ معنی قریب
ہیں۔ مگر مراد قائل دوسرے معنی ہیں۔ یعنی
یعنا لوٹ۔ خطا۔ قصور۔ زنگ۔ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ لفظ و تشریحی ہے۔ یعنی نادک بڑ خطا
ہی اور پیکان بے زنگ۔

گر در ہش کاں بصیرتِ دلیل سُرْمہ ہر چشم شدہ چندیل
مصرعہ دوم میں سُرْمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنی
قریب (سلانی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنی ہیں یعنی مقدار مسافت
صورتِ اُن تحت گمہ بے با عین چو ابرو شدہ بر چشمہا
لفظ عین کے کئی معنی ہیں (۱) آنکھ (جو ابرو کے مناسب ہے) (۲) اصل
و ذات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تخت گاہ بے بہا تھی بعینہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں
پر ابرو یا چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

لفٹ و نشر

وہ صنعت ہے کہ اول چند چیزوں کو مفصلاً یا مجملًا ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلقات کو بلا تعین بیان کریں اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہے۔

حصہ اول کو لفٹ اور دوم نشر کہتے ہیں:

آبِ راز تاج و قبا و کمر تا بکمر تا بہ گلو۔ تاباں
اس شعر میں نشر کی ترتیب لفٹ کی ترتیب سے معکوس ہے۔ یعنی آبِ درپیکہ کی وجہ کمزور اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق و تقسیم

چند چیزوں کو ایک حکم میں شامل کرنا صنعت جمع کہلاتا ہے۔
دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہے۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔

تین خوش و تین زبان ناخوش است تیغ چو آبِ ست و زباں کُشت

اول تین ہونے میں تین اور زبان دونوں کو جمع کیا ہے پھر دونوں کا فرق

ظاہر کیا ہے کہ ایک اچھی ہے اور ایک بُری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف ایک وصف منسوب کیا ہے بطور تعین۔ یعنی تین مثل آب ہے اور زبان مثل آتش۔

دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل بتلائے رنج و غما ہو گیا۔ اس شعر میں تضیع اور تکلف ظاہر ہے۔

از رخِ خود پیش تو خاقانِ چین صورتِ چینِ دہ بے زیں
دیگر

سایہ او بر سرِ حندا و فنا ہند شاخِ دے ہمہ غم سوا
اس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار ہوتا ہے
حضرت خسرو کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب
ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہو
اور ضمیر لاکر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔
سوائے سوادِ آؤدھ آمد چو باد کرد حک از خنجر تیراں سواد
لفظ سواد کے دو معنی ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی و تحریر۔

پہلے مصرعہ میں پہلے معنی مراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں اُسی لفظ
سواد کی طرف اشارہ کر کے سیاہی کے معنی لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حک
دالالت کرتا ہے۔

۲۔ اعراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔

۳۔ غلو یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو۔

از سیم پیش کہ زمین کہ دچاک خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک
یعنی خاک پُر از مہ ہو گئی بسبب نقش نعل کے اور مہ پُر از خاک ہو گیا کثرت گرد و
غبار سے۔

ویدن اور اکلمہ انگند مہ ہلکہ فادش گہ دین کلاہ
منارہ کی بلندی میں مبالغہ کیا ہے کہ اُس کے دیکھنے کے لئے چاند نے اپنی ٹوپی
اُتار لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی
خواست کہ پیش ز سپہر بریں ماہ فرود آید و بوسد زیں

دیگر
سوئے فلک فٹ ز میدانِ گرد ہم بفلک ماہ زیں بوس کرد

دیگر
اوج معانی نہ مبتدایطع ہلکہ گزشتہ ز سمواتِ سبع

دیگر
عمق درو کا بجائے کشید کرتہ اگشت زیں نا پدید

دیگر
رفت زیں اچو حجابِ زمیا گشت پدید از تہ آبِ آسماں

نافہ و خلقت کہ زدا ز شک دم ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم
 ایک جزایں فریق نہ باید گزید کز طرف مشک شد آہو پدید
 یہاں نافہ او خلقِ ممدوح کو مثالِ مشک ہونے میں جمع کیا ہے۔ پھر دونوں میں فرق
 بیان کیا ہے کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہے اور آہو معبوسنی عیب ہے۔
 بگفت خسرو بکشتائے زلف شنید حریف و مطرب چنگ و باب در
 یہاں حریف و مطرب و چنگ و در باب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہے۔

تجربہ

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو
 شخصِ غیب سے سمجھ کر باتیں کرنا۔

خسرو من! بگذرا زین گفتگوئے نیکی خویش بد مردم مگوئے
 چشم تو از عیب تو دیدن تہی است از در گریہ پرس کہ عیب تو؟
 چشم بخود باز کن چون خصال ہیں سوائے خود لیک بخیم کمال

مُبالغہ

مبالغہ یہ ہے کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچا دیں کہ اُس حد تک اُس کا
 پہنچنا بعید ہو یا محال۔

اُس کی تین قسمیں ہیں :-

۱۔ تبلیغ یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔

پس خدا وہ ہر جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجربین

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متعارف

باشش بکام کہ بکام تو ام زندہ و نازندہ بکام تو ام

دیگر

گل کہ سپر باش فراہم شدہ پیش سپر غم سپر غم شدہ

دیگر

فلکِ فلک متبہ خوش خست رحمت خود کو بہت نزل دست

دیگر

حکمت و حکمش کہ ندارد دزدال ہم ز خلل خالی جسم از خیال
پہلے مصرعہ میں تجنیں ہے اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہ استتاق۔

بردرد تو آمدہ ام شرمسار از شرمین در گزرد در گزار

دیگر

ایں خط پر ز مہر بد لب کہ می دہ؟ دیں در دسر مہر بد لب ماں کہ می دہ؟

دیگر

اُستری پویندہ پولاد پائے کوہ منہ از تن کوہاں نائے

دیگر

دیگر

نیم فلک ہست بریزیں چوں تہش نیست میں آن ہیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت ز ہمراہش گاہ زمیں ش خوش ماہش
ان اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہے۔
بردیر تو ہر کہ نہ بند دگر غرق شود تا کمر اند گہر

دیگر

نیزہ درانی بنان و صفا دشت مار از سر کس مٹو سکا

دیگر

آئینہ گشتہ ز گنج صاف نشت دیدہ در و صورت خود نشت

نتیجہ الکلامی

وہ صنعت ہے کہ کلام دلیل و برہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل

نتیجہ مطلوبہ حاصل ہو جائے۔

شرک نہ در مملکتش دست سا خود تہاں بود بشرکت خدا

اس شعر میں صورت دلیل یہ ہے:-

جس کی سلطنت میں کوئی سا جھی شریک ہو تو وہ ناقص ہے اور ناقص خدا
نہیں ہو سکتا۔

دیدہ کہ نادیدہ دیدارِ تست دیدہ و نادیدہ گرفتارِ تست
دیدہ۔ نادیدہ۔ دیدار یہ الفاظ ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کن کن اور است ز نو تا کن انچہ کند کیست کہ گوید کن ؟
کن، مکن، کند مشتقات ہیں ”کرون“ سے۔

دیگر

نامہ گل را بہ نامہ خامہ کرد نامیہ را حرف کش نامہ کرد
لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادہ کے لحاظ سے
یہ الفاظ ملتے جلتے ہیں۔ اس لیے اسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون و مکاں در خط امکانِ او کائن و من کاں۔ گمراہِ کانِ او
اس شعر میں پانچ لفظ ایک مادہ سے ہیں۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہواں سے
لتا جلتا ہے۔ یہ شبہ اشتقاق ہے۔

دیگر

سکہ خود زینِ فن اندیشہ زلے تازہ نشاۃۂ زینم زپے

دیگر

حاجبِ فصل آید تفصیل داد کرد مفصل ہمہ در فصل یاد

حضرت دہلی کنفتِ عدل و داد حُبِّتِ عدن ست کہ آباد باد

دیگر

ابر شدہ کوہ بلند از شکوہ برق شدہ بر سرِ اوتیغ کوہ

دیگر

آبِ معانی زدلم زاد زود آتشِ طبعم تعلیم داد دود

قلب

تجنّیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہے جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے حروف بترتیب الٹ دیئے گئے ہوں۔ یہ قلبِ کل کہلاتا ہے (۲) اگر حروف بترتیب الٹ دیئے گئے ہوں تو یہ قلبِ بعض کہلاتا ہے۔

تاہر برِ عرب آں جمِ نشست رعبِ عرب برہمہ عالمِ نشست

دیگر

فقتہ چشم آمدہ زان سودا م تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام
ان شعرا میں کلمات رُعب، عرب، میان، نیام میں قلبِ بعض ہے۔
اشتقاق و شبہ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنّیس ہے۔ دو لفظ ایک مادّہ سے مشتق ہوں تو اس کا نام اشتقاق ہے۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادّہ دونوں کا جدا ہو تو اس کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

صنعتِ تجنیس بھی ہے۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں :-

آہوئے مشکینِ سرش بادِ شلخ وز دُم او مُشکِ بھرا فراخ
یہاں بطور استعارہ قلم کو آہو کہا ہے۔ اور آہو کی مناسبت سے سر، شلخ ہشک
صحرا کا ذکر کیا ہے۔

یہ بھی صفتِ قلم ہے :-

در طلبِ صوف تراشیدہ سر گرچہ ہمہ جہد کنش زبر
اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جہد الفاظ متناسب ہیں۔

راک و ساجد شدہ در ہر مقام در دلِ شب کردہ بیجا قیام
بیخِ نبودہ بقیامش قعود طرفہ کہ در عین قیامش سجود
راک، ساجد، قیام، سجود الفاظ متناسب ہیں جو فقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجبی از موجِ برآب و گر برتنِ دریا صفائش گزر
حاجبی ایک قسم کا مہین کپڑا ہوتا ہے۔ اُس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے
اُس کپڑے میں بڑی رونق ہے۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اُس کو پہنتے
ہیں۔ پس :-

موج، دریا، آب الفاظ متناسب ہیں۔

چشمِ چو بگلشنِ نبشِ فدا گشت پیادہ چو گل از پشتِ با

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود وز دو طرف بخت مشرف شود

یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعتِ ترصیع بھی ہے:-

چوں اثرِ شوق ز غایت گوشت کفہ و انش ز کفایت گوشت

سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو ترتیب یا بلا ترتیب کلام میں ذکر کریں:-

پنج طرف چتر چوہر سپر شش بہت آراستہ از پنج مہر

دیگر

چار گہر کرد جہاں را پدید در گہ شش بہت اندر کشید

دیگر

ساختہ نہ حجرہ باز ہشت باغ ہشت بہشت از نہ او با فراغ

مراعات النظر

اس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت رکھتی ہوں (سوائے نسبتِ تقابل و تضاد کے)

وقتِ خنیں میوہ پُر و گرم تاب وز دوا بر جہاں غرقِ آب

ابر در افشاں شہِ دریا نوال ابرش خود را ندیدار کجلا

ان اشعار میں ابر، آب، دُور، دریا الفاظ متناسب ہیں۔ اور ابر و ابرش

خرم و خداں چو گل از بارگاہِ سحر گلستانِ دگر حبتِ راہ
خرم، خداں، گل، گلستان الفناط مناسب ہیں۔

رُؤُوسُ الْعِجَابِ عَلَى اِلْهَادِ

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعے میں اُسی کو لوٹائیں۔

عودِ قمارِی کہ ہی داد دود غالیہ می ساخت گل از دودِ
اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعہ ثانی میں لوٹایا ہے۔

تا کہ بغزلت نہ نشاند خیز پیشتر از مرگ بغزلت گریز
دیگر

باد کہ اندر سیر ہد فاد تاجِ سلیمان ز سرش بُرد باد
اے سرِ حیرت تو ز اختر بلند چتر تو از ماہ بیک سر بلند
گرچہ تبد برگ و نولے بشاخ برگِ نوا بود بجایس فراخ
می کنم از تیغِ خود آن دم دین چوں کنم از خونِ خود آلودہ تیغ

تصریح

وہ صنعت ہے کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحد ہوں
اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہیں تو اُس کو مائلہ کہتے ہیں۔
بادہ نوشیں بصفاء خواست کرد وعدہ دوشیں بوفارست کرد

بہشتی

رہے چوگل بود بہشت میں گشت زین پر سمن دیاسیں
گلشنِ بخت سے مراد کیتباد۔ مطلب یہ ہے کہ کیا اُس نے جب کیتباد کو دیکھا تو گھوڑے
سے اتر پڑا اور پیادہ پا ہو گیا۔ اس کا پھول سائنہ شیت زمین پر جا رہا (ازراہ تعظیم)
گویا زمین سمن دیا سمن سے پڑ ہو گئی۔ رہے و بہشت میں تضاد ہے۔

ساتی خورشید شش ماہ بہر دور ہی کر دو چوسم بہر بہر
اس شعر میں خورشید، ماہ، بہر، دور الفاظ متناسب ہیں۔

سینہ خسرو زنت آئینہ زنگ خور مصقلہ وصل کو؟ تا بردا ید مرا
آئینہ، زنگ، مصقلہ الفاظ متناسب ہیں۔

حوض کہ دورش ز تسلسل نشت دورے از دور تسلسل بخت
فصل ہے اور شدت سرما کے بیان میں کہتے ہیں کہ:-

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دور کا تسلسل ختم ہو گیا۔ لیکن ماہ ہے
کے دور کا تسلسل قائم رہا۔

دور و تسلسل اصطلاحِ حکمت اور الفاظ متناسب ہیں۔

دور کے معنی یہ ہیں کہ ایک شے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری موقوف
ہو اسی پہلی پر جیسے مرغی کا وجود انڈے پر انڈے کا وجود مرغی پر موقوف ہے۔
تسلسل سے یہ مراد ہے کہ غیر متناہی اشیاء کا وجود ایک ہی وقت میں ایک
دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری ہے۔ ختم نہوتا ہو۔

گم شدہ ام۔ راہ نامیم تو باش بے بصر۔ نور فرایم تو باش

دیگر
بے کرے نام فردشی کند بے گئے مرتبہ کوشی کند

دیگر
برق ہرے بتا بے دگر دشت زہر جے بابے دگر

دیگر
یتخ برگیر تاز سر جسم تیر کشائے کز نظر جسم

دیگر
مہر چہ جوئی ز وفاے کمیت سے چہ منی بھفاے کمیت

دیگر
منزلِ سعیدین شود برجِ تحت مجمعِ بحرین شود رے بخت

دیگر
ہر طرفش رہے بتا بے دگر ہر قدش سیر رہے دگر

ذوقِ فیتین
اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے
تن ز غنیمت بہر غنیمت سپرد بردنِ جاں را بہر غنیمت سپرد

دیگر

دیگر

نورِ ہدایت بچرا غم رساں بوئے عنایت بدما غم رساں

دیگر

از حدِ ماسوت بروں تاختہ بر خطِ لاهوت وطن ساختہ

دیگر

ہر ہنسی یک گلِ صد آبجوبے ہر چہنے صد گلِ صد آبِ بے

دیگر

بر کُش سایہ طرف بر طرف تا فُکش پایہ شرف بر شرف

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شو دزد و شرف بخت مشرف شو

دیگر

غمزدگاں را بطرب لکشاں گمشدگاں را بکرم رہنماں

دیگر

حقّہ تن را بفناد رکشاں جوہرِ جاں را بہ بقا رہنماں

دیگر

طفلِ گیا را ز ہوا رخت شیر مغزِ ہماں را ز صبا ز دعبیر

دیگر

اشارہ ہے۔

رفت و براوزنگ سکندر
ورصفِ پیلاں سدِ یاجوج بست
یہاں اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قومِ یاجوج و ماجوج کا حملہ روکنے کو سدر وئیں بنائی تھی۔

تنسیق الصفات

یہ ہے کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف بے درپے ذکر کریں۔
باد! ہمہ وقت بشادی و ناز بادہ کش و ختم کش و نرم ساز
لشکرِ مشرق زاد و دھما بے بنگ چیرہ دل خیرہ کش و تیز خنگ
خیرہ، چیرہ میں تجنیں خطی بھی ہے۔
چند ہزار شن سوارانِ کار تیغ زن و کینہ کش و نامدار

نظم مستجع

وہ ہے کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سوائے مطلع کے تین تین قافیے ہوں اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو۔
چنانچہ اس مشنوی میں ایک مستجع غزل موجود ہے۔

لے زندگانی بخش من! لعلِ سکر گفتار تو در آرزوئے مردنم از حسرتِ دیدار تو
گر شہد باشد بزبانِ - یا آبِ حیوانِ درہا گفتارِ میگویم کہ آں نبود مگر گفتار تو
زیں پس بخوبانِ نگر - در کویشانشان گزم گر بیجِ کیرہ جاں برم - از غمزه خونِ ار تو

چرخ زبیدا دغاں تافتہ ملک از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگِ نوازل بہو اسر کشید چنگِ نوازندہ نوا بر کشید
ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیے ہیں۔

دیگر

خوشم چرخ از علفِ خانہ خیز بہر عروسانِ سحر دانہ ریز

دیگر

جلہ عالم بونہا جوئیش خاطر خسرو بہ شاگوئیش

دیگر

آتش از آن جا کہ بدل جا کر د دو دہر آمد نفس ہا می سرد

دیگر

آپ معانی زدلم زاد زود ز آتشِ طعمِ بختِ لم داد دود

تیسرا

یہی کہ کلام میں کسی قصہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں
میں مذکور ہو۔

شرطِ کرم میں کہ ہنگامِ جنگ گوہر خود رنجیت بیادش سنگ
اس شعر میں جنابِ سالتِ مآتب کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اس ثنوی کے یہ دونوں شعر بھی اسی طرح کے ہیں۔

ہست نیکو تو میراثِ شاہ من نہ شاہم تو میراثِ خواہ
مصرعہ ثانی میں ز۔ س۔ شس کے اجتماع سے کخی قدر ثقالت
پیدا ہو گئی ہے:-

زشت ترازنگ شدہ بوے شتا پست ترازشت شدوے شتا
دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔

پاے ستوراں بنیں رُشدہ گاؤں میں راسمِ شاں سرشدہ
دوسرے مصرعے میں ایک گونہ ثقالت پیدا ہو گئی ہے اس شس کے
اجتماع سے

مولانا شبلی مرحوم نے شعرِ مجسم میں حضرت خسرو کی
لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ ”کیس کیس
وہ ضلعِ جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں“ لیکن اس ثنوی میں تو
صرف ایک شعر ہے جس کو ضلعِ جگت کہہ سکتے ہیں:-

طفلِ شگوفہ برہ افتاد و مُرد شاخِ بدید و بغدادِ سپر
جس طرح خوب نظامی کی ثنویاتِ خمسہ میں سے سکندر نامہ
قبولِ عام کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسرو کی کام
ثنویات میں قرآنِ عہدین کو قبولِ عام کا فخر حاصل ہوا۔

در کوے تو بہر ہرے۔ افتادہ می نیم سرے
 این نیست کار دیگرے جز کار تست مکار تو
 خواہی نمک نیش۔ خواہی بخش دریش
 ہر چونکہ خواہی خویش۔ بر بستہ ام و بار تو
 چون غم بگھٹا رآورم۔ یا گریہ رکرا آورم
 یار و بند یار آورم۔ باسے ہماں یوار تو

خواہی کہ بہر خندہ۔ پیش افگنی انگندہ
 اینک چون خسرو بندہ۔ نو بردہ بازار تو

دو ایک جگہ اس ثنوی میں شاوگاں قافیہ بھی آگئے ہیں
 قافیہ معیوب | اگرچہ اس قسم کے قافیہ کو اہل سخن نے جائز رکھا ہے مگر اس کو
 معیوب سمجھا ہے۔

بادزنہ دست بدست ہمہ وز دم اوباد بدست ہمہ
 ایک اور شعر میں ایسے قافیہ ہیں جن کو شائع ہاں بھی نہیں کہہ سکتے۔
 باد حسنزل آدازان کہ بود خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود
 ممکن ہے کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

دو ایک اشعار میں تناو بھی پایا جاتا ہے۔ تناو اسے کہتے ہیں
 تناو | کہ ہر ایک لفظ بجائے خود تو فیض ہو مگر ان کے اجتماع سے تلفظ
 میں گرانی پیدا ہو جائے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہو سکیں جیسا کہ
 حضرت نظامیؒ کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہے:

ز سیم ستوراں دہاں پن دشت زبیں شش شد آسماں گشت

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عام رواج تھا سکندرامہ اور قرآن السعیدین یہ دونوں ثنویاں ہمارے مکاتب میں داخل درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شرحیں مرتب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رواج کساد سے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادراتِ روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قرآن السعیدین کے اسبابِ قبولیت سے اول یہ چند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس ثنوی کو محض ثنوی نہیں رکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثانیہ کا ایک بامزہ مرکب بنادیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور ثنوی کی جگہ ثنوی۔ پھر ثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اُس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلی اور اُس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہل ہند کے لیے قدرتا موجبِ انبساطِ خاطر ہیں۔

اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؑ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حقیقت بھی وہ حالات قدر و قیمت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے کیتھاب کی سلطنت کے ذکر میں اس ثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

ان نامِ خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی ندرت، اسالیبِ بیان کی تازگی، تخیل و الفاظ کی کثرت اور سببِ بالا تر خسروؑ کا حُسنِ بیان ہے جس نے اس ثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔

مثنوی

قرآن السعید

خسرو

ساخته گشت از روش خامه
از پس شش ماه چنین نامه
در رمضان شد بی عادت تمام
یافت قرآن نامه سعید نام
آن چه بتاریخ ز هجرت گوشت
بود سه شصت و هشتاد و هشت
(از مثنوی قرآن السعید)

تاختِ امیرزده براهِ دراز
 نوبتِ سیری و منم طفلِ راه
 خوش مثلے گفتے و در سفته اند
 نیز سپاس بجنابِ بشیر
 یادری او که بے کار کرد
 خامه زنِ من که حسنِ چشتی است
 هر درستی نقش نو آینه خستن
 کز لکاب و بر رخ کاغذِ دال
 عارض کاغذ که کسم نزار بود
 لاجرم آن کاغذ زار و حسیر
 از خمِ شان خامه که دُر دی کست
 شعر تو لے خسرو شیرین بیان
 خضر توئی و سخن آبِ حیات
 شعر تو رود رده در دست و سوز
 گرچه گزشتہ است شیش صد و
 تا دمِ گرمِ تو فغاں بر کشید
 بر اثر حکم - نه از روی آرز
 عاجز و عاجزیم عذر خواه
 "سیری و صد عیبِ جنس گفته اند"
 خلق و آینه شکر به شیر
 از کتب خواسته انبار کرد
 رهروایم خطش کشتی است
 لعل و دُر از نوکِ قلمِ بختین
 لیک نه بینی ز سترون نشان
 گشته کنوں سخن و سیاه و بود
 شد همه تن پیرهن کاغذ
 یاد بزرگانِ دور و بے خوش
 زنده جاوید - تو هم زنده ما
 نوش تو باد سخن از زمینِ ذات
 شعله او سر و نگاشته هنوز
 لیک نه کم شد قف سوز در دل
 آتش سوزنده زباں در کشید

شاد بیاں خسرو خجسته نشین

باد بجان تو حق اسیرین

۱۰ شیخ بشیر الدین صاحبِ بیس لال کرتی آنزیری مجتهد میرزا ۱۰۸۰ ایلام حسن چشتی اندر کونستان میرزا
 ۱۱

امیرؔ نے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے ۵
 در زجمل باز کشائی شد

نہ صد و چار و چہل و سہ سہزار (صفحہ ۲۳۲ متن ۵۹۹ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے، یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ ۷۷ عنوانات کے ۸ اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (اصل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹۰ کے علاوہ) ہیں
 محمد مقدمی خاں شروانی

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	شکر گویم کہ بتوفیق خداوند جاں	بر سر نامہ ز توحید نو شتم غزلوں
۲	نامِ ایں نامہ والا است قرآن السعید	کر بندیش بعدین سپہرست قراں ۱
۳	در تصرع بہ در حق کہ گنگاراں را	داد باران گنہ شوی ز عین غفلان ۷
۴	نعتِ سلطانِ رسل آنکہ میجا بدیش	پڑہ دارے ست نشہ ز پس شاد وراں ۱۱
۵	وصفِ معراجِ پیمر کہ شبِ روشن شد	بسترِ اسرئیل ش زلفِ سیہ کشان ۱۶
۶	مدحتِ شاہ کہ نامش بفلکِ فتنہ چنانکہ	نقشِ آن داغ شدہ خنکِ فلکِ بڑاں ۲۱
۷	در خطابِ شہ عالم چو بسلکِ خدمش	ایم و ایں گہرِ حیدِ فنا خیم ز زباں ۲۵
۸	صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ انجم	ہست منشوروی از خز سہا لہ نشان ۲۸
۹	صفتِ مسجد جامع کہ چنان ست درو	شجرہ طیبہ ہر سوے چو طوبی انجباں ۳۰
۱۰	صفتِ شکلِ منارہ کہ ز زخمتِ نگش	از پے پنجر خورشید شدہ سنگ نشان ۳۰
۱۱	صفتِ حوض کہ در قالبِ بگیں گونی	ریختہ دستِ ملکِ آبِ خضرِ صوفیاں ۳۲
۱۲	صفتِ فصلِ دے و سردی ہر شہِ شرق	و آمدن تیغ کشید ز پے ضبطِ جہاں ۳۷
۱۳	صفتِ آتشِ دہاں گرم رویاں شہی	کہ شب و روز بود تیغِ دل و میوہ جاں ۳۹

فہرست مضامین

متن

قرآن السعدین

ثنوی ہذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اول سے آخر تک اس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بہ یک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا مائل و دل خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایہ فرمایا ہے ۵

طسّر سخن را در و شش نو دم	سکہ ایس ملک بخت و دہم
نو گنم اندازہ رسم کہن	پس روی پیش روان سخن
در نگرم تا چہ در افتازدہ ام	تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام
کام ازیں نامہ عنوان کشاے	نام بلند ست کہ ماند بجاے

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یک جا کر دیا جائے اور عنبریں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں ان کا سلسلہ جدا قائم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ ثنوی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب مرحوم (غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے) متن کی جانب توجہ نہ فرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر انہوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۱۴	سوے یا قوتِ دواں گشتنِ خونناہ کا	۳۲
۱۱۷	قصہ یوسف گم گشتہ بہ پیر کنگاں	۳۴
۱۲۰	پیلِ خویش ازنی خونِ مست کند و میداں	۳۵
۱۲۳	پیل بندست دوا لے کہ بہ پچھلے	۳۶
۱۲۶	ماہرے کہ زخوں لودلش را بمیاں	۳۷
۱۲۸	شریت آبِ حیات از پے سوزِ حیراں	۳۸
۱۳۴	بر برادرِ چوگل نویرِ سترِ رواں	۳۹
۱۳۷	بر شہِ شرقِ یکجا عرضِ ایں جوہر آں	۴۰
۱۴۴	چرخِ گردِ دانست بگردِ سرِ ایشاں گزراں	۴۱
۱۴۵	موجِ دریائے کہ رفته ز کراں تا بہ کراں	۴۲
۱۵۲	ہم ہر ایں گونہ کہ در باغِ وز و بادِ وزاں	۴۳
۱۵۳	تو اں خارجِ شاں گفت نہ داخلِ حیاں	۴۴
۱۵۹	نزد آں روحِ ملک بردِ سلامِ نزد آں	۴۵
۱۶۲	در زماں چاکِ ندیرہ ظلمتِ زماں	۴۶
۱۶۳	بنود در دلِ شب کو رہو پیر و جوان	۴۷
۱۶۴	کہ ہمہ کار گزارِ فلک اندازد دوراں	۴۸
۱۶۷	کہ گرفتند دو مسعود یک بچِ قراں	۴۹
۱۷۲	بے سوادیش بخوانِ نسخہ آبِ حیاں	۵۰
۱۷۳	نیشہ خانہ است ببالا کمرش و نشاند	۵۱
۱۷۴	در گلو مست زنی خویش بر آید ز دہاں	۵۲
	ذکرِ پیغامِ پدر سوے جگر گوشہ خویش	
	گفتنِ شاہِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر	
	باز پیغامِ پدر بر پسرِ خود کہ بزم	
	باز پاسخِ ز پسر سوے پدر کا سپہرا	
	باز پیغامِ پدر جانبِ فرزندِ عزیز	
	باز از شاہِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر	
	از پدر آمدنِ شاہِ جہاں کی کا دوس	
	رفتنِ شاہِ کیومرث و بتوزکِ عارض	
	اتصالِ مہ و خورشید و قرآنِ سعیدین	
	صفتِ کشتی و دریا بمبیاں کشتی	
	ذکرِ در اسبِ فرستادنِ سلطانِ بہ پدر	
	وصفِ اسپاں کہ ز سرعتِ بخروج و بہ خول	
	صفتِ آں شبِ با قدر کہ تا مطلعِ فجر	
	صفتِ شمع کہ چوں بر سرِ شایہ قمرض	
	صفتِ نویرِ پسرِ انجی کہ اگر بر تو او	
	صفتِ سیرِ رنج و روشِ منزلِ سا	
	صفتِ اخترِ آں طالع و وقتِ مسعود	
	صفتِ بادہ کہ بینی چون خطِ بغدادش	
	صفتِ قرابہ کہ بہرِ حرمِ خستہ روز	
	سخنِ از وصفِ صحرای کہ گراں نازک را	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۳	جنش شاہ زدہلی زپے کین پدر	۴۸
۱۴	صفت قصر نو و شہر نو اندر لب آب	۵۲
۱۵	صفت فصل خراں و بغل غرم پاہ	۵۸
۱۶	صفت فصل بہاراں کہ چنان گرد باغ	۶۸
۱۷	صفت موسم نوروز و طرب کردن شاہ	۷۳
۱۸	صفت چتر سیہ کر پے چتر خورشید	۷۴
۱۹	صفت چتر سپید از پس آں چتر سیاہ	۷۵
۲۰	صفت چتر کہ لعل ست چو خورشید صبح	۷۵
۲۱	صفت چتر کہ سبزه ز سر سبزی شاہ	۷۶
۲۲	صفت چتر کہ گل گز شدہ از گل گزاو	۷۷
۲۳	وصف دربان کہ نزدیک از بہت شاہ	۷۸
۲۴	صفت تیغ کہ با خنم نیامش گوید	۷۹
۲۵	صفت چرخ کمانے کہ بازوی نہ است	۸۰
۲۶	صفت تیر کہ بارانش بغایت سخت است	۸۱
۲۷	صفت رایت لعل و سیہ اندر سر شاہ	۸۲
۲۸	غرم سلطان بسوے ہند بیان بہا	۸۷
۲۹	ذکر باز آمدن قلب شاہ از قتل مغل	۹۱
۳۰	نامزدگشتن لشکر بزرگ سوے اودھ	۱۰۰
۳۱	صفت موسم گرما و برہ رستن شاہ	۱۰۶
۳۲	صفت خربزہ کز پردلی آنجا کہ بود	۱۰۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۲۸	سیم سوزے شود نقش بر آرد بریاں	۷۳
۲۳۱	ہمچو برجیں بقوس و قمر اندر سلطان	۷۴
۲۳۵	کہ جویت خطار ابد رستی برہاں	۷۵
۲۴۴	از پے اخترہ صحبت ارباب جہاں	۷۶
۲۵۶	تا ابد باقی باد او مبادش پایاں	۷۷

غزلیات

۲۷	- - - -	۱	اے زندگانی بخش من لعل شکر گنار تو۔
۳۶	- - - -	۲	اے دہلی و اے بتان سادہ -
۴۷	- - - -	۳	شد ہوا سر و کنوں آتش و خرگاہ کجاست
۵۷	- - - -	۴	سوار چاکب من باز غم لشکری دارد
۶۷	- - - -	۵	برگ ریز آید برگ گل و گلزار بر رفت
۷۲	- - - -	۶	آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش
۸۶	- - - -	۷	محل امروز آخرین شب مست بر فراست
۹۰	- - - -	۸	دوش ناگہ بمن دل شدہ آں مہر رسید
۹۹	- - - -	۹	تیغ بگریست تاز سر برہم -
۱۰۵	- - - -	۱۰	از دل پیام دارم بر دوست چوں رسا غم -
۱۳۶	- - - -	۱۱	بباغ سایہ بیدست و آب در سایہ -
۱۴۳	- - - -	۱۲	وہ کہ اگر روے تو در نظر آید مرا -
۱۵۲	- - - -	۱۳	خوڑم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد -

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۳	سخن از وصف پیالہ کہ ز بس جنبشِ نعل	۱۴۴
۵۴	صفتِ ساتی رعنا کہ کند مستان را	۱۴۵
۵۵	صفتِ چنگ کیے ہوست تن بجای تر	۱۴۷
۵۶	صفتِ کاسِ بابِ بسرش کفچہ دست	۱۴۸
۵۷	صفتِ نائے کہ ہر لحظہ ز دم دادنِ او	۱۴۹
۵۸	صفتِ فک کہ درو دستِ کسان بد پیا	۱۸۰
۵۹	صفتِ پردہ و آں پردہ نشینانِ بگرفت	۱۸۱
۶۰	صفتِ مادہ خاص کہ از خوانِ بہشت	۱۸۳
۶۱	صفتِ بیرہ تبول کہ نزد ہمہ خلق	۱۸۵
۶۲	صفتِ نغمہ گری ہائے زنانِ مطرب	۱۸۶
۶۳	صفتِ تاجِ مکتل کہ پسر یافت ز شاہ	۱۸۹
۶۴	صفتِ تخت کہ بچوں فلکِ ثابۃ بود	۱۸۹
۶۵	صفتِ پیل کہ شد داد بفرزندِ عزیز	۱۹۰
۶۶	صفتِ صبح و کلاہِ سیاہ و چتر سپید	۱۹۵
۶۷	صفتِ چہنمہ خورشید بد ریائے پسر	۱۹۷
۶۸	شب دیگر ز پئے عیشِ ملاقاتِ دوشا	۲۰۱
۶۹	درو دایع دو گرامی کہ پدر را در اشک	۲۱۱
۷۰	صفتِ موسمِ باران و برہ رفتنِ شاہ	۲۱۶
۷۱	سخن از وصفِ قلم آنکہ بلوچ محفوظ	۲۲۵
۷۲	صفتِ مجمرہ کو کہ چہ سیاہ دارد و دل	۲۲۷
	خون قرابہ سوی او ست ہر وقت کنال	
	بیک آمد شد خود بیش مست و غلطان	
	موی ساقِ دگرش تا بر میں آوینراں	
	کہ در آں کاسہ خالی ست نغم چنڈالواں	
	کلہ مطرب پر باد شود چون نبال	
	صحن کرداشتہ و کوبش پابیں بچہ ساں	
	کہ ہر دست نمایند ہزاراں دستاں	
	چاشنی داد بہر کام دریاں لذتِ آں	
	بہ ازاں نیست بنا لہ تمہ ہندوستان	
	کہ بے لحن کند زہرہ جو گیرند الحال	
	آں پسر کہ سر کس تاج شد از خاقاں	
	وازشہ شرق بخورشید شرف داد مکاں	
	کہ شد از جنبشِ او کوہ چو دریا لرزاں	
	رفتنِ شبہ پیدر روز و شب نور افشاں	
	کہ کند پر تو او ماہ سمارا تا باں	
	وز پدر دادنِ پند و ز پسر گوش برآں	
	مردم دیدہ ہمیرفت ز چشم گریاں	
	جانبِ شہر شدن از لب گلہر بکراں	
	ہست اول صفتش ماخلق اللہ بخواں	
	آں سیاہی دلش مایہ علم ست و سیاں	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوندِ جہاں	بر سرِ نامہ توحید نوشتم تعنواں
نامِ اس نامہ والا است قرآنِ سعید	کہ ز بلندیش سعدین سپرِ قباں
حمدِ خداوندِ سرایم نخست	تا شود اس نامہ بنا مش درست
واجبِ اولِ بوجودِ تم	نے بوجو دے کہ بود از عدم
بیشتر از وہمِ خسروِ پوراں	بیشتر از فہمِ فراستِ گراں
نورِ فراتے بصرِ دوریں	دیدہ کٹائے دلِ عبرتِ گریں
فکرتِ صاحبِ خرداں خاکِ او	معترفِ عجزِ درادراکِ او
دلِ متحیر کہ چہ داند و را	روحِ دریں گم کہ چہ خواند و را
زہرہ نثارِ درخِوستِ خضر	تا کند اندیشہ دریں راہ تیز

۱۔ یعنی خداوند تعالیٰ واجب الوجود است ای ذات وے تقضی وجو و اوست اول ست ای وجو وے پیش از نہ۔
 چیرست پس واجب اول صفت بعد صفت ست مر خداوند را اول راضفت واجب اشتن از برائے اختر از مکنے کہ
 واجب بالغیرست ۲۔ یعنی بصری کہ نظر بر عواقب امور و نحو امض حکم و مصالح ایزدی می اندازد نورالعین و نشانائی
 اورامی افزاید ۳۔ ازاں روست خیر کفہ کہ جولان دے اول در اثرست و بدریافت آثار در ماندہ ۴۔

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴	زسر کرشمہ یک رہ گزرے بسوے من کن	۱۵۸
۱۵	مُہر بختائے لعل میگوں را	۱۹۴
۱۶	آفت زہد و توبہ شد ترک شراب خوار من	۲۰۰
۱۷	آرام جانم میرود جاں را صوری چوں بُو	۲۱۰
۱۸	سخت و شوارست تنہا مازن از دلدار خویش	۲۱۶
۱۹	بازا بر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند	۲۳۰
۲۰	عمر نو گشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد	۲۳۴
۲۱	نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد	۲۵۵



نوٹ۔ مندرجہ بالا طریق پر مضامین من کی فہرست مرتب ہو چکنے کے بعد حضرت امیرؒ کے دیوان بقیۃ النقیۃ کے ایک نہایت قدیم نسخہ کا حال معلوم ہوا جس کے مضامین کی فہرست بھی منظوم عنوانوں کے یک جا جمع کر دینے کے ذریعہ سے مرتب کی گئی ہے اور اغلب یہ کہ یہ ترتیب خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی ہے۔ علاوہ بریں اس مثنوی کے اندر حسن اتفاق سے ایسی قابلانہ اور پرازمعلومات تمہید و تنقید کا جمع ہو جانا بھی ایک نہایت عجیب اور نادر قرآن السعدین ہے۔ ایک سے زیادہ امور میں توارد و حقیقت ایک ایسا لطیفہ ہے جس کی توجیہ صرف خسروؒ کے روحانی فیض کے حوالہ سے ہو سکتی ہے۔ برود اللہ مضجیعہ۔

محمد مقصدی خاں شروانی

غیرتِ غیر از قدرش دوسیر	پاک ز امکانِ تغیر چو غیر
شرک نہ بر مملکتش دست سائے	خود نتوان بود بشرکتِ خدائے
فطرتِ ہستی نہ با سبب ساخت	بے سبب غیر علمِ بر فزانت
نقشِ صورتِ کرد - بآلت نہ کرد	بر فلک طبع و آلت نہ کرد
چون و چرخش طرازِ تن بست	آئینہ صورت از روشن بست
آن کہ گنجِ خیال و صورت	چون و چرخ کے کند آں جا گذر
پاک ز آلودگی آب و خاک	پاک ترا ز ہر چہ بگویند پاک
نئے کس از وزادہ فنی اوز کس	زادن فنا زادن مازوست پس
دیدنِ خود گفت بجا و نہفت	شاد ہماں کس کہ بید و نگفت
دیدنِ او بہت ز مردم دروغ	تا ہم از و دیدہ بیاد فروغ
چشمِ بہت بینش چہ بیند نور	تا نکند خود بہت از دیدہ دور
بستہ مکان را بہجاتِ مصفات	ہم ز مکان فارغ و ہم از بہات
بے ہمہ جا و ہمہ جا دروں	در ہمہ جا و ز ہمہ جا بروں
راستی او بدستی کہ خواست	راست درست آنچه کند جملہ راست

یعنی مرتب قبل شانہ عالی ترست از انکہ غیر او برو غیرت برد و دعوی مساوات او کند چہ غیرت و اقران و در صفہ
 ممکن الحصول باشد منزه است از امکان تیسرے اس میں تیرہ آیت لاندہ لاندہ ابصار و ہوید رک لا بصارت
 یعنی مینائی ہا و ارانے یابند و او مینائی ہارے یا بدینی مارا حکم داد کہ من بر ملا نظر خواہم تبدیل پوشیدہ از چشم ظاہر ۱۲ ضمیمہ
 شین ابع ہر دم تدریس مصلح تلخیص مستحدیث کہ چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از معراج باز آمد صحابہ پرسیدند کہ یا رسول اللہ
 تو خدا را دیدی جواب گفت خدائے تعالیٰ تو ترست چہ طور ۱۰ رد شود ۱۲

لیک سخن کے رسد آنجا کہ است	آدمی اس جالب سخن راہ جوست
معرفتش از ہمہ پوشیدہ رھے	ہر کس از آئندہ در گفت و گوے
علت و معلول در وہر دو گم	رخش علل در برہش افگندہ سم
در برد الا کہ بتوفیقی او	کس نہ سہ در راہ بہ تحقیق او
ہستی بے نیست نہ انم کہ ہستیت	ہن کہ ہمہ ہستی من نیستی ہست
واں ہمہ بانہستی مایکے ست	ہستی مانزد خرد اند کے ست
آنکہ ورا نیست ز ہستی گذر	نیست شناسندہ ہستی مگر
ہست ہو نیست شود ہر چہ ہست	نیستی از ہستی اوشت دست
زندہ باقی بقیائے ابد	ثابت مطلق بصفات احد
ماند در آخر کس از ویش نہ	بود در اول کس از ویش نہ
نقش فن بابا بدش یار نے	حادثہ را بابا از شش کار نے
ہم ز خلل خالی وہم از خیال	حکمت و حکمش کہ نہ از و زوال
ثانی اوستغ اندر وجود	کرد خرد و وحدت اور اسجود

لے سم افگندن کنایت از بجز و فرماندن ست حاصل معنی ہیں کہ چون دلیل در راہ معرفت حق بجائے
 نہ رسیدے ملولے کہ بے ثابت شود و معلولے کہ از بے حاصل آید نیز گم ولاشے خواہد بود پس ہم علت گم
 وہم معلول ۱۲ لے ثابت لے موجود و ایم مطلق اسے منظرہ از جمیع قیود۔ مراد با وحدت صفات آنکہ ہر یک
 از صفات حق فی نفسہا واحد است تکثر و تعدد بکثرۃ تعلقات ہست مثلاً علم یکے ست و کثرت او باعتبار کثرت
 معلومات ست و قدرۃ یکے تعدد او باعتبار تعدد مقدور ست این چہیں سایر صفات ۱۲

حَقُّ تَن رَافِئاً دَر کُشای
 ز آبِ غَیائِتِ گهرِ اَنگِیخت
 قَطْرُهُ احسانش بِنَفِیضِ عَیْمِ
 حُجْلَه کُش جِلْوَهُ بَکَرانِ بَیغِ
 نَقشِ طَرائے کِه بَصَنعِ بَدِیعِ
 نایمِه کُل رابِعَه ناسا خامه کرد
 سَبُلِ تَر بَر بَرخِ گلشنِ کَشید
 طَفلِ گِیَازِ اَز هوارِ سِختِ شِیرِ
 نایفِ شَکُوفَه ز بَخُورِ سِیمِ
 جِلدِ سَمَن راکِه وَرَقِ کَر دِباَزِ
 چَشمِ سَحابِ اَز نَغمِ دِریا کُشاد
 چارِ گهر کِه دِه جِساں را پدید
 دُورِ زِیمِ رابِزِماں باز بَست

جو هر جاں رابِقا رهنماے
 در صدف کن فی کون نخیه
 حلّ صدف بسته ز درِ یمیم
 خاص کن عطر قصه دماغ
 راند قلم بر صفحاتِ بیع
 نایمه راحه کف کش نامہ کرد
 سنبه را دانه بخور من کشید
 مغرِ جِساں راز با زخمیه
 کرد بعنبر نفسی مستقیم
 مہرِ فدش داد بعنوانِ راز
 چشمِ سحاب از نغم دریا کشاد
 در کره شش جبت اندر کشید
 دام و دوازده بامان باز بست

له تواند که از گهر اول که روح مخموریست مراد باشد و یحیی در صدف کن فیکون عبارت از ایجاد دست و توانم که از گهر
 انسان مراد باشد و از صدف کن فیکون فلک عالم ۱۲ له اضافت نایمِ گل بیانیهست نهاده و نویکت یعنی بالیدگی
 نایمِه قوتی که صفت نمودار و تقریر یعنی آنکه الله تعالی از برای نوشتن نایمِ گل بجهت آفریدن گل نایمِ گل را بجاے قلم و نایمِه بمنزله
 کاتبی که کل سات ۱۲ له بخور و شوبه بے منبر یعنی کعبه بایفیه تجل که فارسی باشد یعنی نیکوتر یعنی یک عنصر او و نفس مستقیم
 ای دست و پیر پا و تجل که ای عربی معنی مصدر باشد له عنصر او و نفس بودن قابل ۱ و الله تعالی است و مغفول او نایف شگفته
 یعنی نایف شگفته منبر غرض سلعت یا آنکه مغفول نفس بودن بوجه اشتقاق و او و بعضی لغت بعبیر نفس است له نایف شگفته بعبیر نفس له عنصر
 نفس بودن ثابت کرد ۱۲

راست روی پرده بے حاصل
 غمزدگان را بطرب دل کشائے
 مونس ہر دل کہ فراغش نیست
 ہرچہ نہ او در خط امکانِ اوست
 روزی ہر کس برساند بے
 داد لبِ روزی تن را کلید
 کن کن اور است ز نو تا کن
 عالم بر حق نہ تسلیم کس
 بہرچہ کند در کل و در جزا اثر
 مور پد جائے کہ نہ پائے رست
 انچہ بہتی قمش حرفِ جوست
 صانع بے عیب ز علت بری
 غالبہ سائے شبِ مشکیں پرند
 نوردہ انجسم خورشید تاب

دادہ درستی بشکستہ دلاں
 گم شدگان را بکرم رہنمائے
 محرم ہر شب کہ چرخش نیست
 ہرچہ جزا و بندہ فرمانِ اوست
 منتِ روزی نہ نند بر کے
 جستہ و ناجستہ بخوابد رسید
 ہرچہ کند کیست کہ گوید مکن
 ہر ہمہ ز دیافتہ تسلیم پس
 گلی و جزیش بود زان خبر
 اول شب تار باند کجاست
 خامہ گز از قسم صنعِ اوست
 نورِ خزلے قمش و مشتہری
 پرودہ بر انداز سپہر بلند
 سبز کن خاک بتاثر آب

۱۱. ماسوائے حق و اعلیٰ امکان اوست لے از جمله ممکنات مخلوقه اوست یا آنکه از قدرت اوست یعنی ایجاد و عدم آن نزد او برابر است امکان بمعنی قدرت بپا را ۱۲. لے یعنی لب را کلیدین گردانید که از لے در روزی او گشاده شود بد آنکه روزی که مفهوم رزق است مخصوص بخوردن و آشامیدن نیست باین جهت شخص که در عیش و تمدن محتاج آنست روزی اوست و میتوان از کلید سخن چرا و دشت زیرا که سخن سبب تحصیل مسباب معاش است ۱۲

گر چه نیاید ز من خاکسار ز آنچه شوم بر درِ تورستگار
ہم بتو ام ہست ایستہ تمام کز درِ تور دنشوم واسلام

در تضرع بہ در حق کہ گنگاراں را

داد بارانِ گنہ شوی ز عینِ غفران

اے بجلالتِ قدم آراستہ شبہ بہشتِ زمیاں خاستہ
فاتِ تو پیدا ہونے پہ چون من ز تو پیداؤ تو از خوشی تن
نیت شناسائے کمال تو کس ہستی خود ہم تو شناسی بس
دانشِ ہر کس کہ بسویت گزشت یک دو قدم رفتِ مغان تاب گشت
فکر دریں پردہ بہ راز ایستاد بانگِ زرش حیرت باز ایستاد
عقل دریں خطا مانے نیافت خطا ماں جست و نشا نے نیافت
دل بتو داده است نشانی مرا در تور رسم گر برسانی مرا
سوئے خودم کش کہ آہی شوم خازنِ گنجینہ شاہی شوم
آں علّ اور ز من اندر وجود کاں بتو ام راہ تو اند نمود
و آنچه دلم راز تو دوری دہست دور ترک دار کہ دوری بہست
نورِ بصردہ بشناسا یم تابو جہنم بہ تو بنیائیم

۱۔ شبہ اول یعنی شک و شبہ بالکسر یعنی نظیر یعنی اس شبہ از میاں برخاست کہ کے نظیر تو باشد۔ شرح آیہ لیس مکشہ شیخ ۱۲

سلسلہ آب زن بر ز رہ
 باد محیط کرہ آب ساخت
 کُل شب از دیدہ انجسم نمود
 طالع مردم ز شمارِ نخست
 ز آب چنان کرد مصوّر خیال
 نقش چنان بست بہترین کہست
 قصر جبر را بہ ہمیں داوری
 دفتر دل را خطِ شاہی نوشت
 جاں کہ بہ سہرِ روائش داد
 گوش باوازِ سخن تان کرد
 ما کہ نبودیم۔ بود آدمیم
 کیں در اگر او نکشادے بہا
 نورِ بصر داد کہ بینا شدیم
 معرفتش گر نشدے رہنمائے
 گر ہمہ زانید شہ جگر خوں کنم
 طاعت مانے کہ مش بے قیاس
 اے صفت بندہ نوازندگی
 طوقِ زمیں کرد گرہ برگرہ
 نار بہ سپہ امن آن بر فرخت
 نورِ دل از سینہ مردم نمود
 کرد بتقویم غنایت درست
 کلاں بتصورِ نمناید جمال
 کش بدل خود نتوان نقش بست
 ز آب و گلے کرد عمارت گری
 جائزہ سہرِ آلی نوشت
 پرتوے از نورِ خدایش داد
 وز سخن آفاق پُر آوازہ کرد
 از عدم از نے بوجود آدمیم
 دولتِ ایں خانہ کہ دادے بہا
 چشم کشا شد کہ شناسا شدیم
 نے ز خود آگاہ بدے نے از خدا
 شکرِ چنیں مر جتے چوں کنم
 ولے براں کس کہ نگویہ سپاس
 از تو خدا ی و ز ما بندگی

جز تو نشاندہ ایس راز کیت
 بہ کہ چو آوردی و باز مبری
 جز برہ خویش ندارم مدار
 پردہ بر انداز کہ چوں لاشوم
 گم شدہ ام راہ نمایم تو باش
 دامن تر آب ندارم بجوئے
 ساختہ سوختنم چوں خال
 گر چہ تن من ز پئے سوز رست
 لے گنہ آمر ز شفاعت پذیر
 من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام
 نیک بدم نیک نشد ہیچ بد
 در بد و نیکم بتوائی مدار
 خود منم از فعل بد و کردہ رشت
 کندہ چو در سوختن آرد وبال
 ہست چو انعام تو لے کار ساز
 مہمتے کن کہ گنہ کردہ ام
 عدل تو گر حکم بطاعت کند
 کا مدن و رفتن باہر صیت
 ہم بسوئے خویش فرازم بری
 ورتوائی ندارم مدار
 پردہ کشائے در لاشوم
 بے بصرم نور فرازم تو باش
 دامنم از عین عنایت بشوئے
 آب ز سر چشم غنیم رساں
 رحمت تو از پئے ایس روز رست
 پر گناہاں را بکرم دستگیر
 نیک و بد خود بتو آوردہ ام
 از من بد ساز نکش نیک خود
 نیکی بپذیر و بدی در گزار
 کندہ دوزخ نہ نال بہشت
 پیشتر از سوختن کن نال
 ق از من و از طاعت من بے نیاز
 نامہ اعمال بسیکہ کردہ ام
 ہیچو منے را کہ شفاعت کند

قوتِ دل بخش ز دینِ خودم
 تا چو ز عینِ تو قوی دل شوم
 در دندارد دل بے حاصلم
 حسنِ عمل نیست کہ پیش آورم
 بر من رسوا شدہ عیبِ کوش
 گر ہمہ نیک ست عمل یابدم
 چوں کز تی دل کندم خود پرت
 و ربوئے راستی آید سرم
 ہر رہِ خیرے کہ بگیرم بپیش
 و آنچه بید رہ بردا بخشام کار
 معرفتِ مہ کہ ثنا سا شوم
 نورِ ہدایت بچراغم رساں
 لے ز کرم بردلِ مادر کشاے
 بردر تو بستہ ام امید بار
 باز کن از روضہ رحمت دے
 از درِ خویشم بدر کس مراں
 من کہ بکلم تو دریں کار گاہ
 سینہ قوی کن بقیسینِ خودم
 بو کہ تو انم کہ بمنزل شوم
 چاشنی در دینہ اندردلم
 عذر بر سوای خویش آورم
 عیب تو پوشی کہ توئی عیب پوش
 دیدہ برافروز بعیبِ خودم
 آئینہ راستیم دہ بدست
 راست چناں دار کزاں نگذرم
 راہ برم بخش بہ توفیق خویش
 از من و از خاطر من دور دار
 بخردیم بخش کہ دانا شوم
 بوئے عنایت بدماغم رساں
 گم شد گاں راسوئے خود رہنما
 بار کشا بر من مہد وار
 بو کہ بیایم ز سعادت برے
 خود چہ کشاید ز در دیگران
 از عدم ایں سوزدہ ام بار گاہ

اے کرمتِ غسل گنہ راسحاب ق مرحمت کن کہ بیوم الحساب
گر بیش نیک و اگر بد شوم در کفِ ظلِ محمد شوم

نعتِ سلطانِ رسل آنکہ میجا بدش

پرده دایست نشسته پس شاد رواں

پیشہ و کو کبہ انبیا	کو کیش از منزلت کبیرا
کون و مکاں در خطِ امکانِ او	کاین دمن کاں گہرِ کانِ او
کرد لو انصب در ایوانِ ہو	تحتِ لوا آدم و من دوتہ
از حدِ ناسوت برون تاختہ	بر خطِ لاہوت وطنِ ساختہ
لعلی از غامت آگہ شدہ	خاتمِ انگشتِ ید اللہ شدہ
خاتمِ از ہفت فلکِ حلقہ سنا	یافتہ از مہرِ نبوت طراز
گر چہ سلیمان شود انگشتیں	خضرِ اورا زسد در نگین
گرد شدہ حلقہ پیغمبران	خاتمِ مہرِ نہادہ بران
ختمِ نبوت شدہ برہانِ او	مصحفِ ختمِ آمدہ در شانِ او
سکہ چو از مہرِ نبوت کشاد	محمدش نام محمد نہاد
طرفہ کہ ہر حرف کزاں کم کند	فائدہ خاص فراہم کند
گر دہنِ میم شود ز و نہاں	حمدِ خداوند کذبے دہاں

کے شوم از طاعتِ خود تیرگا	تا نشود عون تو ام دستیّا
عذر نہ و جرم زاندا زہ میش	خاصہ کہ چون بنگرم احوالِ خویش
کارِ دو عالم کرمِت ساخته	اے بنایتِ علمِ افزائتہ
جز تو کس از سرِ تو آگاہ نیست	در تثنیّ سرِ تو ام را نہست
باز رہا مں کہ رہا نہ دہ	سرِ مرا چوں ہمہ دانندہ
نامہ من خطِ نجاتِ من ست	گر ز تو برخلد براتِ من ست
در کہ پناہم کہ ز تو وارہم	در تو کنی سوئے جہنم رہم
عفو تو کو تا شودم عذر خوا	عذر نہ دارم چہ کنم برگناہ
از شترِ من در گزرو در گزار	بر درِ تو آمدہ ام شہسار
ہم تو کنی روئے سیاہم سپید	روئے سیاہم بتو دار دُمید
کارِ من آخرِ ہمہ بردستِ تست	کارِ بدستم چون دایِ نخت
دستِ زکارِ من مکیں مدار	دستِ من اں دم کہ بماند زکار
ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل	از عملِ خود چون نشینم خجسل
مشعلِ دہ زانار اللہم	در شبِ تاریک چو مینی رہم
شامِ مرا شمعِ شبِ افروز بخش	چوں شبِ من تیرہ شود در بخش
ظّلِ خودم بخش در آن آفتاب	صبحِ قیامت کہ بود گرم تاب
حسبِ کفم بخش زحسی کفا	پیشِ تو آرم چو حسابِ جفا

ماید کس عیسی و خضر آید ار	در تنق بارگش گاه بار
نوح نبی آبی خود دهر اس	پیش چنان چشمه دریا قیاس
کز آرنی گوید و آنظر ایک	موسی اگر در ره او نیست پیک
نار بر اهیسم گستاخ شده	زان رخ گلگون که گل افشان شده
از خه او گل بدیده زخاک	خه خوشش چون خه گل گشت پاک
از خه دیباچه پیغمبرست	گل که لباس خوشیش در برست
هشت بهشت از ته او با فراغ	ساخته نه حجره به از هشت باغ
یعنی از آن هشت بیک حجره پیش	حجره نه و خلد نه از هشت پیش
رعیب عرب در همه عالم نشست	تا بسری عرب آن جم نشست
منبر نه پایه از آن ساخته	خطبه لولاک بسپرداخته
نقش وجود از همه بیگانه بود	هستی او تا بعد م حانه بود
تخته هستی رسم تازه یافت	چون ز وجودش عدم آوازه یافت
رزق رسا بر همه آفاق گشت	سایه محش که ز گردون گزشت
سایه خورشید نه دیده است کس	سایه زبس نوره بد پیش و پس
سایه خورشید قیامت از او	سایه نه و ظل سلامت از او
ساخته از گیسو اوسا بنیان	انپه خورشید قیامت جهاں
فرق نبوده سر موئے ز مشک	موئے موئے گیسوئے او مشک خشک

وزمیاں حلقہ هاگشت دو	بظلالی دہاں شاخ نو
ورکر میسم دگر برکشاد	دال برحمت شد و آن درکشاد
نادره نامے کہ بہر حرف خویش	نادہا بخشہ از اندازہ پیش
نام محمد بدو تدویر میم	در حد خو دیافت دو چشم سلیم
یعنی اگر کس ز محمد پرد	چشم وے آن بہ کہ ز حد گذرد
بلک محمد بدو میسم درست	یافت دو حلقہ بحد خویش حسرت
حلقہ او سلسلہ تافت	ہر دو جہاں بستہ آن یافتہ
در شب تاریک عدم رہ نہاد	ورچہ کہ رہ بود کس آگہ بود
نور نخستش چو علم بر کشید	شام عدم را سحر آمد پدید
ہستی از ان نور چراغے بدست	راہ ناگشت بہر کس کہ ہست
یافت نخست آدم از ان نور تاب	عطشہ ز داز دیدن آن آفتاب
چشمش از ان نور چو بینا شدہ	عطشہ او نور میجا شدہ
باد میجا کش چو دمساز شد	مریم از وحالہ راز شد
مردہ میخش بدم بندگی	دم نژدہ پیش وے از زندگی
سینہ آدم دم از ویافتہ	زخم عصا مرہم از ویافتہ
بلک خود آدم برہش خاک بود	خاک ورا کردہ ملایک سجود
آتش بدخواہ پوشد تابناک	دولت او گشت بیک مشت خاک

من کہ بدل راستم نیست کار
 رستہ نگردم بجز آن رستگار
 نے ہو گفت اگر راز گفت
 کا پنچہ بگفتند بد و باز گفت
 ناہ زیر شش اثرے یافتہ
 تاب نیاوردہ و بشکافتہ
 گرچہ شب چار دہم رست مر
 چار دہ مد خوانش نہ بل چار دہ
 ابرو و مژگان قلم و نوں ہم
 صورتِ اوسورہ نوں و لقم
 اُمی دانا کہ بعلمِ فزوں
 راندہ قلم پر ورق کاف نوں
 صورتِ اوسورہ نوں و لقم
 بے خط و قرطاس ز علم ازل
 چوں قلم اندازہ علمش نہ ثمت
 چوں قلم اندازہ علمش نہ ثمت
 اعلم حاذق بوجود و عدم
 علم حاذق بوجود و عدم
 آنکہ دریں پردہ مخالف نہوت
 آنکہ دریں پردہ مخالف نہوت
 اے کہ نبی گفتہ او گفتہ
 اے کہ نبی گفتہ او گفتہ
 ہست مبنی گر سخن آن بشر
 ہست مبنی گر سخن آن بشر
 آئینہ دل از یک نقطش گم بود
 آئینہ دل از یک نقطش گم بود
 دور شوا ز حجت غیبت بدور
 دور شوا ز حجت غیبت بدور
 سخت تریں کفر کہ اعراب رست
 غیر براہیں نشدند رست

۱۵ دریں شعر تعقیدت بینی اے کہ میگوئی قرآن گفتہ (کلام) نبی ست کلام خدا نیست اگر تو ازیں رمز غافل ترا
 مردہ تو ان گفت ۱۲ اے دریں بیت ہم تعقیدت بینی اگر قرآن کلام نبی ست کہ او بشر ست آخر تو ہم بشر ہستی
 مثل او بگو۔ شرح آیہ ان کلمتہ فی شک مما نزلنا علی عبدنا فاقرء سورۃ من مثله ۱۲

بے غلط آنجہاں کہ چنیں ہو بود
 کعبہ ز مشکش بزمیں دادناف
 امت از اں سلسلہ مشکائے
 از کر مش غرقہ آب فنا
 ایمنی امت از اں گونہ جست
 عین عباد اللہ از اں ہاں نمود
 عذر ز عاصی بود اندر گناہ
 سنگ قارش بصفِ صطفا
 تیغ زبانش کہ چنان تیر بود
 سنگ کہ بر گو ہر تیغش رسید
 گرچہ کہ دندانہ قنادش تیغ
 شرط کرم میں کہ بہنگام جنگ
 خنجر تیزش ہمہ تن شد زباں
 ریختہ از لب ہمہ دُرِ شین
 خصمِ رکیکیش بہ عیان و نہفت
 آنکہ بد و وحی پایہ رسد
 و آنکہ سخن رہت کند از دروغ
 مشک نگویم کہ ز آہو بود
 خوش دم از و نافہ عبد المناف
 یافتہ منشورِ نجات از خدائے
 یافتہ در بحرِ بقا آشنا
 کا من خود از ایمنہ خود بہشت
 کافرت عبد اللہ اش آساں نمود
 طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ
 مردہ سلم آمد و کوہِ صفا
 بد گمزش میں کہ بسنگ آزمود
 رختہ دندانہ اش از اں شد پدید
 ہم سر برد خواہ بُرد بے دریغ
 گوہر خود درختِ بپاداشِ ننگ
 تاکند آئینِ شریعت بیان
 رشتہ آں دُر شدہ جل متین
 شاعرِ گفت ارچہ کہ شعرے نگفت
 شاعرِ کذاب بدو کے رسد
 پیش چنان مردنہ ارد فروغ

داد نویدش کہ ازیں قعر چاہ
 رُو کہ کشادہ در احساں بست
 منتظر است ملایک بہ پیش
 باز کشا دست در آسماں
 خیمہ ازیں دایرہ بیرون فلک
 در قدم افر ازینک رسم
 باز کشا صف جناح از ملک
 قلب رواں کن در سلطان بڑ
 فرصت آن نیست کہ شنی بجائے
 صاحب معراج کہ ایں مژدہ فیت
 برق صفت جبت بہ پشت برق
 صف ملایک بر کابش دواں
 طرّ قوا از غیب ندائے رہش
 چار ملک غاشیہ بستہ بدوش
 بر فلک ماہ برآمد نخست
 تاخت ازاں جائے میدان تیر
 خیز و بدیای ابد جوے راہ
 داعیہ دعوت یزداں بست
 منتظر اں را نظرے دہ بخویش
 پایے برون نہ زمین و زماں
 غلغلہ در عالم یچوں فلک
 ساقی سوائے عرش فرست از قدم
 برگزیناں جنبش قلب از فلک
 تیغ برون کش سر شیطاں بزین
 خبر بدولت بر کاب آریے
 روے ازاں معراج دولت بیت
 کرد بشتاق شتاب از وفاق
 پیشرو کو کبہ خبر رواں
 مشعلہ در پیش ز نور آتش
 ہفت فلک حلقہ فلندہ بگوش
 ماہ کہ لشکرت از و شد درست
 تیر در اں کیش شد آرام گیر

مدتِ ہفصد شد ازوتا با ما تازه ترست ایس خطِ والا با ما
 گر بگزانے بُدے ایس رہ پائے اوشد وایس نیز نمائے بجائے
 ہرچہ نہ آتا حِندائی دہد کے ہمہ وقت روائی دہد
 اینت شے کو زجاں بست بار دولتِ اوتا بہ ابد پائدار
 بار خدا یا بجی آں رسول کیس سخنِ چند کن ازما قبول
وصفِ معراجِ پیمبر کہ لشبِ روشن شد

سرِ اسرئی ش ز زلفِ مشکِ نشان

چوں شبِ قدرش بفلکِ نور دہد قدر ہزاراں شب از اں نور زاد
 شمعِ نخستینش کہ سر بر فراخت دودہ آں رشبِ معراجِ خست
 چشمِ ملائک ز سوائے کہ شبت کردہ بسم گوئے آں شبِ شگفت
 مئے مئے از گیوئے کحلِ نشان بازیہ کردہ ہم چشمِ شاں
 نیم شاں پیکِ آہی ز دور آمد و آور دیر اتے ز نور
 پائے براقش کہ ز اختر گزشت چشمِ کس از پائے مئے آگہ گشت
 انجم آں شبِ ہمہ دیدہ سپید طالبِ آں نور بحشمِ اُمید
 دیں نتوان گفت کہ بود او بخواب خفتہ کہ دیدست مر و آفتاب

آنکہ بانگہار دریں دم زند	بر دہنش زن کہ نرخی ز ند
لے کہ ترا عقل دریں شب دید	ایں خبر بوداد کہ عقل آفرید
با خبرش عقل تو گر خویش نیست	عقل تو از دانشِ او بیش نیست
عقل تو تحقیق ترا در نیافت	کے بتواند بچاں رہ شست
طورِ دیگر بیشتر از عقل بہت	واں نبود کے رسد آنجا بہت
دست ہماں مرد باں جارسد	کز حدِ قوسین بہ ادنیٰ رسد
راست بقوسین در آمد چو تیر	چشم زما نزع شدہ گوشہ گیر
آں دو کمانش کہ یکجا کشد	بانگِ زہ از چرخِ بگوشش رسید
ترکِ کماں کرد قدم پیش بُرد	دست با ما جگہ خویش برد
منزلے یافت منازلِ نور د	کیف و کم از راہ بروں برد گرد
پردہ خویشی ز میانِ حاستہ	مرتبہ بخودی آراستہ
آئینہ صورتش از سینہ رفت	صورتِ ادراک ز آئینہ رفت
چوں ز میاں رقتہ حجابِ خیال	بے محیش جسلوہ نمود آں حال
رفت چو حدِ جہت از پیشِ پس	از پس و از پیشِ خداوند و پس
نقشِ خود از راہِ فنا بر گرفت	نورِ بقا دید و ثنا در گرفت
بانگِ بروں ز دبا دلے پاس	شکر فروں کرد و ز راہِ قیاس

زہرہ کہ دریافت از آن صبح تاب	کرد حسن بدف آفتاب
دید چو خورشید بد ریائے نور	کرد زن چشم بے آب دور
گشتہ در آن کو کبہ بہرام پست	تیغ بپگند و ہم دست بست
یافت غبارے ز ہش مشتری	قیمت آن داد نہ انگشتی
پر تو اوتافت بروئے زحل	گشت نخست بسعادت بل
کرد از آنجا ثبوت عروج	پُر مہ و خورشید شد از بروج
پاش چو کرسی فلک اگر زشت	عرش ہواں کرسی خود پیش شست
پیشتر کز آن چو شدندش دلیل	لرزہ در آمد سپر جبریل
دامن از آن پایہ فرو ترکشد	پائے بد امان ادب در کشید
طائر عرشی بسوئے سدر راند	خطبہ طوبیٰ لکش از دور خواند
جست بروں جو ہر ش از کن فلک	یافت مکانے بحمد لامک
از زیر وزیر بروں برد ذات	زیر وزیر بر پیچ نما ند از جہات
در محلے کز جہت آمد بری	زاب و گلش کرد عمارت گری
پیشتر از عقل کل از جائے خویش	رفت بکل با ہمہ اجزائے خویش

۱۱ یعنی چون زہرہ از آن صبح تاب حاصل کرد دف آفتاب را حرارت دادہ سرودن آغاز نمود
 زحف را بوقت نواختن از آتش گرم میکنند ۱۲

۱۳ یعنی در محلیکہ از جہات ستہ بری بود رسول صلعم آنرا از گل تعمیر نمود یعنی مع جسم ظاہر تشریف بردند مراد
 این ست کہ معراج مع یک بود نہ کہ مجروح ۱۴

قطرہ اوچشمہ والا شد
اے شبِ توروشنی روزِ ما
چشمہ چہ گویند کہ دریا شد
تو شدہ مخصوص بعونِ خدا
نورِ رختِ شمعِ شبِ افزِ ما
بندہ سہ حاجت بتو امید بست
عونِ تو مارا بخدا رہنمائے
اولش ایں کیں سخنم در پند
واں با حاجتِ سدا امید بست
ورزے ہست گرفتہ گیر
آں دویش گرچہ نہ اندر خورم
سویٰ خودم خوانِ مراں از دم
سویش آن ست کہ انجام کا
دست بگیر و بخدا ایم سپا

مدحتِ شاہ کہ نامش بفلکِ قمۂ چنانکہ
نقشِ آں داغ شدہ خنکِ فلکِ ابر راں

وقت شد اکنوں کہ بجا دو گری
دقتم از سحرِ زباں بر کشیم
باز کشایم دردِ داوری
بر سخن از غالیہ بندیم بند
سحرِ زباں را بقلمِ در کشیم
سلکِ سخن را کہ در افتاں کینم
پیشِ صفِ موجِ پریم قند
اے سخن از رشتہ برون یزد
تخلہ ازیں بہ بنو دیش شاہ
وزدِ درخود کن ہمہ آفاق پُر
شاہِ سکندر و دولت پناہ
آئینہ روے سکندر و نشان

دل بتضرع خستد و ز کرد
 گاه بخود لاشد و الاک گفت
 رحمت حق نیز بعون تمام
 ریخت بدامنش زهر گفتنی
 یافت کرامت بخطای که خواست
 جام عنایت بصف نوش کرد
 بس که برون برد و صالتش برپو
 راه که پرگم شد از آن جبرئیل
 غم از آن قبله که دل کشید
 بس که دے آن راه برعت نشست
 رفته و باز آمده در یک زمان
 چشم یقینش چو بر حمت افتاد
 هر تنگه که کرم غیب یافت
 با شرف رحمت و تشریف بود
 آمد از آن مقصد مقصود باز
 گفتنی آن را که سزاوید گفت
 آب که خود خورد از آن زمره

لب تحت ادب آموز کرد
 گاه بد و نعبه ایاک گفت
 گفت سلامش علیه السلام
 گوهر ناسفتنی و سفتنی
 گشت مشرف بجوابی که خواست
 از خود دے خویش فراموش کرد
 فرق ندانست خود تا بدوست
 و هم ملایک نشاءنج دلیل
 پیشتر از خویش بمنزل رسید
 پیشتر از رفتن خود باز گشت
 رفتن و باز آمدش تو اماں
 امت بیچاره ز رفتش زیاد
 دامن پر جانب امت نشست
 گوهر اقبال بحیب وجود
 زاده آورد بابل نیاز
 داشتنی هم بدل اند نفست
 قطره چکانید بکام همه

تازکش یافت زمین کمیاب	رست زراز خاک بجائے گیا
گل کہ بروید ز زمین سُرخ و زرد	تنکے زرداں کہ کفش تخم کرد
سکہ ز رخیخت برے زمین	گرچہ کہ روز رفته ز رازین
دکفش از سکہ ضرب کرم	کوفت گیاست برے دم
سکہ چو از منہ دم ساز کرد	بخشش او مہر دم باز کرد
گر جد و الاش ز بہر کرم	کر دیکے را دوعیا ردم
ہیں کہ عیار در مش تا چہ شد	کز سہ یکے بود یکے را سہ شد
ہر طرفے کا خیر آور و نہاد	فتح دوید و در دولت کشاد
خاک درش بر سر شاہاں نہایت	خاک براں سر کہ نہ انیش ہواست
چشم خرابیں سر نہ نیار دازو	کیست کہ این چشم نہ ادا دازو
بس کہ بجا کِ درِ او گاہ بار	چشم نہاد نہ سراں صد ہزار
مُرمہ کہ ہر چشم براں درفشاند	خاک ہمہ گم شد و آن سہ ماند
زاہلِ بصر ہر کہ براں در شافت	خاک طلب کر دے سر مہ نیت
از مُہم اپش کہ زمین کرد چاک	خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک
خواست کہ پیشش ز سپہ بریں	ماہ فرو د آید و بوسہ زمین
سوئے فلک رفت زمیدانش گرد	ہم فلکِ ماہ زمین بوس کرد
تیغ زماں گرم شود آفتاب	تا ہمہ آفاق بگیرد ز تاب

ہفت فلک خنصر اور ہشت	برج شرف چوں فلک از ہفت پشت
جاے شرف بر سرِ مرہ ساختہ	با شرفِ ماہِ سہرا فراختہ
ہر طرف از ہر دو طرف تاجِ ادا	پشتِ پشت از دو طرف شہرِ ادا
بر صفتِ تاجِ بگوہِ سربند	در گہرا ز تاجِ جو راں سربند
شاخِ بناختِ نسبِ سرو راں	میوہِ دلماے بلند افسراں
میوہِ یکے آمد و بالِش چہار	میوہِ کہ آمد چو ز بالِش ہزار
فرجِ جد از فرجِ خود یافتہ	نورِ جد از جہبہ او تافتہ
اظہر من شمسِ جدِ دیگرش	شمسِ جبائیکرِ جدِ باقرش
خوئے خوش نشی باغِ بہشت	ناصر حق شاہِ فرشتہ شہرِ شہت
حاکمِ فرماں ز عرب تا عجم	جدِ سوم شاہِ غیاثِ امم
کردہ دو عالم سہ جدش را بسود	ہر سہ جدش کعبہٴ ارکانِ بود
کیست کہ ایں پایہ بدو در خورست	پایہٴ شاہی کہ ز مسہ بر ترست
تاجِ دہ و تختِ شانِ شان	شاہِ جوانِ بختِ معزِ جان
کافرِ جدِ سرِ کیا نیش داد	وارثِ اکیلِ کیاں کیقبا
پایہٴ منبرِ فلکِ بردہ سہ	یافتہ از خطبہٴ نامش اثر
خطبہٴ او بر شدہ تا آسمان	باہمہ زان منبرِ چوں نردبان
بلک بنا مش دم از خاکِ رست	سکہ نامش چو دم شد درست

در خطاب شه عالم چو بسک خد مش ایم و این گهر چیدفشام ز زباں

لے سر چتر تو ز خست بلند	چتر تو از ماه بیک سر بلند
سود بیه چتر سیاه تو سر	در مه ازاں کرد سیاهی
گوهر آن چتر که بر شد بماه	قطره بار نیست در ابر سیاه
بکله گردوں که عماری و شست	بر در قدر تو عماری کشت
رایت میمون که شده چرخ تاب	کوس زده با علم آفتاب
کوس تو کا فاق پراز صیت او	جز سخن فتح نگوید بوست
لشکر تو از عدد دذره بیش	هر یک ازاں ذره ز نور شید پیش
افسر خورشید بشاهی تویی	نے غلظم ظل الی تویی
بارگمت راست بنگام بار	مهر سلاخی و فلک پرده دار
صفه کسری که تو اں طاق گفت	بارگمت را نتوان گفت جفت
قصر ترا برج کمان تیش کش	شمسه آں نه فلک شیشه و ش
مه که در انگیزش تنگ ست چیت	نقش گر صورت ایوان تست
بر در تو همه که به بند دگر	غرق شود تا کمر اندر گهر
تبع بر آور که بلند اختری	آئینه برگیر که اسکندری

نورِ جبینش چو بید از کیس
 دشمن اور راست ز رفعت مکا
 غزم چو برکشتن دشمن کند
 گاہ و غایک تن چوں صد سپاہ
 بست چو در قلعہ کشائی کمر
 سلک گہرا ز دُرِ بحری برش
 روم بگبیر بگرہ کارزار
 ناک و پیکانش بنیای و جنگ
 گر بجان دست برد چوں ہر بر
 درکش تیر چو شد سخت کوش
 رے چو خورشید رے اندر کماں
 آمدہ تیرش ز خطا چندن
 تیرے از شیر جہد گاہ کار
 گوے زمیں در خم چو گانِ اوت
 ایزدش از قنہ نگہ دار باد
 در شدہ از شرم زیر زمیں
 زیر زمیں چوں زبرِ آسمان
 خون بداندیشش بگردن کند
 ملک ستانندہ تر از ہمسہ ماہ
 لعل و گہر ساخت عدو را جگر
 عبرہ بحرین بہائے دُرش
 تیغ وے از رنگِ نیکو د زعار
 ایں ز خطا دور شد اُو ز رنگ
 قوسِ قسنج داں کہ بر آمد زابر
 زہ ز کمانِ خودش آمد بگوش
 کوئی روز بداندیشش داں
 لیک ز رفتہ بخطایہ چ کہ
 شیر ز تیرش بخت در شکار
 حالکہ بخت بمیدانِ اوت
 باوے و بادولت وے یار باد

نافه خلقت که زد از مشک دم هر دو بهم زاده شد از یک شکم
 لیک جزین فرق نشاید گزید کز طرف مشک شد آهو پدید
 صحن زمیں پیش تو باین وقار ماند چو ذره بهو اسبق رار
 دور فلک مست ز جام توشه دهر بیک جرعه غلام توشه
 زهره بخینا گریه کرد غم بو که ازیں پرده در آید نبرم
 خوں شده ز احسان تو کان درو وز دل صد پاره بر انداخت جو
 موج گفت رفته بدریائے آب آب گذشت از سر در خوشاب
 لاف نوالهت چو ز دریانشید آب ز تیزی لب دریا گزید
 خود همه دریاز گفت خاک شد چون کف خود حامل خاشاک شد
 باد مدام آن کف دریانشان زابر کرم بر سر بادرفشان
 گشت که بخشش درینیں هر غم خاصه تو خاصه این

غزل

اے زندگانی بخش من لعل شکر گفتار تو در آرزوئے مردم از حسرت دیدار تو
 گر شهد باشد بر زبان یا آب حیوان در دهان گفتار میگویم که آن نبود مگر گفتار تو
 معذوری از زلف سیه پوشی بر آن روچو سیری ندارد و هیچکے چوں دیده از دیدار تو
 گیرم ترا زین چشم تر دشواری آید نظر بیرون کنم دیده ز سر آسان کنم دشوار تو

خندِ ہنسی آک براوز نگِ خویش	پیشِ سریت کُشد از چرخِ پیش
صورتِ چسپِ کردہ برے زمیں	از بَخِ خودِ پیشِ تو خافتِ ان چسپ
می نمد دیدہ بجا کِ بہت	کیت فریدوں کہ بند گمت
تا نکند خاکِ بہت رسیا	چشمِ سیہ کو کہ ناید براہ
نیت مر اور ابہ ازیں سرِ شوت	نام تو جم بر سرِ افسرِ نوشت
تیغِ فروخت میانِ نیام	تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام
لوحِ خدائیت کہ محفوظ باد	جہتِ تو بارِ قمِ عدلِ واد
جملہ جہاں بستہ بیکتا رموے	عدلِ چو مئے تو بہر چار سوے
گردنِ وہ گرگ بیک مئے پیش	عدلِ تو بر بست بہ نیز مئے خویش
بید لمر زید ز طوفانِ باد	تا درِ عدلِ تو جہاں بر کشاد
زر گسِ رخا ز زمیں خفتہ خاست	عدلِ تو تا ایمنی دہر خواست
دیو نگر دد بجد دیو گیر	کفر شد از بس کہ خسِ ربی پندیر
حر بہ زرد اندر دلِ شیرانِ مست	ہیتِ تو تیغِ سیاست بدست
بختِ تو در خواب نہ بیند کے	فتنہ ز بختِ تو بخسپ ہے
چشمہ خورشیدِ نماند نہاں	روشنی از رائے تو گیر دجاں
از توشہ انگشتِ ناپاچوں ہلال	خاتمِ جسم با ہمتِ شش کمال

ہر دم از ان قلعه مینو مشرت
 چوں فلک ثابۃ ثابت صفت
 برج فلک آمد ثابت سہ چار
 برج بر برجش درجات سپہر
 لنگر او گشت زبان حمید تن
 چرخ نذا ندرو دیوار کس
 ملک دروازہ افستح یاب
 نام بلندش رہ بالا گرفت
 گر شود قصہ این بوستان
 شہر نبی را بسہر اوقسم
 دہش از چرخ چو دیدم عطا
 قبۃ اسلام شدہ در جہاں
 ساکن او جسد بزرگان ملک
 تختگہ تا جو ران بلند
 گوشہ ہر خانہ بہشتے شگرف
 بر سر ہر کو ز بزرگان صفے
 قلعہ فیروزہ شدہ خشت خشت
 نے چو فلکائے دگر بے ثبات
 برج حصارش ہمہ ثابت شمار
 گشتہ بگردہ سہرا و ماہ و مہر
 و آمدہ بامادہ یک در سخن
 تکیہ بدیوار و درش کردہ بس
 سینزدہ دروازہ و صد فتح باب
 تا بختن شہر ہمہ لیا گرفت
 مکہ شود طائف ہند و ستا
 شہر خدا گشتہ ز صیتش اصم
 گفتم روم ست گفتم خطا
 بستہ اوقبۃ ہفت آسماں
 گوشہ بگوشہ ہمہ ارکان ملک
 گشتہ ز اقبال شہاں بہرہ مند
 گشتہ بصنعت زربے صرفہ صرف
 در رف ہر خانہ نہاں فرنی

۱۔ یعنی ملک و یعنی غارت ہر دو موزوں ہند ۱۲۔ طائف طواف کنندہ و نیز شہر است عربیاً
 ۱۳۔ مثلاً یعنی عظیم و قیۃ نام ملک و شہر ہر دو معنی درست ہند ۱۴۔ طائف کو در پہلے ۷ دروازہ سازند ۱۵۔

نہیں پس بجاں ننگم در کوئے ایشان گذرم
گر ہیچ یکہ جاں برم از غرہ خو خوار تو
در کوئے تو بہر درے افتادہ بے نیم سرے
این نیست کار دیگرے این کا تست این کا تو
خواہی نمک نیش را خواہی بکس درویش را
ہر چونکہ داری خویش را بر بستہ دم در تار تو
چوں غم بقتار آورم یا گیر در کار آورم
یار و بد یار آورم باے ہماں دیوار تو
خواہی کہ بہر خندہ پیش انگنی افگندہ
اینک چو خستہ بندہ نوبردہ بازار تو

صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ عظم ہست مشوروی از حرّ سہا اللہ نشان

حضرتِ دہلی کفِ دین و داد
جنتِ عدن ست کہ آباد
ہست چو ذاتِ ارم اند صفا
حرّ سہا اللہ عن الحادینا
دورش از انکاہ کہ پُرکار شد
دائرہ چرخ ز پُرکار شد
تا کہ بنایافت نگنجید پیش
دہمہ عالم ز بزرگی خویش
از سہ حصارش دو جہاں یک مقام
وز دو جہاں یک نفس دہ سلام
حسنِ برویش ز عالم بروں
عالم بیرونش بخصن اندروں
حسنِ درویش تو گوئی مگر
چرخ ز برست مہ صارش زبر
گفت حصار نو اورا سپہر
کائے فلک نو کہ بن دہر

سقفِ سما کز کسنی شد نگون
 تا سرش از براج بگردون نشت
 آنکه ز زر بر سرش افسر شده است
 سنگِ دے از بس که بخورشیدو
 بنجر سنگیں کستونِ سپر
 گرنہ حرف شد فلکِ شیشہ ساز
 دیدنِ او را کلمہ فگندہ ماہ
 ماہِ نخبہ ہمیشہ شب تا سحر
 زانِ غلہ ہر بار کہ در ابر داد
 شد چو بلند از شرفِ نفسِ خویش
 بر ملکش سایہ طرفِ بر طرف
 اپنے بر رفتنِ ہفت آسماں
 گردِ سرش کرد موزنِ چو گشت
 موزنِ آسماں کہ اقامت کشید
 مسجدِ جامع ز دروں چون ہشت
 درتہ او داشتہ سنگیں ستوں
 گنبد بے سنگِ فلکِ سنگِ فیتا
 سنگِ ز نزدیکِ خور ز رشہ است
 زو ز خورشید عیاری نمود
 آمدہ از مہر شدہ ہم بھر
 از چہ براں سنگِ بود شیشہ بان
 بلکِ قنادش گدین کلاہ
 کز سرِ سختش خندہ دارد بہر
 برقِ زجاہست و دگر جاقاد
 ز دزلندی بجی چرخِ نیش
 تا فلکش پایہ شرفِ بر شرف
 کرد ز میں تا بفلاکِ نرد بان
 قامتش از مسجدِ عیسیٰ گزشت
 قامتِ موزنِ نتواند رسید
 حوضِ زیروں شدہ کوثر شربت

لے بیت المقدس ۱۲

لے موزن ظرف از اذانِ بعضی مکتبہ کہ موزن براں ایستادہ اذان می گوید ۱۲

مردم کچانہ و صد قزمی خانہ نیک مردم و صد مردی

صفتِ مسجدِ جامع کہ چنان ست درو

شجرہ طیبہ ہر سوئے چو طوبی بحال

مسجدِ اوجامع فیضِ آلہ	زمرہ خطبہ اوتا باہ
بر سرِ تخت گرفتہ شی	منبرش از خطبہ بیت اللہی
آمدہ دروئے ز سپہر کبود	فیض بیک فغاندن قرآن فرود
غفلِ تبیح بگنبد درو	رفتہ زنہ گنبد و الابروں
گنبدِ او سلسلہ پیوندِ راز	سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ سانہ
خواندہ اہم کعبہ دینِ خودش	پیش نشستہ حجر الاسودش
بندہ سنگش درو لعل و عقیق	زوہمہ آزادی بیتِ الحقیق
ہر کہ سعادت بودش رہنمائی	بر درِ او سر نہاد نگاہ پائی
در تہِ سقفش زمیں تا زین	نصب شدہ جملہ ستون لئی دیا
قامتِ خود کردہ موذن دراز	دادہ اقامتِ بہ ستون نیاز

صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعت سنگش

اپنے خجور شدہ سنگ نشان

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ اپنے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

مغ بہرودے اندر سرود	رقص کناس ماہی از آواز رود
شیشہ گری کرد بر آتش جاب	شیشہ خالی وہاں پر گلاب
باد کہ برے خطِ زیبا نوشت	نسخہ ماہیت دریا نوشت
عمق دروکار بجائے کشد	کر تیرِ او گشتہ زمین ناپید
رفت زمین را چو حجاب از میاں	گشت پدید از تیرِ آب آسمان
نیم فلک ہست بزریر زمین	چوں تہش نیست زمین آسین
بسکہ زمین رفت ہمہ ایش	گاہ و ریش شد خورش ماہیش
حوض نگویم کہ جانے ز نور	نور کز و دیدہ بد باد دور
گردے از اہل تماشا گروہ	دامنِ خمیہ شدہ دامنِ کوہ
نادرہ شہرے کہ بجدش دروں	نادرہ زمیناں بود احد بروں
شہر نہ بل بحرِ عجائب منا	بحر دے گشت بکوہ آشنا
زان بد دل کوہ گرفتہ قرار	تا کہند اقلیم حد و سنگار
تا بد و فرسنگ بہ پیر ہنش	روضہ باغ و چمن گلشنش
تا فلک از جون بد و داد آب	دجلہ رواں برد بغداد آب
ہر کہ دریں ملک دمو آب خورد	گشت دل از آبِ خراسانش سرد
بسکہ خنک دید خراساں سپہر	گشت ہمہ سال برو سر دہر

صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی ریختہ دستِ ملک ز آبِ خضرِ صوبتِ جان

در کمرِ سنگِ میانِ دو کوہ	آبِ گمرِ صفوت و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکنہِ صفات	در سدِ کوہِ آئینہ ز آبِ حیات
تا خضرِ آبِ خوشِ او نوشِ کرد	آبِ خوشِ حیمہ فراموشِ کرد
شہرِ گرازِ بے بودِ آبِ کش	کسِ نخورد و در ہمہ شہرِ آبِ خوش
آبِ کہ علتِ زبرائے تریست	تری آں آبِ ز علتِ بریست
در نخوردِ آبِ بے اندرِ زمیں	کے بزمِیش در حوزِ دآبِ جنیں
در تیرِ آبِش ز صفا ریگِ خرد	کوہِ تو اندبہ دلِ شبِ شمر
موجِ بلندش کہ رسد تا بامہ	باز دہدِ آبِ بابرِ سیاہ
یلِ بے آہنگِ بکسارِ کرد	کوہِ بتر دامنِ اقرارِ کرد
چوں مدو جزرِش ز نشیبِ وفراز	ز آبِ زکوہ آمدہ و وفستہ باز
چو ترہ و قصرِ بلندش در آب	گشت از اں ساغرِ صافیِ جاب
رو دے زوشدہ تا آبِ چون	چوں نپے آبِ از وجہِ عون

۱۲ یعنی آبِ آں حوض در زمیںِ خمیر و وزیر کہ زمیںِ لایقِ ایں آبِ محترم نیست
 ۱۳ یعنی ریگِ آبِ او چنانِ مصفاست کہ کوہِ ہم در میانہ شبِ ذرا ہائے اور استخوانہ شمر ۱۲
 ۱۴ چون دریا بے جمن ۱۲

پنج ہزار از ملکِ نامدار
 کو کبہ زینگو نہ کو اکب عدد
 لشکرِ ثاں بشتر از صد ہزار
 کا بجنِ چسبِ بردزاں مدد
 بر سرِ ثاں شاہِ جوانِ بخت
 کرد چو در ششصد و ہشتاد و شش
 ضبط چناں کرد جہاں رازداد
 گنجِ برانگو نہ بصحرانِ گند
 مرتبہ عدل چناں میش گشت
 بکے جہانے بزراند و دہ شد
 گرم شد آوازہ بگردِ جہاں
 لرزہ در افتاد بر ایاں ہند
 رفت خبر بر شہِ مشرقِ پنا
 کافر اورا پسرانِ باز گشت
 گر چہ پنج در راہِ اندا ایں غبار
 چتر بر کرد و علم بر کشید
 لشکرِ مشرق ز غرض تا بہ بنگ
 ترکِ خدنگ افکن و سنداں گزاد
 تا جاگت گردن کش و لشکر شکن
 ہر ہمہ شیر افکن و اثر در شکار
 بشتری نیزہ و رو تیغ زن

گرچہ دریں ملک موہبت گرم
 مہرِ فلک گرم شد اندر و فاش
 گل ہمہ سالہ بحمن خوش نیم
 تری صد گونه بصد برگِ تر
 خطِ تر بنبرہ بصرِ او کشت
 میوہ زہند و زخراں بے
 مردمِ او جبکہ فرشتہ سرشت
 ہر مہرِ نزدیکِ دل و گرم خوں
 ہر سحرِ برتنِ ایشان ہنر
 ہر چہ ز صنعت ہمہ عالم ست
 و ز قلمِ ہم ہر چہ بر آرد علم
 بیشتر از علم و ادب بہرہ مند
 ہر طرے سحرِ زبانے نوشت
 چوں ز سخن بگذری آہنگ و سنا
 زخمہ زانے کہ بگاہِ سرود
 و از ہنر نیزہ و پیکان و تیر
 لشکرِ مانی ہمہ لشکرِ شکن
 از خلیکھائے خراں چہ شرم
 گرم از ان گشت جہاںِ ابواش
 خاک ز گلہا شدہ پر ز رستم
 کوزہ ہر خاک پر آبے دگر
 نسخہ گرفتہ ز سوادِ بہشت
 ز انچہ نخوردہ بخراساں کے
 خوش دل و خوش خے چو اہلِ بہشت
 رفتہ چو جانِ رتنِ مردمِ دروں
 و آمدہ در معئے شگافی بسر
 بہت در ایشان زیادتِ ہم
 و انچہ بگنجِ زبانِ قلم
 و اہلِ سخن خود کہ شمار دہ چند
 ریزہ چیں کمتر شاںِ خسرو بہت
 نغمہ مرغانِ بریشم نواز
 از رگِ ناہید بتابند رود
 ہر کہ در آید بطنِ بے نظیر
 گاہ و غا غازی کا فر شکن

خوں خوردنِ شاں با شکارت
گرچہ پنہاں خورد بادہ
فرماں نبرند از آنکہ ہستند
از غایتِ نازِ خود مرادہ^۱
نزدیکِ دل آہنجا ننگِ جاں^۲
برداشتہ گوشہ ہنسادی
جائے کہ برہ کنند گل گشت
در کوچہ دم گل پیادہ
آسبِ صبار سید بردوش
دستارچہ بر زمیں قتادہ
شاہِ دررہ و عاشقانِ مبنال^۳
خونابِ زید ہاکشادہ
ایشانِ ہمہ بادِ حسنِ در سر
و اینہا ہمہ دل بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلمان
زین ہندوگانِ شوخ و سادہ
کردند مرا خراب و سرمست
ایں مغ بچگاں تاک زادہ
بر بستہ شاں بوئے مرغول
خسرو چو گلیست در ستادہ

صفتِ فصلِ دے و سردیِ مہرِ شہِ شرق

و آمدنِ تیغِ کشیدہ نے ضبطِ جہاں

شاہِ فلک چوں بجاں دست برد
تیر تہ اقلیمِ بہرا سپرد
گشت چو کینا نہ کسانِ سپہر
داد سپہر آتشِ تیز زب زہر
قوسِ ہی گشت نمی استاد
زاں فلکش آتشِ خورشید داد

۱ مرادہ سرکش ۱۲ تاک لے قوم تانک ۱۲ تیرہ و تیراہ بلب پارسیان ۱۰ تانمان آفتاب

دربرج سرطان و خریف رانیز گویند ۱۲

راوتِ رُومینِ زنِ و خاراٹھکا
 خشتِ زمانے کہ گہِ آزمون
 پستِ پستِ اپنے رُومے مصفا
 خشتِ نشانِ بنگ اندرون
 پاکِ بازی گروموزوں حرام
 پیلِ گراں سنگِ بکِ ایتاد
 تند چو بادِ آمازاں خارخار
 راندِ ازاں جا بعوضِ بادِ پٹے
 درِ عوضِ آمدِ کمرِ کینہِ چست
 شہِ عوضِ راہمِ ازانِ دبتر
 زینِ طرفِ آگاہِ نہ فرزندِ شاہ
 نوشِ ہی کر دے از جامِ مہر
 دورِ خوشی بادِ مہِ امِ از میش
 از طرفِ چنگِ ہنگامِ نوش
 غزل

لے دہلی ولے بتاں سادہ پگ پتہ ورثہ کج ہنادہ

لے راوتِ قوے مت درہند کہ آں را راجپوت گویند۔ رُومین نیز دُکوپک ۱۲ لے نوے از شیر ۱۲

بستہ ہوا بر دل آب از عمل
 سکہ دے کردہ بضرب کیاں
 باد کہ بر آب ہی زد قلم
 گر دے دیوانہ جنوں در گرفت
 دانه بھدے کہ نرست از گیا
 گشتہ غدیر از تہ بطفرہ سائے
 حوض کہ دورش تبسل نشت
 چونکہ شمشیر سلسلہ در پا فگند
 آب رواں شد گرد و ناکشاد
 عقدہ مشکل کہ نمی گشت حل
 فقر و فزوں درم ماہیاں
 آب چو شد تختہ بماند از مسم
 باز آب ارچہ رقم برگرفت
 آب شد از گردش دور آسایا
 زو بط زریائے شدہ فقرہ پائے
 دورے از نقش تبسل نخت
 کرد ہوا سلسلہ را تختہ بند
 روئے زیں آخور شگیش داد

صفت آتش و آں گرم رویشانی کہ شب و روز بود شمع دل و میوہ جاں

آتش از اینجا کہ بدل جائے کرد
 گرچہ زبردست غنا نشت
 بسکہ جہاں سوزی و گرمی نمود
 دود کرد سوختہ در لطف و تاب
 دود برآمد ز نفسائے سرد
 گشت بسرا ہمہ رازیر دست
 چوب چہاں خورد کہ بر فاختہ دود
 بر شدہ برابر با میہ آب

لے شمع و فختیں حوض خورد یعنی از کثرت برف حوض منجمد بود و ہوا سلسلہ موج را تختہ بند کرد بود ۱۲

لے دود بر آمدن ہلاک شدن ۱۲

بسکہ زورشید شد آتش نشیں
 گشت ہمہ خانہ قوس آتیش
 زال جہاں چرخ زدن کرد ساز
 داد بشب رشتہ بغایت دراز
 رشتہ ز تطویل ہمہ خورد پیچ
 نامہ تقصیر درازیش ہیچ
 بندہ بے دید کہ شب کم نکشت
 گرچہ کہ برشب مکمل گزشت
 گم شدہ روز از شب بے منتہا
 خواند ہی از پئے خود و لضعی
 روز چہاں تنگ محال آمد
 کبش بکہ چاشت زوال آمدہ
 خنجر خوریک نقطہ از خط شب
 کد حک مروز نہا دل لقب
 بستن پنج بود ہر ہر ہوتاں
 از عمل عالم پر انقلاب
 داشت چمن باقے دیوانہ جنگ
 آب ز آہن شدہ زنجیر تاب
 برکہ کہ در سلسلہ کاری نشست
 چہمہ بے نگی خود می شتافت
 آب کہ صد شیشہ نمودے ز دست
 بستہ جہاں بند مسلسل بر آب
 گشت گراں ننگ زنگی گرفت
 آب کہ صد شیشہ نمودے ز دست
 بستہ جہاں بند مسلسل بر آب
 قطرہ کہ از ابر چکاں بر ہوا
 داد کلیدش بکف آفتاب
 مہرہ بلور شدہ در ہوا

زنده نشد تا که نداد او زباں	شمع اگر گشته شد و داد جان
گشته بهر خانه از ور دشمنان	نور چراغی که شب داشت پاسبان
کو ز دواں یافت کلاه سپاه	سود کلاه سپیش سر باده
زنده کنان آتش مرده بدم	هر که دم زوشده عیسی قدم
شقه بهر پشت شده پشتبان	شعله کنان از سر آتش زبان
خود بیاں مانده چنیدیکس	خلق ز پیش آتش و پنبه ز پس
روئے خود از آتش خورشید تافت	هر که ز پوشش مدد داشت یافت
خاصه که پوشش ایام خز	پوشش شاهانه خروآب ز
گردن مرده را بدوال قصب	سیمبران بسته بگاہ سلب
تا بگلویار مرده زماں	آب تنک شد ز تری بهماں
چون گل نسری لب آب گیر	لرزه کنان بر تن خواباں حریر
شعر سیه در تیره چو سیاه	پیرهن از پشت بتان چو ماه
بافته و شعر لقب یافته	تا رب ساریکی موتافت
لت که کند بر تن خود خستیا	تن ز کتاں دولت و بال زه بار
سیم براں صورت دیبا شده	شقه دیبا بر زیبا شده
آتش از دو بروں آمده	اطلس رنگین که زخوں آمده

در ہمہ تدبیر شدہ پختہ کار	خلق و جہاں گشت از نچتہ خوا
پنختہ بے گشتہ از و دیگر مرد	دیگ بے پنختہ وے خود بخورد
گاہ بہر خانہ وطن ساختہ	گاہ بے خانہ بر انداختہ
بسکہ زباں آوری آموختہ	جملہ جہاں را بزبان سوختہ
یتیم زباں را چو گرفتہ بدست	روئے از وفاقتہ ہر کس کہ بہت
ذرّہ او سوئے ہوادر شتاب	ذرّہ کہ گرد و دبے آفتاب
تیز چو شد خنجر آں گرم خوسے	پشت ندیش کس از پیچ روئے
گاہ گل شمع شدہ در ضیا	گاہ شدہ فاکہۃ فی الشّفاء
ہند و از و سوزش تن دید سود	پیشترش گرچہ پرستش نمود
ہر کہ شد از دون خد قبلاً	سوختہ گرد و ہم از ان قبلاً
آب کہ زو جوش بسیار دید	کشتن او مصلحت کار دید
کڑہ ناری نسب و نامدار	گام نزد تانندشیں بادیار
کڑہ کہ چوں باد روانہ شدہ	گاہ شدن حسانہ بخانہ شدہ
کڑہ کہ ہر بار طبق پنختہ کرد	سوختہ شد دم بدم و چوب خورد
لیک اگر جبت بروں ناگماں	گرم چو خورشید گرفت جہاں
بس کہ درو یافت لطافت اثر	نامدہ کیفیت او در نظر

ہر کہ بشب کرد گئے فراز کردہ با نذازہ آں پادراز
 وانکہ زانہ ازہ برون برد پا سردی ایام نمودش مزا
 ایں شدہ پشتمین ز گیم درشت شقہ شدہ او ز پے پنبہ پشت
 گشتہ ہم پنبہ و پشم آشتا گرچہ بود پشم ز پنبہ جدا
 دلک دندان برہنہ تئاں چون شغب چوبک چوبک تئاں
 گرم شدہ ازہ و جامہ مرد مردم بے جامہ بجا گشت سرد
 بوکہ ز سر ماش رہانہ خدای لرزہ گرفته ہمہ را دست و پا
 زانوی مردم بشکم در شدہ آئینہ و شانہ برابر شدہ
 دست بکش مردم مغلّس ز باد کش خنکے دست کشیدن نہ دا
 ہر کہ طلب کرد ز خورشید تاب گرم روی کرد بر و آفتاب
 تافت جہاں رشتہ صبح از پھر دوخت بے جبہ مسکین ز مھر
 مہر ناچرخ بہر سہر جے ہم ز پس پشت ہم از پیش روی
 بس کہ شدہ پریش خورشید گرم پشت بد و داد ہمہ کس ز شرم
 شبہ بچین وقت بر آہنگ مے رخس طرب کردہ رواں پے پے
 بادہ ہی خور دغنی خور دغم عیش ہی کرد غنی کرد کم

۱۰۰ از بیارے پنبہ پشت ایشان پنبہ شد گویا کہ پشت ایشان عین پنبہ شدہ بود ۱۲۰ یعنی ہلاک شد ۱۲

۱۰۱ مغلّس دستا در بغل خود کردہ بود زیرا کہ سردی اورا اجازت دست از بغل کشیدن نہ داد ۱۲

۱۰۲ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشمس جبۃ المساکین ۱۲

قرطہ شدہ برتن چوں سیم ناب
 غرقہ خوں گشت از و آفتاب
 در کلبہ شدہ قند زمقیم
 خاستہ موبرتن قند ز زمیم
 قائم انگشت ناپشت دست
 بردہن دے زد و برہم گشت
 رقت بقا قلم بت سنجاب سا
 موی ز قلم تخلیہ شش بیا
 شانہ براں موچوزباں آوراں
 رفت و بلغرید ز بانس دراں
 شانہ زدہ مویش ناپافتہ
 زانہوہی موگرہ مونخواست
 از ہمہ پیوند درونی سمور
 سوزن مو سینہ شدہ حلقہ توز
 دست کشیدہ ہمہ در آتیش
 موی بو مفلس موئینہ دوست
 قائم و سنجاب منعم رساں
 برد خطی و قلم دم بدم
 بس کہ خطہ در ہنر خطافہ بود
 از خط او ہیچ کثری برخواست
 واں قلم زان خط نو یافتہ
 زیر گیمے شدہ ہر کس مقیم
 کشنے بولہ بقلم کرد دست
 داغ خطا بر سر خنہ یافتہ
 آمدہ مرداں ہمہ زیر گیم
 کردہ ہسم دعوی خط و قلم
 پیش بیار بکاغذ نو
 کشنے بولہ بقلم کرد دست
 داغ خطا بر سر خنہ یافتہ
 آمدہ مرداں ہمہ زیر گیم

چند ہزار شش ز سوارانِ کار	تیغ زن و کینہ کش و نامدار
ہر ہمہ یکدل شدہ کزدست برد	جاں بسپارند بگاہِ سپرد
نیزہ ورنے بنان در مصنف	در شبِ تار از سر کسِ موشگاف
پایک یازندہ بروں از قیاس	پُر دل و خالی دلِ شاں از ہراس
بر سر خود تیغ ببازی کشاں	یافتہ بازیِ اجل از تیغِ شاں
طلسمِ خوں دادہ ز شمشیر کین	جاگلی ز رد قبایانِ چین
بیلک ترکانِ شکاری شکر	دم بدم آلایشِ خونِ جگر
کشتن گاومیش بدشتِ فراخ	در کفِ شاں داو کا نہائے شاخ
پیش کماں شاں شکمِ گاومیش	زخمِ بے خوردہ ہم از شاخِ خویش
بحرِ رواں تیز ز غایتِ بروں	آمد و نامد نہایتِ دروں
قصرِ روانے چو سپہا رچند	از قدمِ شاہ شدہ سر بلند
تن ز ننگیشِ فزوں آمدہ	وز دہنِ مار بروں آمدہ
لاہرہ زیں بارگہ سرفراز	چار طرف کردہ در خویش باز
بتوہ یکے خانہ عمارتِ برآب	ناشدہ از آبِ عمارتِ خراب
لوریکے ماہی دُم در ہوا	ماہی چوبین و باب آشنا
چند صف آراستہ پیلانِ مست	روئے زمیں در تپہ پاکر دہست

۱۲ بیلک نوعی از تیر و شکر مخفف شکرہ کہ جانور بے ست شکاری ۱۲

۱۳ شاخ خویش کماں کہ از شاخ گاومیش ساختہ بودند ۱۳

می زلب شاہ رسیدہ بکام	ریختہ ساقی مے رنگیں بکام
صورت دیبا شدہ شاہانِ عصر	درخزو دیبا ہمہ دیوا قصر
منطقہ بند اں بگہر تاکہ	تا جوراں غرقہ دُرتا بسر
خرکہ خورشید شدہ پُر زماہ	محرم خلوت شدہ خاصانِ شاہ
دورِ نشاط آمدہ پیمانہ را	عیشِ مدام آمدہ فزائے را
دوست شدہ سرخوش و دشمنِ خراب	ہر ہمہ را سرخوشی از شراب
فتنہ زہر شہر و ہے کردہ روک	امن پیدا آمدہ در چار سوے
مملکت از ظلم اماں یافتہ	چرخ زبید اعداں تافتہ
ہمچو غبارِ زمیں از آبِ تیغ	ضبط شدہ روئے زمین زیر تیغ
قطرہ کہ بنشانِ زمیں را غبار	خنجر شدہ قطرہ آبِ شمار
قاعدہ دولت شاہنشاہت	تا کہ از انجا کہ بجائے نہشت
تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق	گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق
تیغ بر آور دیکھیں کردارے	ناصر دنیا شہرِ کشور کشائے
تا سپش گرد بر آرد ز سند	رانند ز لکھنوتی و دریائے ہند
کاب فرو میل سبا لائند	میں کہ سپہرِش چہ متناہند
آبِ سبا لائند و از فرود	قوت سیلے بنود تا برود
کرد حک از خنجر تیز آں سواد	سوئے سوادِ او دم آمد چو باد

کرد اشارت که دلیران رزم	ساخته دارند همه ساز و نرم
گفت بنحازن که ندارد نگاه	سیم قراری ز قرات خواه
خرج و قرات بهم ضمیم کنند	کار چشم زین دو فرام کنند
خازن شه کرد و گنج باز	گشت چشم هم بدم دل نواز
گشت چو لشکر ز رآر آسته	یافت بے خواسته ناخوآسته
بیدرمی شد ز کف مرد طلب	گشت درم از سر و پامرد قلب
نامه فرستاد بهر کشور	خواند زهر شهر و ولایت سر
جمع شدند از امر لے دیار	از شه و خان و ملک شهریار
تیغ زنان همه اقلیم بهند	نیزه گزاران نواحی سند
عرضه طلب کرد شه سرفراز	خامه سر مجب را کرده باز
در قلم آمد زیل و پهلوان	یک لکه آراسته برگستوان
مردم و یک اسپ بکای نبود	پایک افغان بشماکے نبود
لشکر این مهر ستاره سوار	باد چو ذرات هوا بے شمار
چاکر او گشته سکندر برزم	ساقی او خضر بهنگام برزم
بنده زیادش بهمه حال شا	وین غزل از حال منش داد یاد

غزل

شد هوا سر و کنون آتش و خرگاه کجاست باده روشن و رخساره دلخواه کجاست

ہر یک از اس پلِ حصاری ز علاج بستہ ز آفاق بدن اس خسبِ علاج
 حملہ چو بر کوہِ برند از سیتیز کوہِ قیامت کند اندر گرگزیز
 خشکی و تری ہمہ لشکرِ رواں از شہ و خان و ملک و خسر و اس
 در بر و بحر از سپہِ خستناک غلغلہ در بحر و تزلزلِ بجاک
 قلبے از یس گو نہ بر آراستہ تیغ شدہ خونِ زمینِ خاستہ
 آمدہ اقصائے اودہ در گرفت و از ہمہ تسلیم سر اسر گرفت
 نیست شب و روز جز انیش سخن کایں منم اس کند رِ دارِ شکن
 گردِ پرم رفت جانیانِ منم وارثِ اکیسِ سلیمانِ منم
 تا سرِ من در فورِ افسر بود سر کہ نہ تاجِ کراسر بود
 ہر کہ زد دعویٰ من آید بقیل سر کشمش چوں دبہ در پائے پل
 مردِ مک دیدہ من کیقباد کافر جبہ فریزر گیش داد
 گو ہر ش از نسبتِ من و شست کایں گہ از مہرِ پشتِ من ست
 گرچہ جانگیر شد و تاجدار نیست جان دیدہ تر از من بجا
 تختِ پدر کرپے پائے من ست ہر ہمہ دانند کہ جائے من ست
 جائے خود از بخت بود رہنما تانہ ستانم نہ نشیم ز پائے
 مہر غیاثے کہ ہیں سکہ گشت از خطِ نامم نہ تواند گزشت
 حاصلِ اس حادثہ کا مدِ پدر شاہِ جہاں یافت پیائے خبر

ز اصف ابختم که مُنیّا شده
 نور علیا که گمیاں گرفت
 خواست که افتد بزم چرخ پیر
 پرچم بیرق که بگردوں رسید
 از شغبِ کوس دے کا نہ روت
 ددمہ کا سہرہ با از خوش
 نیزہ کہ بر چرخ سرافراختہ
 بکہ زمیں شد ز علم سایہ دار
 ہیکل فیلاں بزمیں خسم فگند
 ز اں ہمہ دندان کہ بلائج بود
 از حشم و پیل در اں پیل مال
 جنبشِ اُپ از سم فاراشگاف
 از روشِ اُپ بگامِ منسراج
 و از اثرِ نعلِ صبحہ اتمام
 ہر یک ازاں کوہ تان چو پیل
 گرد سواراں کہ بخورشید جست
 مہ بشرف گاہِ ثریّا شدہ
 آتے گوئی بہ نیتاں گرفت
 لیک شدش چوبِ علم و تکیہ
 در رُخ مہ کرد محاسنِ پید
 گاؤ زمینِ راخل آورد پست
 کوس زدہ با فلک کسہوش
 تیر فلک خانہ نے ساخته
 ماند چو سائے ندگاں بققرار
 زلزلہ در عرصہ عالم فگند
 روتے زمیں رقعہ شطرنج بود
 خضر حید ثابت و سیرِ جبال
 لرزہ در افگند زمیں اربانف
 گاؤ زمینِ راشدہ سر شاخ شاخ
 خاک پر از نون شدہ و عینِ لام
 رقص ہی کرد با تگِ صیل
 قطرہ بر چشمہ فور شد بست

لے سایہ بن و پیری وغیرہ ۱۲ لے یعنی از نعلِ اُپاں بزمیں نشانتائے نون و عینِ دلام بود نہ صنعتِ این
 کہ در نعلِ ہی نہ حرفت ۱۲ لے صیل آواز اُپ ۱۲

روشن اینک دل دے گریہ خونیں تنِ من
 وے ہی رفت و زبس دیدہ کہ غلطی خاک
 ہر شب لے دیدہ کہ پر چرخ ستارہ شماری
 ماہِ من کو رشدا یں دیدہ زبیداری شب
 گفتی از طرہ کو تہ شبِ تور روز کس نم
 من برا نم ز زرخذانت کہ در چہ افتم
 پیش ازیں کردی از آہ دل خود خالی
 غم حج دار و دھڑ ز پے توبہ عشق
 خرگہ گرم لے ماہِ بخسرا گاہ کجاست
 گفت یارب کہ کجا پے نم راہ کجاست
 جانِ من غم سفر کردہ بگو ماہ کجاست
 آخر از زلفِ پیری کہ سحر گاہ کجاست
 لے بربیدہ سر آں طرہ کوتاہ کجاست
 یکز ماں ترک زرخ گیر و گمو چاہ کجاست
 دل کرا مانہ کنوں طاقت آں آہ کجاست
 توشہ اینک غم دل بار کہ شاہ کجاست

جنبش شاہ زدہلی ز پے کین پد گشتن آغا رغباء روشن مہر نہاں

روز دوشنبہ بگہ چاشت گاہ
 رایت منصور ببالا کشید
 شاہ شد از خانہ دولت سوار
 کو کبہ چوں فلک آراستہ
 در مہ ذی الحجہ بیابان ماہ
 ماہِ علم سر بثر تیا کشید
 خانہ دولت شد از و بختیار
 ماہِ علم تا بفلاک خاستہ
 انجمنے ساختہ برگرد ماہ
 صف شکنان صف زدہ دپیش شاہ

زیر علم آن شهر خورشید تاب
 لشکر انبوه بم بسته صف
 کوکبه زین غلط انجسم شمار
 نصب شد اعلام مبارک اصول
 دامن دهنیز بر شیم طباب
 میخ که شد دور تر از دامنش
 بارگه شاه در آں بوتان
 چارستون بود برسم شهاں
 غمغزیش بنشش هناد
 بارگی را دوستوں رسم بود
 چارستون بارگه عرش ساء
 شیریه شد ز سر بارگاه
 از اثر هلیت شاه دلیر
 کوشک لعل وسیه شد بلند
 لعل چو آتش سیش همچو دود
 هر دود و برج مه و خورشید تاب
 بود یک سایه و صد آفتاب
 غرق عرق گشته سوار آں تفت
 رفت بروں با علم شهریار
 کرد سراپرده بشیری نزول
 بر شده زان رشته باجم باب
 رفت فردوزین از سر زنش
 روی طفر داشت بند و تال
 در حسم دهنز جهاں در جهاں
 خانه ز تبریع به تدیس داد
 شاه یگانہ دود گرد و نرود
 عرش دم گشته بد آن چارپای
 خانه خورشید گزرگاه ماه
 لرزه می کرد ز جسم بار د شیر
 هر یک از آن سایه بگردون فگند
 سوخته زین هر دو سچ کربود
 گرچه بیک برج بود آفتاب

بلک ازاں گرد سرافراشته
 چشم خورشید شد انپاشته
 نے خود ازاں گرد کہ بر شد بھر
 گشت جس زیرہ محیطِ سپر
 شاہ براں سوئے چو کشتی براند
 کشتی ماہ آمدہ بر خشک ماند
 شاہ فلک رفعت و خورشید تاب
 زیرِ علم چوں بشفق آفتاب
 گرد ریش کاں بصر شد دلیل
 سُرْمہ ہر چشم شدہ چندیل
 گرد وے از خاصگیان و سراں
 موج چو دریا زدہ از ہر کراں
 موئے شکافاں بجماں بستہ زہ
 زہ زدہ ابروئے کماں راگرہ
 ترکش پر تیر کمر بستہ تنگ
 شیر نیتاں شدہ از بہر جنگ
 پیش رکاب از روش تیغ تیز
 سوئے عدم کردہ سلامت گزید
 گردن از ہیبت تیغ یلاں
 نے بزمیں بود و نہ بر آسماں
 تیغ برہنہ کہ پوشیدہ دشت
 پہنہ راہیں کہ چہ پوشندہ گشت
 تیغ نہ بلک آتشِ پولاد خیز
 بردل سنگین عدو گشتہ تیز
 تیز زباں ہندی سر در میاں
 طرفہ بود تیزی ہندی زباں
 گرد بگردشہ والا گہ
 حصن پلارک شدہ ستر تابہر
 دصف تیغ آں تن آراستہ
 چوں گلے از سون تر خاستہ
 پیش سپہ روشنی دور باش
 داد جگر گاہِ عدو را خراش

تختِ شمی کر و سلیمان پدید	خلق چو موران زد و سوصف کشید
فرق نهادند سراں بر زمین	خاک شد از فرق سراں ناچین
خلق دو سوصفِ ادب ساز کرد	باریک آید شدن آغاز کرد
یافته چو گان ز راز دستِ شأ	حال کس گفت در اں حال گأ
حاجبِ خلقِ چو در اں قُجباب	گشت مشرف بشکوه جواب
رخس طلب کرد شہ تاجور	رفت ز یک تخت بہ تختِ دگر
خانہ زین منبرلِ خورشید شد	سر و ہمایگی بید شد
غم بردن کرد لشکار افکنان	بر دل خورشید غبار افکنان
روے زین گشت پراز یوزبأ	ہر ہمہ آہوش و پنجر ساز
آشکرہ را گشت ہیں دستگاہ	از ہنر خویش زبردست شاہ
چوں ہنر از عیب فراوان شود	مرغ زبردستِ سلیمان شود
و اے بر آں آدمی بے خبر	کو کم از اں مرغ بود در ہنر
باز ز دستِ ملکاں می پرید	چوں نہ پرد ہر کہ چناں جابے پد
خفت چو خر گوشیں بخواب اُ	جست ز خواب از خلہ چنگ با
سار و کلنگے کہ نوامی گرفت	چرخ خود آں را بہوامی گرفت
مرغ ہوا جملہ سیہ چشم برد	صید زین پیشیں سیہ گوش برد

خرگه ز رین که در آید ممش
 بود چو داخل بزرگی علم
 هر که درون زد قدم دلش
 میمنه بر تلپسته زد یکسره
 پیل گراں سنگ بها پور بود
 پیش بها پور بخت در سبیل
 پاکیه خاص بسیری رسید
 نیمه زهر سوئے بیک پای سخت
 دایره نیمه چو پر کار گشت
 نیمه پرا نزل چو گستاخ نمود
 دایره نیمه بسیری قطار
 بس که در آن گلشن مینو نشاء
 هر که درین سبزه نظر در گرفت
 یک شب آں جا بخوشی گام راند
 روز دیگر صبح چو ضحاک شد
 داو حشید نسب کیفت باد
 سر و جوانیش که شد میوه دای

پنجره شد کمر خرمکش
 گشته پیاده ز شکویش چشم
 راند به نیزه علم داخلش
 بود میان اند پستیم میسره
 قلب چو دریا شش در آمد جود
 سنگ گراں سر مر شد از پای تل
 سبزه تر بر سر بسیری رسید
 چار و تد گشت بیک قطب ست
 نقطه خاکی میان نش نشست
 وز گل او دشت چو بستان نمود
 ابر سر د آمده در مرغزار
 شاه شد از ابر کرم در نشاء
 قطره طلب کرد و گهر برگرفت
 خورد منی روشن و گوهر نشاء
 مایه در شکم خاک شد
 تلج کیاں بر سر د الانه داد
 شاخ کرم گشت و در آمد بهار

قلعہ در شدہ در سبت او	بادِ بارش و جہاں سبت او
پایہ سایہ شدہ بر آسمان	از شرف پایہ او نرد باں
خشتِ زمیں کا لبِ دیش نیست	کا لبِ پسِ جہش یکے است
دید را و صورتِ خود در مہبت	آئینہ گشتہ ز گچ صاف خشت
پیرِ دران خشت بہ بیند ہماں	ہر چہ کہ در آئینہ بیند جواں
عکسِ دیوارِ دگر شد پدید	ہر چہ کہ نقاشِ بکیو کشید
بس کہ شد از عکسِ کساں دونا	نیست درو حاجتِ نقشِ اصفہا
تختہ سقش بفلک باز خواند	نقشِ بلندش ہو اخامہ اند
تیر بے خوردہ زحمتِ تیر کش	دیدہ بد مردم از اں جانے خوش
ابر گریندہ ز بار اں گریز	قطرہ بر آں بام نیفتاد تیز
قصر ارم را شدہ ذاتِ العباد	شکلِ ستونش بمقامِ ستاد
کوزِ شیش ہم کس ہر مہ چوب	گشت چو جاروبِ بخاک و ب
آئینہ از آبِ رواں خواستہ	طرفہ عروسی شدہ آراستہ
قصر نمود از تیر آبِ رواں	جون کز و گشت جہاں عیاں
آبِ رو عکسِ نما او در آب	ہمچو دو آئینہ معت بل ز تاب
گر چہ کہ سر زیر کنند یا زبر	عکسِ ویش مثل نیارد دگر

ہر جہ زبالاؤں سے رو نمود
 بود چو خورشید ولایت فروز
 چشمہ خورشید چو شہ گرم رود
 کرد شہر نو ہوس شہر نو
 رفت بکیلو کمرے داد و خون
 از مدد دست چو دریابگون
 قصر شد از فر شہی ارجبند
 چون فلک از منزلت خور بند

صفت قصر نو و شہر نو اندر لب آب کہ بود عرصہ رفت چو رفت آں ایوان

قصر گویم کہ بہشتے منراخ
 روفتہ طوبی در او را بشاخ
 باچمن بہشت درش دریکے
 بانک بہت سرش سریکے
 بام سفیدش فلک سودر
 کرد بخورشید سفیدے ابر
 پلے چو مہتاب بیا مش نہاد
 گشت زدوران بزمین اوقتا
 رفت در دن در او آفتاب
 وقف زمیں کرد رخ چرخ تاب
 رفت صبا زان رو دیوار کس
 گفت ندانم درو دیوار کس
 رہ بسوے روزن او حبت ماہ
 پیچ نداد او بسوے خویش راہ
 بانگ کشادہ در او دم بدم
 رفتہ بدید و بدید و از ہم

۱۵ رفتن باش ہا و بساط طے گر نمایہ و تخیل کہ رسول صلعم را سوے خداے تعالیٰ در شب معراج برد۔
 ورنہ طاق ۱۲ یعنی زدوران سر برگردید و بزمین اوقتا ۱۲

گشت بدنبالِ حریف از نوال قامت هر پدیده کشته چو لال
 بس که نمے شد کفِ شہ گنجِ نچ بیش در آفاقِ گنجید گنج
 موسمِ دی جمله بعثرت گزشت ز آتش می محبسِ خود گرم داشت
 باد همه وقت خوش و شاد کام کس نہ زبردستِ دی الا که جام
 محبت کشتیِ عزمِ او زہرہ بخنیاگری بزمِ او
 ہمتِ عالم بوفِ جوش خاطر خسرو بہ بنا گویش
 این غزل از مطربِ موزوں اصول یافتہ در گوشِ ہمایوں قبول

عزل

سوارِ چاکِ من باز عزمِ شکری دار دلِ من پائے بردِ امسال با جانِ او ری دار
 من اندر خاکِ میدانِ شش لک کوپ بلا گشتم ہنوز آں شہسوارِ من سرِ جولاگری دار
 بہر شکلی کہ می آید ز من جان می بردار دروغ ست آن کہ این شیوہ ز بہر لبری دار
 مسلمانان نگہ دارید بچہ راہ دل خود کہ تیر اندازِ من مست و کیشِ کافری دار
 نذارم آں چنان سختی کہ خواند بندہ یوشم غلامِ دولتِ اویم کہ با او چاکری دار
 مثلِ گر یک سخن با من بگوید عاقبتِ او بیار در زبان و سر ز نش خود ہر می دار
 توئی دیوانہ و دش جانان کہ داری سایگیسو دلم دیوانہ تر از تو کہ آسپِ پری دار
 مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکند نیکوید کشش لیکن سخن در لاغری دار

طاق بلندش بفک گشت جفت	حاصل او شد فلک اندر نفعت
کنگر طاقش بزبانِ دراز	پیش فلک گفت سخنهای از
سنگ سفیدش که شده برپهر	آمده از مهر و شده جسم مهر
یکطرفش آب و دیگر سوئے باغ	باغ و آب ز دو سویش بلاغ
آبی از آن باغ بر و ماند زرد	باغ از آن آب بجای گشت سرد
شاخ بهر بارگه کرده راه	جایگه بار شده بارگاه
شبه چو در آن خلد بریں جائے کرد	خرم و خنداں بطربائے کرد
باز بے بُرد کف زرقش	کرد پیر از زرق کف ساغر کف
باد کُشاں باز کشید نصف	گشت مؤلعل در افشاں کف
رود زن از سینہ بروں بر دهر	آب پچاں دست چو باران زبر
بس که شد اوست ز آواز خویش	ریخته از پرده بروں از خویش
چنگ ز گزشتہ تواضع نماے	باد کلبه بر افکنده نماے
زخمه چو نول بط در رود و چنگ	راه چکاوک ز دو بانگ کلنگ
مرغک صد مرغ دیگر در صفیه	بر همه مرغان شده کنجش میه
شاه در آن ز مرغه نای و نوش	بحر کفش گشت چو دریا بجوش
دست ندیے که ورق برگرفت	مهره کاغذ بگرد گرفت
بر لب مطرب که نوا بر کشید	تار بر شیم بُد را اندر کشید

جلد سمن شده شیرازه باز نامده از باد و رقصا فراز
 سوسن آزاده در آفتادگی هیچ نمی گفت ز آزادگی
 نترن آنخت شیرین بود هر دو بهم باز گشتند زود
 شاخ چو از باد حنراں گشت باد خزاں نیز از دبر شکست
 سرود که از سایه شانه ندا سایه شیناں همه داده بیاد
 هر شب بارغ ز سر تاتنه ماند ز بے برگی خود بهر نه
 برهنه گشته تنه گل بباغ باد کناں حس کشتی از دے لاغ
 دیده چو نرگس جبین این فساد گل شده در دیده خویش افنا
 نرگس بے دیده رواں کوروش خار عصا باد خزاں کوروش
 ریختنی کرد در ختاں ز سر گشته ز میں پر ز در همائے ز
 پشت بگفته بسن آراها کوزش از چیدن دینارها
 بر زمیں افتاد بے نازنین لرزه کناں بر شاں بهمیں
 خاک ز زردی شده بر غفل خنده نه با این همه در ارغوا
 شاخ گل از بس که نگوشد گلش کرد نگوں سر ز نشن ملبش
 باد بهر سر رسیده فراز سر و زحمه باد بخت و ترا
 سبز بے خط تر نگینت باد بے خاک براں بخت
 گل همه خورشید ماں از برون کش همه در پوست در افتادون

بید نامی برآمد نام خسرو کر پی دیده نیک تر دامن دار که صد امن تری از

صفت فصل خزان و مغل غنیم سپاه

هم بر آں ساں که بتاراج چمن باخندان

فصل خزان چون چمن خانه نیست	باد رواں کره بگلزار تاخت
شاه سپهر غنیم ز ولایت براند	کش چمن با سپح ولایت نماند
کوه ز سنگ آتش لاله فروخت	شعله بدامنش گرفت و بخت
لاله سر از سنگ بگلر سپرد	ماند بجالست گرد بادش بر د
باد خزان آمد از آن جا که بود	خشک شده باغ همان جا که بود
گشت سمن نازک و زرد و حقیر	کاب گرفت لب آب گیر
رفت سمن و چمن را اگر نشت	زاں که خزان و نغمه نشت
جامه خود کرد و بفش کبود	گشت چو صوفی بر کوع و سجود
شد بتن نازک زیبا بگل	پاره همه پوست سر بگل
لاله ز بسیاری خون و فساد	ریخته نازک تنش از ریخ باد
سوخته از آتش خود لاله زار	گشته در و نش ز خندان پنهان
دفتر صد برگ فتاده ز دست	آمن و هر در قی او شکست

فرش بہ پیچید گل از رے گل
 گفت غلیو از کله السجّل
 باغ خراب از قدم بوم شوم
 چغد قدم شوم شدہ یار بوم
 نائے میسچہ کہ نامزدہ دش
 خلق تہی گشت ز زیر پوشش
 در طلب رے نکو سوبہ سو
 قمری کو کو ز دنی کو بہ کو
 باد کہ اندر سر ہد ہد فتاد
 تاج سلیمان ز سرش بد باد
 گرچہ چنار آئینہ طاؤس شد
 حسن چو شد جلہ پس دم گزشت
 آں کہ پریدے زیر خود تدرود
 ماند چو پر گم شد گھاں زیر سرود
 لالہ چو بر کوہ برفت از شکوہ
 کبک برید دل از تیغ کوہ
 سبزک دیباچہ خود باز خواند
 شاربک بیچاں دہن باز ماند
 طفل شکوفہ برہ افتاد و مرد
 شاخ بدید و عبنا دل سپرد
 گرچہ گلے بیش نشد و چین
 گم شد از مجلس شاہ ز من
 گرچہ ز کہ لالہ نہاں کر پے
 لالہ نو ساخت شدہ از جامے
 گرچہ نہ بند برگ و نوائے بشاخ
 برگ نوا بود بوس فراخ
 گرچہ کہ بر بست ہو ایسم آب
 شاہ کشاد از کف خود دینم آب
 گرچہ چمن گشت پر از برگ زرد
 شاہ زمیں در تہ دینار کرد
 از کرم شہ کہ عدد سوز بود
 فصل خستہاں موسم نور و زبو

آب که باران بگل کوزه بخت	کوزه سیتاد و شکست و بخت
ابر که بگرسیت بهستان بجر	شد مره ها بخت از چشم ابر
نم بکفت دست چار از روش	زینتی لرزاں بکفت قمرش
گر به بید از عمل دست برد	گشت لکد خوار ز کنج شک خرد
بید بارید ز حسرت بگ تیغ	رنجته خوں از تن گل بے دین
لاله فرد و رنجیت در پیش باد	خون خود آن جا که خوں گل فدا
غنچه که بابا دکش دل	شد هم از آن باد گریبان گل
جامه گل پاره شده بر تنش	غنچه گره بر زده درد منش
دامن نسری که در آمد بخار	ماند همارا جادو سه پیوند ادا
گل شده بے رسته بر لب تاباں	مرغ ز بے روئی او در فغاں
از کله مرغ نوا که خواست	سر و برقص آمد و پایش خواست
بر سر هر خار که لبیل گزشت	علق و افتاد و خروشیده گشت
بلبل ازین غصه چنان خست	کش تیر دُم رنگِ دگر گزشت
گنگ شده طوطی ز راغ و رغن	در دهنش نیست حلقه سخن
کور شده فاخته از نول ز راغ	فاخته کور آمده گل را سبغا

۱۱ گربه بید نوعی از بید است ۱۲

۱۳ رسم است که چون جامه پاره می شود بر دهن گوی و دهند ۱۴
 ۱۵ ز راغ و رغن در زبان آدمی می کنند و طوطی خاموش می ماند ۱۶
 ۱۷ فاخته کور نام عقلت است که در حق را
 ۱۸ خشک سازد ۱۹

سلطنتِ جمہلہ عالم مرا
خلق چہ گویند بر کشتوے
بوم کہ باشد کہ بچک دراز
گر گوسکے ہست بر آہود لیر
من کہ بہ ہند از ہمہ رایاں
گدہ چشم زرد ہم از گوجرات
اسپ ہمہ تند کشم از تلنگٹ
مالوہ را وقفِ فاین کنم
منیت مرا وجہِ قبا جت خطا
زین دگل چنڈ نگر و گلہ پوش
پنبہ کنم شکر شاں راجاں
گرچہ چو مور و ملخ نست آں سپاہ
پیل من آں دم کہ بچشد چو نیل
می شود دم دل کہ عظیم زجاے
لیکنم از تیغ خود آید درینغ
واگدہ از آہنگ کساں غم مرا
شاہ من و قلعہ کٹا دیگرے
طمعہ برد از وطنِ جستہ باز
پنجہ تخواہد زدن آغوشیر
جزیہ ستانی کنم از پیل مال
گاہ بدیو گیر نویسم برات
پیل ہمہ مست ستاغم زبنگ
جام نگر و جستہ خزاں کنم
سرحدیں بستہ بند قبا
کز پے لکین پنبہ کشیدم ز گوش
کز تن شاں پنبہ شود ستواں
مور شود کشتہ جو آفتد براہ
چعبیت صفِ مورچہ دریائے پیل
فرق قراخاں سپرم زیر پائے
چوں کنم از خونِ سگ آلودہ تیغ

۱۰ نام ملک ۱۱ جام نگر نام مقام ۱۲ قبا بضم قاف نام مقامی ۱۲

۱۳ دگل یعنی دغل و دگلہ پستین یا جامدہ کہ پر از پنبہ باشد ۱۲

۱۴ پنبہ کہ نامے مثل پنبہ پارہ پارہ ساختہ بر مو ابرو اعم ۱۲

شہ بخین فصل بریں گو نہ شاد
 نامہ کشتے چند چو تیرا گھسیں
 کر خدایا معزل تیز عزم
 شکر انبوه چو ذراتِ یک
 بوم بسر بستہ سپاہی چنناں
 ناکِ شانِ دیدہ کشتے ساز کرد
 گشتہ ہم قطر بارانِ تیز
 قوتِ آں سیل کز ایشاں سید
 ہر کہ گئے چشمِ نمی زد ز کس
 مردمِ آن خاکِ فردش خاک
 امنِ امانِ ورش از راہِ سنا
 ایں مہ کا ندر رہِ گرگِ اوفنا
 شہ کہ ز گستاخی آں گم ہوں
 تلخ بخندید چو شیر از غضب
 گفت کہ خنہ بہ جانِ عہدین
 غازی پاچوں نہ بکارِ غر است
 کز مغل آوازہ بجا لم فنا
 آمد و بوسید چو پکیاں زمیں
 سے فرو راند باہنگِ زم
 جوش بر آورد چو آبِ بدلیک
 آمد از اں بوم خرابی کنناں
 دیدہ نیارست کسے باز کرد
 سیل شد و کرد بد ریاستیز
 آب نہ پا پور پلستاں رسید
 چشم زدن چشمِ نہ وہ شد خبریں
 گرد بر آورد از ایشاں ہلاک
 ہو کہ بفریاد رسد شاہِ شان
 دار ہد از قوتِ سراعی العجا
 یافت چنیں اگنی از لگساں
 تلخ بود خندہ شیراں لب
 وز دگراں زلزلہ در مہدین
 کافرا اگر تاختن آرد سزا ست

اے خنہ خندہ تلخ را گویند یعنی خندیدہ گفت کہ در جہاں با ہشا ہی من ست از دیگران زلزلہ در مہدین ست

گر چه تیر تیزی سختی نمود
 سر سدا کیلی و دویک سوختا
 جله ز بے سنگی خود بدزدنگ
 بر زده داما ن قبا هم گروه
 رُئے مُغل بود بهر سو که بود
 رُئے چو به نمود سپاه دشت
 بار یک اندر پُئے شاں کینه خوا
 رُئے بدند از هم سه و دتیر
 دست رُئے از قوت چو چکان ز
 بس که برید میر آں حسراں
 رُئے پن کرده چو طشت نخل
 تیغ که بر تارک آنا کرشت
 لشکر اسلام که دنباله کرد
 خرتنه چپند ز لشکر کشاں
 و آنچه دگر بود ز برنا و پیر
 خان جهانگیر که اینست حیات
 گشت چو موم اریچه که پولاد بود
 چچک بید و بدگر سوئے نیت
 در گله مرغ در افتاد سنگ
 عطف نمودند بداما ن کوه
 پشت مغل بود بهر رو که بود
 رو نمودند نمودند پشت
 تیغ زماں قطع همی کرد راه
 پشت شدند از هم سه و دگر
 کرد پراز گوئے زین سر سبر
 شد خرّه سگ ز سر خر سراس
 دید سر خود همه در طشت خوں
 کرد بکیا بے سر و تیغ و طشت
 کوه زخوں زیر و ز بالا کرد
 رفته عنان تا فته بهر نشان
 یا علف تیغ شده یا اسیر
 فرخ و فیروز عنان باز تافت

کس نژده تیر بسد ارخوار
 جز بگردش نه نکند این شکار
 چوں سخن چند ازین در براند
 عارض داناے سپه انجود
 گفت که خواهم ز سواران
 نامزد معنل شودی هزار
 بر شیراں بار یک تیغ زن
 خان جہاں شاہک شکرتلکن
 عارض فرزانہ بفرمان شاه
 کرد رواں سوے مخالف پنا
 بار یک دقلب گمی رزم ساز
 وز ملکاں صد سرگردن فراز
 ساخته رزم چو شیران مست
 سوے سگ چند کشاوند دست
 انجمنے چوں فلک آراستہ
 چرخ از اں انجمن ماخو استہ
 ماہ سبک سیر شد اندر تاب
 خنجر تیز خستہ چوں آفتاب
 ناحیہ بر ناحیہ راندند تند
 بود صبا پیش چیاں سیر کند
 از قدم شوم معنل آں بلاد
 نام و نشانے ز عمارت نداد
 از حد سامانہ و مالاد ہوسر
 لشکر اسلام کہ آں جا رسید
 ہیچ عمارت نہ مگرد و رقصور
 یافت خبر کا فر ناخوب کیش
 بود زمین شنه کہ باران سید
 تیز تر از تیر بروں شد ز کیش
 تن ز غنیمت بہر میت سپرد
 بردن جاں را بغنیمت شمرد

وقت درآمد کہ حسیانِ بزم
میر سپہ کرد بے ہدیہ رست
پیش بزرگان و سرانِ نبرد
کرد بزرگی سبھی کمت ایں
ہر ہمہ شنود و خوش از بزم گاہ
بزم ز مہماں چو تہی یافت جائے
خلوتی چند ز خاصانِ خویش
جام کشد چون دلِ کافر بچوش
چنگ از ازاں ہوا سر کشید
گفت بر آہنگ نمطا تو نگ
بر طرف خانہ نمایند غم
داد بیاران و بے عذر خواست
خدمتے آورد و سزاوار مرد
داد سبک جامہ بقیمت گراں
باز گرفتند بے خانہ راہ
بزم نشیں باز بھی کرد رائے
پیش طلب کرد و می آورد پیش
کرد بیا دیش اسلام نوش
چنگ نواز زندہ نوا بر کشید
ایں غزلِ نغز بر آواز چنگ

عزل

برگِ یز آمد و برگِ گل و گلزار برفت
سر و شکست و سمنِ زرد شد و زگر خفت
نزد من با حسن زان دوش غبار آلودہ
خو استم تا دم اندر طلبِ فتنہ خویش
در دید اشک چو باز آمدنِ خویش ندید
خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند
سُرخ روی ز رخِ لاله و گلزار برفت
گو برد ایں ہمہ چوں از بر من بار برفت
آمد و گفت کہ سر و تو ز گلزار برفت
یادم آمد رخِ او پائے من از کار برفت
دل باندخت ہم اندر رہِ خونبار برفت
صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

بست اسیران مغل را قطار
 گردنِ شاں بہر رسن ساز کرد
 کشتہ ہم امین نشد از ترکِ تاز
 چون ز چنیں فتحِ جہاں یافت
 محلے آراست بر آئین کے
 شیشہ می ریخت بہ یاقوت گنج
 ساتی مہوش بقدر دست بُر
 چرخ ہر آن درازیں پیش داد
 تاکہ ز ساتی شنود با نگِ نش
 صفِ زہ یارانِ خوش باد کش
 ہر یک از اں پہلوئے شمشیر
 بزم گمے ساختہ شد چو شبت
 جرعہ مشکیں کہ زمین در گرفت
 بر ربط و طنبور کہ شد نغمہ ساز
 زخمہ در آمد بزباں آوری
 بادہ چو خورشید ز گمے تابشام
 کرد چو خورشید بوقتِ غروب
 داد بدال چند شتر در مہار
 سر برین بست و رسن باز کرد
 تاز سرش پست نکردند با
 دست ہی بُرد سپہدار دہر
 داد بے کشتی ز زیں سبے
 طرفہ بود شیشہ یاقوت سنج
 دو رقم جام باقی سپرد
 رفت بریدانِ قضا را زیاد
 پنبہ بروں کرد صراحی ز گوش
 سرخوش بادہ سری کردہ خوش
 شیر گرفتند چو شد شیر گیر
 خاک شد از جرعہ مُعبر بر شرت
 گاد زیں خوردہ بعنبر گرفت
 کرد ز حیرت سر قرابہ باز
 داد مطرب بزباں یآوری
 داشت طلوعی و غروبِی بجام
 طالع خود بر ہمہ فتنانِ خوب

باد همه خاکِ نین اَبه بخت
 بس که گرانی ز راز حد گزشت
 جامه گل پاره شده برش
 گل ز کرم زرد دهن آں اکه بت
 آب سمن در چپ خیم و مشک و
 باد که از شاخ همی بر شکست
 سایه کنان سر و بر افتادگان
 گر چه بر انید صبا هر چه چو است
 نرگس تر گشت همه روش چشم
 خوں لبین چشمک پوشیده دُ
 سبزه چنان شد که جهان در گرفت
 فنجه و بیا بجه عشرت جهان
 خون بچکید از گل نازک خیال
 سُرخ گل از باد چو آورد یاد
 شاخ گل کون که تر شد برش
 ساخته گل کوزه نواز نبات
 باغ ز هر غنچه شده کوزه در
 یافت زرد و در بر صد برگ بخت
 دامن صد برگ بصد پاره گشت
 غنچه گره بر زده در دامنش
 وز پئے خود جامه نسا زد دست
 باد شد آهوتگ و مشکش بود
 باز چه برها که بر آں شاخ نبات
 با همه کس راست چوں آزادگان
 در صفت سر و همی بود راست
 خیره شد اندر رخ خیر و دش چشم
 چشم نه ز دازکس الا ز باد
 چشم نرگس نتوان بر گرفت
 خواند صبح از در قی رنغول
 لاله خود رے از آن یافت حال
 خولش بجنبید ز آسیب باد
 کوزه تر از دست کوزه سرش
 ابر در او رخت آب حیات
 گردش حریخ از گل تر کوزه گر

ہرچہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو
اندین غارت غم حبلہ بیک بار برقت
باد خاک ز رہ گلرخ من می آرد
جانم آویخت در آن خار گرفتار برقت
گلہ کرد آن بت شیریں ز بر خست
خلہ کرد آن گل نسرین ز سر خار برقت

صفت فصل بہار اں کہ چنان گم و دباغ کہ بد و ز گس ناویدہ بماند حیراں

فصل بہار اں چو علم بر کشید
ابر سر پرده برا ختر کشید
سکہ گل چون درم شہ زدند
سکہ بصد وجہ محبت زدند
شہ سپر عنہم بچمن داد بار
خار سلاچی شد و گل پرده داد
تیغ کشید ارچہ کہ سوسن بلاغ
ہم ز سرش سایہ تبرید باغ
تا شودش سوسن آزاده رام
خار غلامی شدہ سرتز نام
خون خود از باد خزاں گل بخت
لیک صبا از سر خوش نشت
خواست گل از باد بخواہد دیہ
سوسن ازین غصہ بکین خواستن
بر د برون گریش از قمیمہ
او خود از ان خاست کہ آزاد گشت
خاست بشیر زہے خاستن
بس کہ صبا ہمدی غنچہ کرد
غنچہ چہ افتاد کہ بر باد گشت
باد حریف گل و گستاخ زد
تازہ نشد تا دم اورا نخورد
جامہ صد برگ بصد شاخ زد

ہر گلِ بالا کہ بود تازہ رُے
 نغزیِ ایس گل کہ ز تری مغز
 ماند چو در جامہ شیش میقم
 سیوتی خوش کہ کندش گلاب
 یک گلِ بلبل دہ دیگر درو
 از گلِ بیار دلش گشتہ باغ
 مولسری خرد و بزرگ از ہنر
 بوے وے آن اکہ مغز آرمید
 پنجہ کشادہ گلِ لعل از پلہ
 نے غلظم نافہ - ولے نیم خام
 تا کند اندر دل بدخواہ ریش
 جاے نہ در باغ ز کلمایے جا
 از پئے گل ہر کہ بہ بتاں نیتا
 گشت ز شرف گلِ زرد اہ زدا
 سبزہ گشتش ہمہ صحرا خرام
 نچہ بہ بتاں ز غم آوردہ شیر

جز تبری ز دستواں یافت بوے
 داد بہ تشکی و تری بوے نغز
 جامہ نما نہ کہ مہساند نیم
 از ہمہ سور و ہمہ رُے آب
 گلِ زگل و گلِ زگل آید برد
 وز خوے او در جگر لالہ داغ
 خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ
 بوے وے دگر گل نتواند کشید
 غرق بخوں ناخن شیریلہ
 چیزے از و مشکِ گر خونِ تام
 ز باغ نشاند بہر شاخ خویش
 مرغِ درافاں کہ گم بہ زند جا
 ملکِ جہاں یافت اگر جاے یافت
 گل بہ زمین گوئہ زر و دام دُ
 پُر گلِ زریں شدہ صحرا تام
 مرغِ چو طفلان شدہ اند نفیر

باد در آن کوزه شد و سر کشاد
 نترن از رُے نکومی پرید
 فاخته خوان غنچه بگاه سحر
 گل که سپر باش فرا هم شده
 گل که همه روے شناسا شده
 قطره شبنم زده بر یاسین
 کرد بنگ آتش لاله نشست
 گریه بید از گل وصل پدید
 بید شده تیغ نشان زیر پائے
 لرزه کنان آب ز آسب باد
 آب که آهین شده بود از پھر
 غرق سپر گشته ز نیلوفر آب
 طره سنبل ز شکن گشته باز
 برگل بالا که وحدت باستان
 آن گل هندی که چمن کرد راست
 کیوره هر برگ چو سیم پدید
 گریه که در کوزه گنجید باد
 بنبل و قمری هم از آن می برید
 ز گس و سبق گل و علم نظر
 پیش سپر غم سپر غم شده
 روے شناس همه صحرا شده
 ماه به پروین شده هم در زمین
 زار شده هندوے آتش پرست
 گریه مشکین شده در مشک پید
 سایه از دختسته شده جایگائے
 بس که برو سائیه بید او فاد
 آهین و آب شد از تاب مهر
 بر سپر شنبه سیم از حجاب
 پنجه شمشاد شده شانہ ساز
 بیشتر هست بند و ستاں
 نے بحر اسماں که بعالم نجات
 عود از دوسوخته چوں مشک پید

یعنی خود را کشاد و ن می خواست ۱۲ گریه بید نوعی از بید ۱۲

جائے بزرگسایہ شایخ چار خوش	مایم و مطربے و شرابے و محرے
مارا کین ز آمدن آں نگار خوش	لے باد کبابی کن و سونے دست و
سبز خوش ست آبخش و جوبار خوش	پیرے و گرگوے ہیں گو کہ در چمن
پیش کن و بیار مشوزینہار خوش	گر خوش کند ترا بجدیشے که یار کرد
هم همچنانش مست به نزد من آر خوش	و ربینش که مست بود خفتش مدہ
بازی خوش ست بوسه خوش ست مکار خوش	با او در آں زماں که میش راه میدہ
سر خوش خوش ست دست خوش و شایر خوش	من مست خوش حریفی اویم که آں حرف
آں سر و من یاد خوش ست سوار خوش	سر و یاد خوش بود اندر چمن و لیک
وز خسر و شکستہ فغانم از خوش	از دے خوش ست بر شکنہا بگاہ از

صفتِ موسمِ نور و زو طرب و دلِ شاہ بزمِ دریا و کفِ دستِ چو ابر نیال

نور شرف کرد بستی غل	رفت چو خورشید بر جحل
موسم نور و ز جہاں ر گرفت	و در جہاں و ز نواز سر گرفت
قصر فلک مرتبہ را تاب داد	شاہ در آں روز ہم از باد داد
تا بجل رفتہ شرف بر شرف	کنگرہ قصر طرب بر طرب

زلغ برفقہ زچنہائے نو
 بوم ہم آورده درال اغرد
 شاربک رغا بہ چین باز خورد
 چشم بر خسارہ گل سنج کرد
 ببل سرست ز نطے کہ خواند
 غنچہ سر بستہ دہن باز ماند
 زان قبح لالہ کہ تہی چید
 طوق گرد و زگل زر کشید
 کبک چوبر لالہ کوہی گزشت
 پاش چومتار زخوں سنج گشت
 ہد ہد از ان آیہ حبلی کہ خواند
 تاج سلیمان بسر خود نشاند
 طوطی ناطق چو زباں بر کشاد
 منطق مرغان خراسانش داد
 فاختہ ناطق باصول کلام
 گفتم یکے صانع خود را مدام
 رہبر جاں گشتہ بگلزار طیب
 رہن عشاق شدہ عندیب
 شاہ دریں فصل بعشرت گری
 باگل و ببل بطرب گتری
 بادہ شاخ آمدہ در گل شدہ
 وز دم او بلبہ لبیل شدہ
 مطرب ببل نفس از نعمت مست
 دین عشرتش برہ بسو راست

عزل

آمد بہار و شد چین و لالہ زار خوش
 و قیست خوش بہار کہ وقت بہار خوش
 در باغ با ترانہ لبیل دریں ہوا
 مستی خوش ست بادہ خوش ست فغا خوش

۱۵ اشارہ بدعا ہے کہ سلیمان علیہ السلام فرمودہ ہو کہ ”رَبِّ هَبْ لِي مَلَكًا يَنْصِقُ لِكَاحِدٍ مِنْ اَعْدَاءِ“

گوهر آن چتر که بر شد بام
قطره باران است در ابر سیاه

صفت چتر سپید از پس آن چتر سیا
چون شب قدر و سپیده دم عید از پس آن

چتر سپید آمد چرخ امید	بغضه اسلام از دور و سپید
سقف زور کرده ستون از پیش	وز گهر آویزش ستر تا سرش
داشت ابر بے بتون در سما	قطره معلق بمیان هوا
ابر سپید و گهر بے بهاش	قطره اوداں که نمود از صفا
سایه ز خورشید بود در سیاه	سایه روش بسفیدی چوماه
نورده و روشن و عالم فروز	چون رخ خورشید که نیمروز
شکل دے از فرق شکامینا	پارہ نوے ہم از آن آفتاب
از بر خورشید سرش برگزشت	جامه سفیدش هم از آن چشمه گشت
چتر سیہ کرد سوادے پدید	دیں بے بیاض از سبب و رسید
ماہ دو ہفتہ کہ مد و نشان است	عکس دے از آئینہ آسمان است

صفت چتر کہ لعل است چو خورشید بصبح
بلک ہست او شفق و صبح جمال سلطان
چتر دگر روشن و خورشید تاب
لعل و منور چو بصبح آفتاب

پرن ز رفعتِ فلکِ استند	صفہ نہ طاقِ بیارستند
عرشِ دگر بر زمینِ انگیختند	تختِ زدند و تنقِ آویختند
ابر از شرمِ بچا در کشید	چتر ز ہر سو بفلکِ سر کشید
نشِ جہتِ آراستہ زان پنج ہنر	پنج طرفِ چتر چو مہر ہنر
لعلِ سیہ گلگونِ سبز و سپید	ہمو گل و سنبل و سوری بید

صفتِ چترِ سیہ کرپے چترِ خوشید آں سیاہی کہ تو در خود طلبی ہست ہا

گشتہ شبِ قدر بروزِ آشکار	چترِ سیہِ اشبِ قدری شمار
کز تہ و بالا شِ دو خورشید یافت	گونہ اوزاں سیاہی یافت
در تہ او سایہ عونِ خدای	بر سر او سایہ فر ہمای
باز رہانید جہاں از تاب	سوختہ خود را ز تفتِ آفتاب
سایہ کہ گرد آورد از دانش	گر دشو د سایہ چو منیرش
شاہِ جہاں گشتہ از سایہ حجبے	تا زپے سایہ بشہ کردے
ہندشہ از دے ہمہ اعظم سواد	سایہ او بر سر ہندا و فاد
نقشِ نکرہ ہست سوادِ خچاں	خامہ نقاشِ بحرِ بناں

پرتو اماند بجائے کہ دیر
 پیش وے از شرم سپہر کبود
 کلمہ او گشت چو با پس خجفت
 چرخ آں ست کہ شد چرخ ماہ
 دید سپہر شس چو پداں نیکوئی
 تو بر سر شاہ و من اندر محن
 مہر براں خاک تا بدلیسہ
 نیمہ کامل بزین شد فرو د
 در غلط افتاد ہبانی و گفت
 چرخ مہ این ست کہ شد چرخ شاہ
 گفت کہ یارب منم و یا توئی
 یخفے چرخ تو شو چرخ من

صفتِ چتر کہ گل گزشتہ از گل گزراو

بر سر شاہ ز گل سایہ کند تاب تہاں

چتر دگر گل گز و گلگوں چور ز
 یک گل در بہفت فلک پہ پوشا
 کرد گلی رنگ و دل شدہ
 سایہ اش آں جا کہ فت برین
 بر سر مہ کردہ نہ گل نہ منے
 گرد رخ شاہ چو جولاں نمود
 چوب وے اکسوں فلک کردہ گز
 شہ شدہ در سایہ گل بادہ شاہ
 مرغ چو بلبل بر گل شدہ
 گل بدد گز بگز اندر زین
 گشتہ معلق ہوا گلشن
 گل کہ بہتاب و مد آں نمود

۱۱۰۰ گز بفتح جنس از ابرشیم لغت مت رقرات گرجان فارسی لہجہ بدان کر کنند جامہ پیاہش نایند و تیر بے پرو نام
 دینے کہ عرب آں طراف و ہند جہا و نامند ۱۱۰۰ چتر انہر لگل کرد و روی بادشاہ را نسبت بہاہ کردند ۱۱۰۰

نفلک از پیش روی درپش	خواند کواکب فلک اطلش
سود سرش بر فلک سبزوم	گشت فلک سُرخ و شفق یافت نام
از رُخ شمشنگ چو دریوزه کرد	پشت بنه بته فیرون کرد
ابر نبارد چو شود لعل کار	اوشده ابرے که بود لعل بار
روشن بسرخ چو گل ترشده	سُرخ روی همه کشورشده
سُرخ اوتاز فلک برگزشت	دین خورشید و سُرخ گشت
معدنی و معدن یا قوت و دُر	معدن او گشته زیا قوت پُر
چتر سیاه همه تن مشک دید	خون خود از غیرت او خشک دید
لعل که او نخت گشت از برش	خون چکان ست ز رنگ ترش

صفتِ چتر که سبز است سبزی شاه برگ نیلوفری اندر سر ریخته و آن

چتر دگر چو فلک سبز رنگ	بسته از چشمه خورشید رنگ
اطلس او سبز تر از آسمان	موجب سبزی شاه جهان
سبز دخت ز گیسویافته	سایه زحق بر سرشته تافته
سایه او گشت چو صحنه انش	سبزه ز فرد شده اندر زین
طرفه درخت که چو آید بار	برند و حد بجز گیسو شاهوار

کدو بجائے کہ سہ پایہ بہ فرش
گر سی نو ساقی پلوے عرش
گاہِ نبردش زبیاں کار داد
جان بداندیش بجاند ادا
حرثہ جاندار شدہ جاناش
دربگرِ خصم زناں دور باش
دستِ سلاجی شدہ شمشیر
دستِ اربابِ گمراہ گنج

صفتِ تیغ کہ با خصم نیامش گوید
کہ ز بہر تو فرو چند برم آبِ ہاں

قطرہ آبی کہ بہت گام غرق
بگذرد از گردن دانگہ ز فرق
اوجوشی خستہ میانِ نیام
خوابِ فحالت شدہ از می طرم
شعلہ آتش زبیاں آوری
ز آہن و سنگ آمدہ درد اور
آبِ راگو بہ نصرت بہشت
آہن اور از رعالم بہشت
قیمتِ زربشیر از آہن ست
لیک ز آہن اور فتن ست
آہش از نیست قوی تر ز زر
بہر چہ زربستہ بہ پیش کمر
پارہ آہن کہ بہر درخور ست
ترش تہرگ در گمراہ ہوار
پارہ آہن کہ بہر درخور ست
گردن دشمن زن با سربم
مہرہ در آیمختہ کوہ سربم

۱۰ یعنی آدمی چون چیرے ترش شیریں بنیدہن پُر آب میگرد و همچنان بدین خصم نیام را دہن پُر آب میگرد و آب
عبارت از تیغ ست ۱۲

داد بخورشید فلک پایگی
 پشتِ دے از بارِ گمِ خمر زو
 چوں سحرِ گلشنِ شبنم زو
 گوئی از انجمِ مہِ گلِ حیدہ
 دوختہ و ساختہ زانِ شیر شاہ
 خامہ بے نقشِ ترنگِ بختہ
 رنگے از ان گونہ نیا میختہ
 خامہ چنان رنگ نیارد پدید
 خاصہ برے حقِ ہمایگی

وصفِ رُباش کہ نزدیکِ شادامیتِ شاد
 گنگ ماندستِ حیرتِ کند کارِ زباں

رے بروائینہ دورِ باش
 از دو طرف رفتہ بہ پہلوئے ثنا
 گاہ گمر سنج گمے نورِ باش
 گوہرِ شاں گوہرِ بازوئے شاہ
 تیغِ زباں آختہ چوں بیدِ برگ
 در دلِ بدخواہ زباں گیر مرگ
 ز آبِ گمر چو نیشِ زباں پر شدہ
 ریختہ و ستارچہ پر در شدہ
 زانِ سرِ دستارچہ بے بہا
 در دلِ بدخواہ بے ریشہا
 دستہ شاں فرقِ سرانِ دہ چو
 بستہ بر چوبِ تعظیمِ چم
 دانِ دو کرک از دو طرف چو دیک
 بادِ بنجبد ز دوسویش لک
 گر گلس آں جا پر داند رہا
 در رود اندر دہنِ اثر دہا

صفت تیر که بارانش بغایت سخت

سخت بارانی در تیرمه و در میساں

تیر لنگ افکن و آهوشکار	وز دل دشمن شده سداں گز
گاه پریدن چو عقابی درشت	کرده زخوں گر گس پر سرخ نشت
پس عقابی که چو ماهی شست	جسته براں گونه که ماهی جبت
نے غلظم پس نشد تیر راست	پیگی از دستہ شمشیر خاست
در سرو پایش دو گره جابگیر	زان دو گره ماند عقاباں اسیر
را ند چو بر رے هو اتی نگم	از گره گز کرد فلک را تمام
بیک سوزاں بسر رے زو	شعله آتش بسر نے زو
ہست و خشک عدو را مید	زو ہمہ سوری بود و برگ بید
سوے عدو نے ہدرا شدہ	در زدن چشم گزارا شدہ
دیدہ ز شمشیر بے سر زنش	جان عدو کند بگا کنش
از پیے فرمان نگبان خویش	نامہ کشی کرد چو پیکان خویش
تیر گرش کرد چو سوار ساز	گشتہ ز دستش سر سوار باز
بود چپ و راست بدیش سریر	رحم و سپر مابد و پرتاب تیر
میمنہ بگرفتہ سپر ہا سیاہ	راست بداں گونه کہ گیرند ماہ
دین شاہاں سیاہی خویش	داد سپر ہاے سیاہش بدیش

ہندی گزشتہ باسلام راست یافتہ از شاہ جہاں دست راست

صفت چرخ کمانے کہ بیاز و محبت

نیم چرخ است کہ او نام نہاد است کما

کرنم او چرخ شدہ و شکست	ترک کماند ارکمانے بدست
افکند از ناز در ابرو گرہ	از ہنر و علم کندش چوزہ
علم بدست آر کہ ہست او بے	ہست گرش علم بداند گسے
نامدہ از کش مکش اندر فیض	ماندہ پیایے بکشاکش اسیر
خانہ بجایماندہ و تیرش داں	گوشہ خانہ ز کشاکش داں
تیر زنی خانہ بدان محسسی	خانہ دو دار و بچان خرمی
زاع نشانہ بسترش خویش	تا کند اندر دل بدخواہ ریش
ترشد از آب نہ بینی بخواب	ہر جہ بود خشک بیابش آب
زشت ترا نگاہ کہ بے آب گشت	زشت بود آب چو برے گشت
ماہ شود بستہ و پایند او	چوں کشدش غرق خداوند او
زہ کندش ہر کہ بود زود دست	چوں ز ہنر بر کھٹ شاہست

۱۲ چوب کہ در تہ تیری باشد او تیر نیزی گویند۔ ہندی کرلی ۱۲

۱۳ زاع رمز از تیر زیرا کہ لازمہ زاع پریدن است و تیر نیزی پر ۱۲

۱۴ اگر تر شد ۱۲

از دُر و یاقوت و نعلِ فراخ مرغ ز زر ساخته بالائے شاخ
 شاخ تو گوئی که نخواهد چکید مرغ تو دانی که نخواهد پرید
 هر چه گزشتی ز گلستانِ زر خوشتر از آن کرده بهائے دگر
 ساخته از سوم بے نخلِ حُست کالِ بحر از موم نیاید رست
 باغِ سوم چوں گزری زین دُباغ یافته از لاله دُرِ کجاں فراغ
 بسته بے دستہ گلِ دلِ فرب کوششِ صد دستہ نموده برب
 یافته سبزه ز چنہا و رود بر در و دامہ آں جافِ رود
 غنچه که دل بسته بشاخِ چمن ہم گجست از پئے آں انجمن
 بید که تیغ از طرفِ گل کشید ہم برید از چمنِ آن جارسید
 قصرِ مایوں ز زمیں تا سماک زیورِ زر بسته چو فردوسِ پاک
 پرہ بزر و دختہ ہر دامنے تاشدہ بے دختِ ہر سوراخ
 اطلس ز رفعت بدیوایِ سنگ داد بہر سنگ ز یاقوتِ سنگ
 کردہ مسلسل ز گنہ بویا کالِ زرش خواند فلک بویا
 خاک از آن مفرش زرباقۃ خلعتِ نور و زرش یافتہ
 جشنِ چو آراستہ شد کیسہ از دوطرفِ میمنہ و میسرہ
 شاہِ جہاں شستہ بزرین سرت چشمِ بدان دختِ قدسِ چوہ
 تاجِ بسر کردہ چگونیم چہ تاج قیمتِ او ہر دو جہاں را خراج

علی وز ردیش ہمہ یک سرہ	بر سپر لعل شد میسرہ
لعل ترا ز لالہ برے چمن	چوں گل سوری شدہ گرد چین
راست چو تیر از سہ پر آراستہ	نیزہ شدہ از سپر آراستہ
راٹمخ و اغزل شدہ بروے خاک	نیزہ والا ز سہک تا سماک

صفتِ ایتِ لعل و سیہ اندر سرِ شاہ گشتہ خورشید میانِ شفق و شام نہاں

سایہ رسانیدہ ز ماہی بامہ	از دود و طوفِ رایتِ لعل و سیاہ
ماہی و مہ را بہم میبختہ	ماہی تو ماہِ نو آنکجختہ
از دمِ خود بستہ صبار لایم	یک دہزار اسپِ مصعّتا
کرد ہم از آتشِ خود سیمِ سوخت	زین زرخویش کہ عالم فروخت
آتش از دود سلب ساختہ	میمنہ جہا سپہ انداختہ
ایر ہوا کرد لصحہ انشت	از پسِ ایساں صفِ صدیلِ مست
قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں	قلعہ آہن تہ برگستواں
کردہ برو آبر جواہر شمار	باغِ زر آراستہ شد جابہ
سیم بنا تے گل بستایش	سبزہ زمرہ ہمہ ریجانش

لعل سماک راٹمخ و سماک اغزل نام تارگان کہ ایشان اسماکاں گویند ۱۲

دست بدست آسکره کامکار
 باز پید آفت طائوس قاز
 شیر فلک صید که شاهنش نام
 جامه زرد و دخت بقیمت گراں
 جام زرد و نقره بباغ امید
 کشتی کز نقره داز زر بود
 زیر همه چوں برگزری باد پاک
 هر یک از آن تیرنگ خوش ظلم
 صورت تازی زرد گوش پد
 عرضه کنان حبله با فلندگی
 جام زرد و جامه گوهر رخسار
 مرد محاسب بشمار که خواست
 بس که فرو رفت بسود اقلم
 حاجب فصال چو قمری یار
 تابشب آن روز دیگر روز هم
 شنبه بر آیین بهار زیر
 شاه بخلو تکه دولت شافت
 کو برسد دست بدست از شکار
 چرخ کز و بسته شده چشم باز
 آن که نبرد باز سپهرش غلام
 دوخته چشم همه قیمت گراں
 کرده عیان ناله سرخ و سپید
 عمر بر آن خوش گزرد گر بود
 کز تنگ شان باد بماند بجاک
 قطع زین کرده به تیزی گام
 چشم خپاں گوش به تیزی نه
 خدمتی خود ز سر بندگی
 بود ز هر جنس برون از شمار
 بیشتر از دست چپ آورد را
 مجره سر باز بماند از رقم
 نغز نوا گشته ز فصل بهار
 کم نه شد آن خدمت از پیش و کم
 کرد هوا پر ز گل و یاسمین
 خلوت از دولت جاوید یافت

چرخِ قباے ز گمراہی قفہ
 کردہ بے صنعت زرباقہ
 آبِ راز تاج و قبا و بکر
 تا بکمر تا بگلوتا بہ سہ
 تن چو در آں خلعتِ روشن بگرفت
 خونِ یواقت بگردن گرفت
 بستہ چو جزاکم زرد و دروئے
 لعلِ بخورشید سیر از دوسو
 ہر کہ نظر کرد برویش ز دور
 عطشہ درآمد بدعا شش ز نور
 جنبشِ سمِ کُشم از ہر کراں
 سمِ زناں بر شمشِ اختران
 قوتہ چاوش کلمہ در شدہ
 یکسرہ بر صد سرشاں بر شدہ
 ساختہ بالائے کلمہ جا بگاہ
 نادرہ باشد کلمے بر کلاہ
 شجرہ بار آمد وصف راست کرد
 ترکِ فلک ہیبت از دوست کرد
 تیغِ زمان دست چپ دست راست
 ہر وصف از صفِ سخاں گشتہ است
 نعرہٗ حجاب کہ دور از میان
 آبِ کیاں رخت بہ پیش کیاں
 گر گئے پر زوازاں پیش و پس
 خستہ شد از تیغِ چو پیر کس
 پیش کشیدند کراں تا کراں
 خدمتے ہر ہمہ خدمت گراں
 گشتہ پرا ز نافہ چینی زین
 باد شد از ناف زین نافیں
 چرخِ کمانہاے ہزار و ارہ
 بر تہ نو کردہ زابر و گرہ
 تیر کہ بجا و بے بستہ
 در ہنرش بستہ شدہ دستہا

۱۵ خدمتی پیش کش دند ۱۲ ۱۵ لے براہ تکبر و فخر کرد و ماہ اکینہ دانست ۱۲

نشسته سبزہ زیں سود چپ گل
ستادہ سر و زان ہو جانب است
صبا می رفت و زگر از غنود
بہر سوئے ہی افتاد و غمی است
من اندر باغ بودم خم تیار
بنام ایندو چو ماہ بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے تحریق
برآمد از دم فریاد بے خواست

غرم سلطان بسوئے ہندیامیان راندن از شہر چو انبوی گل از بتاں

چو حمل رفت بتو آفتاب
پنخت ہمہ اندہ پرویں ز تاب
از شرف خویش بریں اندیش
وز شرف ماہ طلب کرد بخش
نقطہ پر کار حمل را گزاشت
چو حمل از نقطہ نشانی نہ داشت
رفت بہاں را ز عدالت مزاج
جستہ را آغاز حرارت علاج
گشت ربعی بدرد او فتاد
مرغ بہر گشت فردا و فتاد
خوشتر پرشد بہ تواضع گری
خوشتر خالی بزبان آوری
خوشتر پیری چو شد اندر سلام
از ہمہ کس یافت در دے تمام
از پئے کلغ جہاں می گزشت
خوشتر گندم بزبانش بدشت
سینہ کنجشک بجائے درو
گشت پُر از گندم نو جو بجو

۱۵ کلغ جہاں تازی نوعیت از کرگس سنخ سرکہ بر مرشس پرنہ باشد ۱۲

رفت بجلوت در دولت کشا
 کرد رواں بر کف چوں لاله زار
 بزم گه از خلد بریں دست بُر
 شاه بهر حربه که بر خاک ریخت
 از هوس جبرئه شه در مفاک
 ریخت بے رشتہ در تئیس
 موسمِ روزِ ہولے شراب
 جامِ ہی خور دہی بود شاد
 ہرچہ زرد جامہ نوروز بود
 بخشش خود کرد ز اندازہ پیش
 ہر کہ چو گل کرد بہر بخش گز
 زر بخوشی داد شمارے نہ بُو
 باد شکفتہ گل بخش بام
 نعمہ زرش ز ہرہ پردہ شناس
 یافتہ در گوش ہایوش جاے
 رفت خلتیاں را بہ نماں بار داد
 یاق گلزن گ بوی بہار
 تنگلی حنلہ باقی سپرد
 در جگر خاک دُر پاک ریخت
 العطش آواز برآمد ز خاک
 گشت بیک رشتہ سرشتہ نہیں
 شاہ جہاں مست و مخالف خزا
 شاد ہی کرد جہاں را بداد
 تون تندش ادب آموز بود
 باز بداد کہ آور دیش
 بُرد بے دامن پر سیم وز
 خوشتر از ان سیج ہلے نہ بُو
 بادہ گل بوئے مدامش بجام
 نعمہ گری کردہ بچندیں پاس
 این عنزل از مطرب بطراک

عنزل

گل امرو ز آخرین مشیت بخت
 بجام لاله مجلس را بیا راست

لرزه در آورد بدین حصا	کوس غنیمت زد شهریار
دم بدم ناس و دامم نکند	دم مرا کرد دامه بلند
داد جهان را ز ظفر بر نو	کپچ سپه کردیش از شهر نو
ذره بد بناله و خورشید پیش	لشکر از ذره خورشید پیش
لرزه اثر کرد تحت اثری	از اثر جوش خیال لشکری
کره گل گشته فلک از غبار	کره گل شد چون فلک بقرار
کوه در آمد بتزلزل چو خاک	از سیم اسپاں که زین کرد چاک
دشت در آمد ز رسنه بدام	یافت سر پرده در آن مقام
دست زد او تا محبیل ملتس	گرد سر پرده صحرا نشین
ز همه عالم خوشی آغاز کرد	باز همه رسم خوشی ساز کرد
جرعه بنوشید زین با ادب	باده فرد ریخت بجام طب
خاک بسر کرده همی خورد گنج	هر چه زین در شکم گنج
ز همه از پرده صحرای کشید	خاک بهر جرعه کنز آن جاشید
گنج همه زیر زین بر زبر	بود در آن مجلس مسترخ اثر
کز تیر گل ز همه بیرون گرفت	خاک نگر تخته دگر گون گرفت
از خوی پیشانی گل شسته جام	شاه بدولت خوش و عالم بجام
غرق عرق ماند ز سببت بجا	جام چو بر دست شه آورد پای

خرمین دہقانِ فلک سرکشید
 سبزہ در پاش زمر و نغائے
 سرسراز حکمِ گلستانِ سبزد
 ہرچہ گلِ آخر شد و عمرش گزشت
 شاہ برائینِ خود از جامِ جم
 پے پے از شرقِ خبر می رسید
 مصلحتِ ملکِ رائے دست
 کز پئے آن کار بتدبیرِ خوش
 خود کمِ کینہ کُند استوار
 کار شناسی کہ در آن از بو
 گفت کہ از صد پے کینہ خواہ
 لشکرِ شہِ گرچہ بود فتحِ یاب
 گرچہ کہ سیارہ بود شبِ فروز
 گرچہ کہ صد جوے بیک جانشود
 شاہ در آئینہ رائے منیر
 در وسطِ ماہِ ربیعِ نخست
 صبحِ چو بر زد علمِ آفتاب
 نبلہ در تو دہ خود در کشید
 کاه شد از روی بل کمر با
 نعمتِ دیدارِ غنیمتِ شمر
 اولِ عمرش آفاق گشت
 خون بداندیش ہی کرد کم
 ویں خبر از ہر ہمہ بر می رسید
 ہرچہ صوابت ہی باز جست
 حیلہ چہ سازد کہ بخیزد ز پیش
 باز پئے رزم فرستد سوار
 پردہ ز تدبیر بر انداخت زود
 آن نہ سرد گزرتنہائے شاہ
 شاہ ببايد ز پئے فتح باب
 لیک خورشید تو ان یافت روز
 سیل شود لیک نہ دریا شود
 نقش ہماں دید و ندیدش گزیر
 غمِ سفر کرد بمشرق دست
 لشکرِ سیارہ فرو شد باب

بازی گفتم و افسانه ہجراں باخوش
 از پئے کوری آں کس کہ نیاز دین
 آمد آں روشنی چشم با استقبالش
 آمد آں سادہ ز رخ برین ہیوش ز آب
 گریہ بر سوز منش آمد و بر سونختاں
 دل شد از من بیمار و پیرش نامد
 می کشیدم سر زلفش ز تھا جانب رو
 خسرو اگر رسد البتہ بہشت این عجیب
 تا بداں لخطہ کہ بالاسے سرمہ برسید
 فردہ نور بصر برین اکسہ برسید
 مردم دیدہ دواں تا بھرہ برسید
 بر سر تشنہ نگہ کن کہ چہ ساں چہ برسید
 ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناکہ برسید
 چون خبایت کہ جاں فی ہم لنگہ برسید
 تاشب تیرہ نزدیک سحر کہ برسید
 عجباں میں کہ ہشتی تو ابلہ برسید

ذکر باز آمدنِ قلبِ شے از قتلِ مغل

ہچو کرگانِ رومہ یا علم از بر خاں

صبح چو بر شد بر سر پہر
 بارِ گراں دادہ فلک از گنج
 کرد کشادہ بجاں چشم مہر
 تا فلک از بارِ زر آمد برنج
 داد ہر اوزنگ چو خورشید بار
 شاہِ فلک مرتبہ و گنج بار
 پتر ہمسائیگی ماہ شد
 مہ ز فلک پتر کش شاہ شد
 ہر ہم مکر و یہ شدند از دور
 صف بکشند ملوک از دور
 و انجہ بدار لشکر شہ یاورش
 طبل ز ناں بار بک و لشکرش

گر چه ہی خورد بے جامِ محبت
 هم بغافلند بد از کارِ تخت
 مست نمی شد که ز رے صفا
 عقل زبردست شدش بر سرِ آ
 مستی ادا می بُشیا ریش
 نقشه همه حلق زیدارِش
 خواست گلِ مستحِ بندستان
 لاله شکفتش ز دگر بوستان
 لشکرِ کافر کش بالانورد
 از عقبِ کوچ در آمد چو گرد
 بار یک آمد ز مصافِ منحل
 بسته گلوهای منحل را به غل
 طوق بگردن همه یحوی فاخته
 غلغلے اندر گلو انداخته
 در خیم هر سلسله صد سگ اسیر
 سلسله از حلق سگان در نفیر
 اسپ تازی که بدن ان تیر
 بر کند از شاخ گیارِ ستیخز
 شیرین سینه و کوتاه دُم
 سوده سر گاو زین زیر سُم
 شاه بدان مژده دولت که یاف
 باد طلب کرد و مجلس شافت
 ز اوّل در نشنِ طب تابشام
 خورد می و گنجِ تمجاج داد
 گاه بهر جبرمه گهر می نشاند
 باده طلب کرد و مجلس شافت
 گاه بهر زمره زمره می نشاند
 دین غزال اندر لب خنیا گرش
 عمر ابد با دبیش اندر شش

عزل

دوشن ناگه بمن دل شده آن مه برسد
 دل مقصود خود المنة الله برسد

صاحبی از بویج بر آب دگر	برتن ریاضتانش گزر
خاره بر اندام کسے خود نه بود	معدنی لعل کم از خاره بود
جمعی ازین گونه کم آراسته	چشم بد از دیدن آن کاسته
صف زده باتیغ زمان دگول	گشته بدرگاه شهنش رول
بانگ بر آمد ز نقیبان بار	پرده بر انداخت زور پرده وَا
رستی آمد بخت ام لعال	کرد سجده و تدخود را لالی
هر کس از آن سجده که حالی نمود	صورت آن صورت قالی نمود
ز اهل سپه تا بخداوند کوس	یافت همه کس شرف دست بوس
از پس آن خدمتی آمد به پیش	هدیه شاهانه ز اندان پیش
جام ز رو جامه زین علم	با تحت اسب و طرافتم
حاجب فصل آمد و تفصیل داد	کرد مفصل همه در فصل یاد
خدمتواندر محل عرض گاه	گشت چو مقبول باقبال شاه
عرض در آمد با سیران زم	کز پیئشان شکر شه کرد و عا
کافر تا تار بیرون از هزار	کرده دگر گونه با شتر سوار
سخت سرانی بو غاسخت کوثر	هر هم بر پولاد تن و پنبه پوثر
روے چو آتش کله از چشمش	آتش سوزاں شده با چشم خویش
سرتر اشیده ز بر قلم	زاں قلم ننگین خفته لال رقم

آمدہ پیر امن داخل ستاد	شد علم داخل از د پُر ز باد
رمل صفت لشکر جمشہ علم	داخل نصرت شدہ از دوی حشم
چوں کثرہ بر کوسِ مسینِ ادبوس	زد مسِ اوبادِ ثر وینہ کوس
کوفت چو آں کوسِ شبناک را	گوشِ فدا دِ اشتِ افلاک را
از سرِ داخلِ لیلِ کافِ شکر کن	گشت پیادہ چو گل اندر چمن
دانشِ خلعتِ گلگونِ بیر	گل ز زر دِ شبنمِ اوازِ گمر
تقدِ ز زریں چو فلکِ موبو	فرقِ بوئے ز فلکِ تابدو
جامہ خرمِ جوہرِ شازِ رختِ طاق	جوہرِ ندرِ آمِ بالا اتفاق
جوہرِ آں حبسِ نو کہ فردِ شِ لقب	یافتہ تقسیمِ حبسِ نو این عجب
در صفا و حبلہ سرانِ نبرد	زنگِ بزرگ از سلبِ سُرخِ دُرد
موسے میانِ رُکمرِ ز ر شدہ	رشتہ بیا قوتِ دگر در شدہ
ہر چہ کہ بودند امیرانِ شاہ	ہر ہمہ در سپنجِ چو خورشیدِ ماہ
کارگزاری کہ بقیمتِ گراں	جاگلی کارگزاریِ ارباب
بسکہ خجے و ادخوی از تنِ بر د	آبِ چکید از تنِ خجے آبِ گوں

۱۱ زبانِ ترکی سُرخِ علم ۱۲ فلکِ اوجہ کو زہِ پستی بہ اشتِ تم تبشید دہند ۱۳

۱۴ پهلوان د شیر مبارز ۱۵

۱۶ جوہرِ آں حبسِ نو کہ لقب و فردست ۱۷

گشت یلی گو ہمہ بر بانگِ نے
 از روشِ موئے شاں پر دوش
 قصہ شنیدم ہم از ایشان کمر
 خوردنِ تے را چو پے اندر پند
 ماندہ شاں از خوش نشستی
 اصلِ سنگِ یک بزرگ استخوان
 کو تنائی نشتر کرده جاسے
 شہِ عجب نے اں ہمہ رو ہاؤزشت
 دیو سپید آں ہر یک بر دے
 رخت چو بر بست ایرانِ بار
 سرِ نیریزہ بے داشتہ
 نیزہ سرِ افراختہ از حدِ برون
 پوستِ دروں کردہ پراز کلبوں
 بر سرِ چو بے سر پر کئے شدہ
 چوں سخن از سرزدگانِ قطع
 اسپ چو گویم ہمہ تازی اصل
 ہجو زماں نوحہ کنایں پیو پے
 از غنمِ دپاشن سنسنِ خوش
 ایں کبستے بخورد آں دگر
 عیبِ نگیم کہ ترک تے اند
 واں کہ بہ بید قیش آید پے
 گر تہِ نخی شدہ بر رے خواں
 کوہ شدہ بر سر کوہاں پایے
 کایزد شاں ز آتشِ دوزخِ شست
 خلق بلا حول ز ہر چارے
 در عددِ کشتہ در آمد شمار
 سر ز پسِ مردگی افزا شتہ
 بشیر از فی بنیستانِ رول
 از خے اُفتادہ بدیگر خے
 سلخِ براں غرۂ موجب شدہ
 پیشِ سرِ رشتہ با پایں گزشت
 بند بہ بندش ہنر کرد وصل

رخنه شده طشت مس از چشم نگ	دیده در انداخته در زخه نگ
زشت تر از زنگ شده بویشا	پست تر از پشت شده ویشا
چهره شان دبه نم یافته	جاسے بجا کنجک و خم یافته
از رخ تا رخ شده بنی پهن	وا از کله تا کله لبالب دهن
بنی پر خنم چو گور خراب	یا چو تنوسے کہ ز طوفان آب
موسے ز بنی شده برب فزاز	سبت شاں گشته بغایت راز
ریش نہ پیر امن چاہ ز رخ	سبزہ کجا بردم از رستخ
کرد ز رخ نشان ز محاسن کنار	اہل ز رخ را بجا حسن چہ کار
سبت چوں سیخ چو تاج روی	رشتہ ہمیں نعمت شاں در گلوے
از پیشاں سینہ سفید سیاه	کاشتہ کنجد بزین تبہا
روغن اگر خلق ز کنجد چشید	کنجد شاں روغن از ایشان کشید
بر تن شاں از پیش بے شمار	پشت چو کنجیت شده داندہ
پشت چو کنجیت سرے درش	چرم قہا گاہ سزاوار کش
نیم تن از موسے برہ در زرش	نیم سراز بیم پیش در تراش
برق لغت ز سرافرختہ	پریم و طاسیش ز سرخستہ
خورده سگ و خوک بدنان بد	ہر ہمہ دندان خسرو ز خرد

۱۲ قوم از مغلاں ۱۳ پریم تہہ را گویند یعنی ہرق ایشان ہمیں سداشاں بود ۱۴

۱۵ دندان خرد کہ آل ادعری خرس عقل و درہندی عقل را گویند ۱۶

گشت روان پیر پیل از شکوہ
 خاک بلرزد و مجنبد کوه
 پای کشاں شد جل ز زینہ طرز
 دامن کُتار در آمد بلرز
 ہر یک ازین گنبد رنگیں پائے^{۱۱}
 در رخ صحرا شدہ گنبد نماے
 تاش بہ پیش نظر آید بدی
 گور کند زیر چناں گنبدی
 از دہل ہندی و از کرناے
 وز شغب طاس و نفیر درلے
 شد ہمہ روے زمین اندر خروش
 در سر ہر پیل گراں گشت گوش
 پیل کزاں غلغلہ آواز داد
 کوه تو گوئی کہ صدا باز داد
 پیکر شاں پیش شہارجمند
 بست سدے پیش سکندر بند
 شاہ بے سر مود کہ بردند پیش
 گاو قوی ہیکل و زر گادیش
 بستہ فلکند دو گانرا ہم
 پشت زمین شد ز گرانی بجم
 پیل بیک حملہ کہ جنبش نمود
 ہر دو بیک گوشہ دندان بود
 بلک بدنہاں چو یکیں در گرفت
 گاو کزاں کوه ببالا پرید
 گاو و چو بگذشت ز گاو میش و گاو
 گاو و زمین را ازین بر گرفت
 شد بختہ افشار مغل کاو کاو
 رشتہ کہ دادند بدیناں دراز
 رشتہ گرہ ہاے دگر کردہ باز

۱۱ یعنی جست ۱۲ ۱۳ یعنی ہر پیل کر شد ۱۴ آوازے را کہ از کوه و گنبد باز آید
 ۱۵ خرافہ در سنیکہ در گردن سگ وغیرہ بندند ۱۶ صدا خوانند ۱۷

گوشِ نالِ ساخته چرم ز مو
 کاسہ سمانی ہمہ صحرانوش
 سخت چو سنگ تن کشتی ناکے
 چوب شدہ از روشِ بقیاس
 باد بہر اہی شاں گشتہ لنگ
 چوں بگیا در زوہ دندانِ پیش
 لقمہ شود کوہِ میدانِ شاں
 چوں فرسِ افسار باخویر سپرد
 تیر و کماں اچہ توانِ صفت
 بیک شاں از سر چوبِ سپید
 یافتہ از کلکِ خطائے عطا
 سخت کمانہائے تارِ شکنج
 ہر کہ بہر گوشہ او خانہ ساز
 بود نہ چنداں کہ توان بر شمرد
 آمدہ فتح چو از پیش رفت
 پیل طلب کردہ شہِ پیلِ دور
 پرچم سرستہ بہ زیر گلوے
 تلخ نمکیتان بر آوردہ جوش
 کشتی سنگی و بابِ آشنائے
 کر سی چوبیں شدہ زیرِ پلاس
 یافت زہر پاپے عصائے جنگ
 پنج زمیں کندہ ز دندانِ خویش
 سنگ نیاید تہ دندانِ شاں
 میرِ سلاحِ اصلحہ را پیش برد
 بر سرِ پیکانِ بلا آب خورد
 برگِ بروں آں از شاخِ بید
 وصلِ خطا کردہ و دورِ اجطا
 آمدہ از چوبِ آتا بکِ برج
 خانہ شدہ کوتہ و گوشہ راز
 رفتِ سلاحی سلح خانہ برد
 ہر گمرے در محلِ خویش رفت
 کا و رواں بے نمکِ البشور

۱۵ پیکان آٹھ خوردہ بود نہ بیک مصفر تیر شکاری و نیک باغدار نشتہ از دود

۱۶ چوب آتا بک چوبے کہ بدو گردش کماں اس کنند ۱۲

تری غم گشته مرگب یرو د نام تر تم شدش اندر سرود
 نور نشاط از افق جام تافت شہ زمی و مے زلبش کام یافت
 باد ہمد وقت بشادی و ناز بادہ کش و خصم کش و بزم ساز
 گفت ہی ز ہرہ بر بط ز نش این عنزل تر ز زبان منش

عنزل

تیغ برگیر تا ز سر برہم تیر بکشاے کز نظر برہم
 آشکارم بکش کہ تا بارے ہم ز سر ہم زور و سر برہم
 خشم کن تا بمیرم اندر حال از تو وز خوشین مگر برہم
 با خودم جرعہ بنخش از لب تا ازین عقل حیلہ گہ برہم
 بی تو دایم چگونہ باید زیست اگر از مرگت بیشتر برہم
 گفتیم خوش بزنی و عشق مبار زندہ از دست تو اگر برہم
 وہ کہ شب در میاں کنم ہر دم از تو روزے کہ ای سپر برہم
 جور کردی باہ رخصت وہ بوکہ از سوزش جگر برہم
 عنیم خسرو گویت کہ اگر از قیابان بے ہنر برہم

۱۵ اے علی الفور و بلا تاخیر ۱۲

۱۶ کلمہ تعجب ۱۲

ہر گرہے سخت کزاں رشتہ داد
 خرد شدند از تہ کوہ گراں
 پست بہشت ارچہ کہ از بہر جنگ
 گشتہ ہاں نوع شدہ تن بہ تن
 شاہ بسرود کہ دہ گاہ ہم
 پیل کزاں جملہ بروں تا ختمند
 تن بزمیں کرد ز مالش جیل
 گر سر و پا شاں بسبیدی پیش
 فال نگہ کن کہ کجا سر کشید
 چون تنہ چنہ ز امیر ^{لے} صدہ
 داخپہ دگر ماند شہنشاہ دہر
 روز بدان مشغلہ مشغول بود
 چون فلک از شیشہ خود گاہ شام
 ہم بسرود بردن جام از دواں
 شاہ طلب کرد شراب ریون
 شلب قرابہ سے خون نشان
 پیل بدنہاں گرہیں بر کشاد
 گرچہ کہ بودند بزرگ استخوان
 آمدہ بودند کمر بستہ تنگ
 بستہ گرہ پست بہشت از رسن
 سخت بہ بندند شکم بر شکم
 آل ہمہ را پیش دے انداختند
 سر ہوا رفت چو بالشت پیل
 فال گرفتندے ز احوال خویش
 دواں سر و پا میں کہ کجا ہارید
 دست اجل داد بدام و دودہ
 کرد رواں از پئے تشہیر شہر
 گاہ کرم گاہ سیاست نمود
 جام سرود بردہ بدور مدام
 داد ہمہ گوہر خود را بردوں
 شیشہ در آمخت گمر عقیق
 گشتہ رگ چنگ بخونش کشاں

مسنزل جیور ز نزل سپاہ	ماند تہی از علف و از گیاہ
حکم چنان رفت ز زریں سریر	کز صف لشکر زد و سوچند لیر
نامزد و بار یک در گسند	در ہمہ تدبیر بد و ہمہ ہند
بار یک و تیغ زنان سپاہ	طل زناں پیش گرفتند راہ
کچ کچ از شدن بے دزنک	لشکر شاں رفت گذارے گنگ
گرم آب سرد و در رسید	در سرد و رفت عنان در کشید
پیش درآمد ز بزرگان پیش	چند ملک با سپہ و ساز خویش
خان کرہ چچوے کشور کشائے	کز لب خانان کرہ ببتش بیائے
چند ہزارش ز سوار برد	ساختہ ہر چہ نخسینہ ز مرد
خان عوض نیز بعتنہ ان شاہ	کر دیک جائے فراوان سپاہ
بار یک و شاں ہمہ یکجا شدند	ساختہ کار مہیا شدند
لشکر شاں شد ز صف باشکوہ	از لب آب سرد و پیشش کر وہ
تیغ زن مشرق ازاں سوی آب	تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
در ہمہ خشکی و تری لشکر پیش	برودہ ز عالم ہمہ خشک و تریش
یافت خبر ز آمدن آل سپاہ	کز پے شمشیر بریدہ بہت راہ
از غضب انگذہ برابر و گرہ	وز پے کیس کردہ کماں را برہ

نامزدگشتن لشکر بیک سوے اودھ

صد سہرا فراز و ملک بار بک اندر سرشاں

کر دچو شب نوبت خود را تمام	صبح دہل برد بالاے بام
نوبتِ شاہ شد اندر عمل	نوبت او شد بدامہ بدل
لشکر اقلیم ستاں کوچ کرد	چرخ وزیں ہر دو کیے شد گرد
ماہ علم بعد دو منزل بعون	عکس نما شد بلب آبِ جون
کرد تہی آل سپہ اندر شتاب	ہم ز زمیں کاہ ہم از جون آب
گر چہ پناں کرد در اں رہ اثر	کاتب رواں تیرہ نمودش بدر
گرد سپہ پس کہ بچون اوفتا د	جون جزیرہ شد و پایاب داد
گر بدے آنجا دوسرے روزی مقام	بستہ شدی پل ز غبارش تمام
آمدہ باشکر دریا شکوہ	رفت بہ پایاب گرد ہاگر وہ
عجرہ شد داد بیک روز عون	عجرہ یک روزہ عالم بچون
نقہ زلب جون سپہ را بنحو است	دور نشد دست چپا ز دست رست
روز دگر چوں فلک آبگوں	داد رواں چشمہ خود را ہر دوں
کو کہ شاہ رواں شد ز آب	کرد سوے منزل جیور شتاب

۱۵ یعنی صبح بلند شد و برآمد ۱۲ یعنی در آمد شہ یک روز عون داد جون را ۱۳

۱۴ بالکسر حشر ارج و بالغ گذار شدن ۱۲

لیک چو ہم چشم من این نور بُر
 چشم خود از خود نتوان دور بُر
 من ز پدِ رُسند پدِ ریافتہ
 تاج دریں ملک پسر یافتہ
 چوں کلمہ را بسرم شد پناہ
 کس ز باید ز سر خود کلاه
 ہر کہ فرستادہ آں در گہست
 بندہ موروٹ در این شہست
 بندہ کہ باشاہ شود کینہ جے
 خلق چہ گویند تو ہم خود بگوے
 خود کہ تواند کہ دریں داوری
 ایں قدم دست دریں کار ہست
 پیش من آید بزباں آوری
 لیک چو من باتو شوم ہم غناں
 کت بنایم بچنیں کار دست
 فرق چہ گوئی چہ بود در میاں
 مس کہ بزانند و دکنڈ زر گرش
 کس نہ تانڈ بہاے زرش
 عیب ترا دوست کہ چوں بر کشد
 آہن وز رُسد و برابر کشد
 نے ز فرستادہ دلم عیب بست
 آئکہ فرستادہ عتایم بروست
 در دلم آید کہ بر آیم بہ تیغ
 خوں بدل خاک دہم بیدریغ
 مشرقیم ہستی من چرخ تاب
 کس نزوہ تیغ بہ از آفتاب
 لیکم ایں بایہ زیان خود است
 حرمت تو نیست از ان خود ہست
 گر سپہم در تور ساند گزند
 جان من است آئکہ بماند نژد
 ورز تو در قلب من آید غبار
 ہم تو شوی در رخ من شرمسار

۱۵ فرزند من باو شاہ شد ۱۲ یعنی در حالت حیات خود غیاث الدین مرا مرتبہ بادشاہی دادہ بود ۱۲

۱۵ ہندی تیغ دورویہ و پولاد ہندی رُمز آفتاب زیرا کہ آفتاب ہم دورویہ است ۱۲

جُستِ رسولے که گذار د پیام
 هر چه بگویند بگوید تمام
 گر سخن از صلح بود یا نبرد
 کم نکند هیچ ز نیروی مرد
 دید که کس نیست ز برناؤ پیر
 در خور این کار چو شمس دبیر
 پیش طلب کرد پیایم که خواست
 سوسے مخالف ز کثرت کرد دست
 کین منم اینک شته مشرق کشای
 بر حد مغرب شده تیغ آزمای
 آنگاه علم از سر مغرب کشید
 پایش ازین پایہ بمنصب رسید
 لشکر آں ملک غلام من ست
 خطبہ آں تخت بنام من ست
 ملک ز من چشم مراد اد نور
 خانہ خویش ست ز رفعت ست دو
 رشته من گر بگر برد سر
 مالک آں ملک منم در گسر
 آنکه بر آرد بمیانہ غبار
 اے که پیش آمدی از راه دو
 تیغ بدست ست مرا آبدار
 چو تو نمک خورده از خوان ما
 کین نتوان گفت مگر در حضور
 چو تو نمک در همه مذہب حلال
 دست چه داری ز نمکدان ما
 گر تو حرامش کنی اینک دال
 گر سپر از غیبت من ملک یافت
 روستے نخواهد ز پدر باز یافت
 ہم تو کزین راه ترا آگهی ست
 دارش این ملک ندانی که کسیت
 گرد گرہے در محل من بدے
 تیغ منش بر سر و گردن دے

رفت فرستاده نور از نہفت	ہرچہ کہ بشنید بشہ باز گفت
نشہ چو خلافت ز مخالفت ندید	زانچہ ہی گفت زبان در کشید
دست بے برد و بیاراست بنم	دور شد از پیش ہمہ ساز رزم
گشت بمیدان طرب ناشکیب	بس کہ گراں شد ز کمیتش رکیب
بادہ ہی خورد بر آئین کے	گنج ہی داد بہر جام سے
گنج برد رنج و لے گنج سنج	در کشش گنج ہی برد رنج
لعل فشاں ساقی ز زیں کمر	گشتہ چو خورشید فلک لعل گر
شاہ براں سو بطرب گستری	باربک ایں سوے بعشرت گری
ساغر ضحاک ہی خورد شاد	از کرم شاہ جہاں کیقباد
باد خوش از بادہ شادی سرش	شاہد دولت بکنار اندر شش
ساز طرب مطرب اور ابچنگ	بردل زہرہ شدہ زو پر دہ تنگ
کردہ بگوشش غزل من عمل	حال منش گفتہ بگوش ایں غزل

عزل

از دل پیام دارم برد و دست چپں سامن	آہنجا کہ دوست جان اپناں دوس سامن
گفتی کہ جان خود را کس چپں کہیں ساند	گر در حضور باشی دانی کہ چوں رسامن

باش کہ تا در رسد آن کینہ کوش	مہر مرا بسند و ماند خموش
رفتہ فرستادہ و برد این پیام ^{آنگاہ بدین}	گفت بشکر کشش کشور تمام
خان سپہ بار بک تیز ہوش	کرد چو زان گونہ پیامے بگوش
در خور آن داد جوابے سرہ	سخنہ بمبینان ادب یکسرہ
گفت ازین بندہ حضرت پناہ	سجدہ تعظیم رساں پیش شاہ
باز نما کاے بسریر سرے	یافتہ از تاج گہر بر ترے
تاج ترا از گہر ت باد نور ^{فرزند}	چشم بد از گوہر تاج تو دور
من کہ فرستادہ شاہ خودم	بر خط اخلاص گواہ خودم
شاہ کہ از تاج کیاں سرکشست	تخت پدر داشت نگہ زان خوشست
غیبت تو جاے تو نگداشتست	غیبت ازین بہ کہ نگداشتست
شیر دگر پئے این صید بود	شیرے ادبیں کہ چگونہ ربود
نامزدم کرد کہ در ہمدیار	دشمن اورا ندہسم زینہار
زا نچہ اشارت بمن ست از سیر	تیغ گزارم کہ ندارم گزیر
گر دگرے پیش من آید بہ تیغ	تیغ خور داز من داز خود دریغ
دزز تو از دور بسیم حضور	گر نہ گریزم شوم از پیش دور
عطف کم لیک نہ از بیم کس	از پئے تعظیم شکوہ تو بس

آتش خورشید ب عالم گرفت	هر دم صبحی که دما دم گرفت
در سپر سایه بسے رخنه کرد	دشنه که خورشید زد و سایه خورد
چرخ بر رخنه شد آتش نشان	ماند در آں رخنه ز آتش نشان
دیده نشد نقش شب الّا بخواب	بکشد روز جهان را ز آتاپ
طالب شب گشت چراغی بدست	صبح هم از تافتن شب برست
تأبش او کرده جهان را بتاب	تافتہ از گرمی خود آفتاب
روز چو بشاهے زمستان دراز	شب شده چون روز و ماند گرد
بیش بقا تر شده بعد از زوال	بیش بقا روز بماند سال
کرو حک از کاغذ شامی سواد	تیزے خورشید هم از باد
سایه گریزان بہ پناہ درخت	خلق کشاں در پینہ سایه رخت
سایه بدنبالہ مردم دواں	جانب سایه شده مردم رواں
گرم در انداختہ خود را بجپاہ	بکشد سایه ز گرمی سیاه
در پینہ سایہ خود جای خویش	خواست کند خلق ز گرمای خویش
سایہ نماں از تن مردم بجاک	لیک ز تاب فلک تابناک
آتش گویند بسوزد زبان	گرم چنان گشت هوا در جهان

۱۵ اے سایہ پارہ پارہ شد ۱۲ درماہ دسے چون آفتاب در قوس رسد روز کو تباہ و شب دراز
 ۱۳ گردود ۱۲ کاغذ شام نیکہ رنگ می باشد کنایہ از روز ۱۲ شب یا سوزاں ۱۲
 ۱۵ وقت استوار آفتاب ۱۲ یعنی اگر لفظ آتش بر زبان آرند زبان بسوزد ۱۲

آں باد را کہ جانان از تو جو اجم آرد
یک جاں اگر چه باشد صد جاں فزون رسام
جاں می بری ز سینه دار و گران از غم
تو دوست خود مرخاں تا من بڑن رسام
گیرم جواب نہی دشنام گوے باے
تا من بدان عنایت دل را سکون رسام
اتجا کہ کشتہ شد دل شمشیر نیز برکش
تا من ہم ہانچاں خوں را بخون رسام
حکم ار کنی بردن بر دیگران تو دانی
لیکن اگر بخسرو فرسہ با کنوں رسام

صفت موسم گرما و برہ رستن شاہ

ابراہیم لای سر و باد بنبال دواں

عبارت از اباں

عبارت از چتر

خانہ چو خورشید بجزا گرفت
رفت در آن خانہ درون جا گرفت
رفت در آن خانہ تیسرا ز میر
محرقت از آتش خورشید تیر
باد و جزا شدہ آتش زمر
سخت جہانے ز زمیں تا سپر
چرخ چو شصیتقلی تیغ خور
بست ز جزا اش دور و یہ کمر
حسانہ خیش از خلی و تری
یافتہ از حسہ کہ مہ بر تری
اختر بد مہر فلک گرم کیس
گرم شدہ مہر فلک بر زمیں
مہر جزا بد و گرم خے
گرم بود ہر کہ بود از دوری

۱۰ یعنی باہر ستارہ کہ آفتاب قرآن کند آن ستارہ را محترق خوانند گرماہ و عطار و اکثر اوقات در احراق باشد ۱۱

۱۲ چون آفتاب در جزا در آید باد و گرما بسیار باشد ۱۳ برب دو پیکر دور و یہ گفت ۱۴

۱۵ خیش نوع از کتاس کہ در گرما از دماغنا آراستہ کنند ۱۶ صفت و آفتاب ۱۷ کثرت التوضیح الفاظ ۱۸

صفت خرپڑہ کز پردلی آجبا کہ بود

تیغ و شتیش مہیا بسر آید غلط

گوتے رہو د از ثمرات بہشت	حسہ پڑہ گونی کہ بصر ادا کشت
گوتے یکے بینی و چو گانش دہ	گوتے شکم بستہ بچو گانش دہ
مشک دے مشک باں بوینہ	بہر خطے در خطا د موعے نہ
چاشنی و آب کمانش ہیں	سامنے و آب کمانش کمیں
زہ زبروں بستہ کماں از دروں	رنگ زہش سبز و کماں آگوں
بہر کلہ را ہمہ تن سر شدہ	بر سر ہر میوہ کلہ در شدہ
خام خضر نچہ تھو آب حیات	از مرہ گرد آمدہ دروے نبات
روشنی چشم من ستاں نہ در د	گر چہ از چشم کساں در د کرد
داشتہ در سایہ چتر سیاہ	خلق جاں باچنیں وقت شاہ
در کف دولت طنل الہی	ہیچ ز خورشید نہو آگہی
بر سپہ شاہ نشد باد گرم	باچنیں آتش کہ بود سنگ نم
سایہ کناں بر سر لشکر علم	ہیچ کسے را نہ ز خورشید غم
تافنہ از خیمہ نشد یک طاب	باہمہ تابی کہ نمود آفتاب

خون برگ مرد ز بوں آمدہ	خوے شد از پوست بردوں آمدہ
پایے مسافر برہ گرم دور	ز آبلہ پر قُتبہ چو نان تنور
ز آتش گرما کہ شد از سر جواں	آہوے صحرا شدہ آہوے خواں بریاں ۱۲
چوب شد از غایت خشکی نبات	از پئے یک شربت آب حیات
سبزہ دُر پاشش ز مرد نماے	کاہ شدہ بلکہ شدہ کرباے
خشک شد اندام گل از بچ باد	باد در اندام کسے را مباد
لالہ سیہ گشت ز خشکی چو مشک	خون بیابھی کثرت از کشت خشک
شگ کہ آتش زوے آید بڑوں	ماند ز خورشید در آتش دروں
باد ز نہ دست بدست ہمہ	وز دم او باد بدست ہمہ
یافتہ دایے بطلمی تمام	باد ہوا کردہ سلسل بدام
اصل ز تنگلے کہ بمریم رسید	باد میحش بنقش ہم رسید
گرم ہوا بر سر ہر میوہ زار	گرمی او بختگی آورد بار
بر سر ہر میوہ ز تاب تموز	مرغ شدہ پنچہ مخور و خام سوز
ز آتش خورشید کہ شد میوہ پر	بلبل و کنجشک شدہ میوہ گز
خشک شدہ برگ درختاں شاخ	میوہ تر گشتہ بیتاں فراخ

۱۱ یعنی مجوہہ عمیمی در احیاء اموات ۱۲ یعنی درخت خرماء و باد زنا دبر لگاؤ راست کنند دور
شب کہ متر عیسی علیہ السلام زاد درخت حسرا کہ خشک بود بدعاے حضرت مریم آن سبز شد و بار آورد گویا کہ
درخت را باد میح رسید کہ سبز شد ۱۳

یوزرواں گشتہ بر سوے صفت	زوہمہ پُر خال شدہ رُی صفت
تند چو شیرے کہ بچا بک روی	شیر ہمی گشت زبے آہوی
بود بر پتہ آہو رباے	دست درازیش بکو آہ پایے
سگ کہ بے خون شکائے میژ	داد و بخشش از بن دندان گزید
رفتن خرگوش بصر چو یاد	بس کہ بگ بازی رو باہ داد
از دزدن تیغ سواراں بوزن	گشتہ بصد شاخ سر ہر گوزن
گرگ گریزاں بوحل شد اسیر	شیر نماں شد بنیستان تیر
گرگ کہ بارانش بے بود یاد	دید چو باران خدنگ ایستاد
شیر بہ تپ لرزہ بد از بیم مرگ	بود گراں روز و شب اندام گرگ
بہر نماں کردن بالائے خویش	غار کناں کرگ ہم از پای خویش
خوک کہ دندان گرازی نمود	طعمہ سگ شد ز گرازی چہ سو
لشکر ازین گو نہ جہاں نمی گشت	ناحیہ بز ناحیہ بر روے دشت
تا علم شہ بعوض در رسید	از پئے دہلی عوض شد پدید
نصب شد اعلام شہنشاہ دہر	بر لب لکھن بجوالی شہر
لکھن ازین سور سوزاں طرف	از تفت لشکر لب آورده کف
روز در شاہ بر آئین گشت	آمدہ زان سوی عوض برگشت

تاب خور از چار فلک در گذشت
 خیمه میکوش گذشته نگشت
 پر تو خور نیز گم گرم گاه
 در پنهان خمیه همی جست راه
 لیک همه پرده کشاں بر طابا
 تانہ رود چشمہ دروں آفتاب
 گشہ پراز خرگہ شاہان میں
 بر ہمہ چوں مہ شدہ خرگہ نشیں
 خانہ کہ یک روز نشاندہ نیست
 از تفت خورشید در و صد فہنت
 خرگہ شہ میں ہمہ روزن تمنش
 پر تو خور در نشاندہ روز نشیں
 خانہ چوبیش ز خشکی تری
 یافته از حشر گم مہ بر تری
 خلق زگر ماشدہ جوئے غیش
 کرد کتاں لرزہ ز سر پا خویش
 لرزہ یک قوے بہائے بتن
 بر گل صد تو بد ریدہ کفن
 بس کہ کتاں در بر شاہاں خرید
 ماہ سارا بلت خود کشید
 جامہ تنک ساختہ ہر کس چو گل
 شہ بگم کوچ ہمی شد چو شیر
 خانہ خنک داشتہ بر بوئے مل
 تابش گر ماش گزندے نداد
 شہ بگم کوچ ہمی شد چو شیر
 کش بزر برابر بدوزیر باد
 تندہ ہی راند کشادہ عناں
 از گذر و دشت نثار افگناں

۱۰ خرگہ مہ کنایہ از برج سرطان کہ خانہ قمرست و آن برج بر فلک ہشتم ست و یا مراد فلک اول

کہ قمر بر فلک اول باشد ۱۲

۱۱ نوحے از کتاں کہ در موسم گرمای پوشند ۱۲

تیسرے برآورد ز کیش خدنگ	وز سر کس کرد کماں را بچنگ
غرق در آورد چناں بر کشاد	کاشے از تیر بکشتی فتاد
گرچه کہ آں زخم بکشتی رسید	خستگی زخم بد ریا کشید
تیر کہ در کشتی شاں رخنہ کرد	از سر کشتی بہ افتاد مرد
رفتہ فرستادہ بصد حید بان	پیش نہ شرق عیاں کرد بان
شاہ کہ از خون خود آں زخم دید	نالہ چوں تیر ز دل بر کشید
خشم ہی گفت ز کینش سخن	مہر ہی گفت کہ ہے ہے مکن
گفت بخود کاو دل تنگ خراب	قلب شدہ نام تو از انقلاب
مہر چہ جوئی بو فائے کہ نیست	روی چہ بینی بصفائے کہ نیست
چوں طلبی داردی چشم از کسے	کز پے چشمت خلہ دارد بے
پیش کہ گویم ز خودم شرم باد	کز پے خون خودم اندر فساد
گشت چو فاسد بن مردخوں	بہ کہ بنشتر کند از تن برؤں
تیر کہ بر دیدہ رسدخوں بود	دیدہ کہ خود تیر زند چوں بود
آہکے چنین ست نویدم از د	بہتر ازیں بودا میدم از د
حیلہ چہ سازم بچنین کار تنگ	با سپر خویش کہ کوہ است جنگ
گرہ پر مراز جوانی و ناز	غرم بر اٹل شد کہ شود رزم ساز
من کہ جہاں دیدہ و کار آگم	چوں غلط آفتد بچنین جاگم

کرد صفی برب آب رواں سودبهم پہلوئے ہر پہلواں
 در عقب شاہ سوارے ہزار جملہ سدان سپہ و نامدار
 تیغ زن مشرق ازاں سوی آب کرد چور و شن کہ رسید آفتاب
 کو کبہ خویش چو پیر راست کرد ماہ ازو کو کبہ درخواست کرد
 برب آب آمد و آراست صف یافت دو خورشید ز ہر دو وطن
 چشم پر ہر بے جگر گوشہ تر گوشہ ہر چشم شدہ پر جگر
 در پیر از دور نظر در نگند وز مرہ در آب گہ در نگند
 روئے بدستار چہ میکرد پاک تا نچکد گو ہر چشمش بخاک
 دُر کہ بدستار چہ شد بار ہا رشتہ دُر گشت ہمہ تار ہا
 در عرقہ قطرات عرق شبنم گل بود بروئے ورق
 دید چو شہ سیل مرہ بیکراں حاجب خود کرد بکشتی رواں
 گفت بحاجب کہ ازیں چشم تر مرد مک چشم مرادہ خبر
 نیست بتو حاجت دیگر سخن خود سخن من برداشتک من
 حاجب فرزاندہ بانجا شافت نشست بکشتی و رواں شد چو آب
 چوں بمیان نہ و در رسید پور معرے ز کراشش بدید
 گرچہ بباطن اثر مہداشت لیک بظاہر نظر کس گماشت
 دید بکشتیش براں گونہ تیز کاتشہ برخاست ازاں آب خیز

ہر نما گشت چو آبا پسر خون شفق گشت کشاں سحر
 جست پیام آوری از آگاہاں آمدہ و رفتہ بہ پیش شہاں
 گفت بد و نکتہ پنهان بحوش کرد بقیہش زباں دان بحوش
 کرد پدراول برسانش سلام و آخرش آئین دعا کن تمام
 و انکہ از آئینہ بروں دہ خیال صورت این حال بگویش بحال
 کای خلف از راہ مخالفت باب تیغ بیفکن کہ منم آفتاب
 در نسب ز ملک خلافت مراست تو خلفی سر بخلاف خطاست
 غصب مکن منصب پیشین ما غصب روانیت در آئین ما
 از پدرم کے رسد این فن بتو از پدر من بمن از من بتو
 گرز خود این نقش گزفتی بدست سوے خدا بمن دشو خود پرست
 و رزبد آموز شد این رہ پدید گفت بد آموز نباید شنید
 خصم بصد دست گرافسون کند ناخن از انگشت جدا چوں کند
 و جلہ چو آمیختہ گرد بہ نیل هست جدا کردن آل مستحیل
 کار شناسانت کہ پیرا منند گرز بیاں با تو بدل با منند
 گرز زرنخمہ دہی شاں عیار نیز ز خایت گسند این شمار
 آنکہ شکوہ منش اندر دل ست خدمت تو کردن از توکل ست

گر رسد آزار ز تیغ منش	جان من آزرده شود در تنش
وز ز خدنگش بمن آید گزند	او هم ازین درد شود درویند
ورنه ز غم تیغ براں تیغ زن	حل شود هم بزبونی من
چاره ندانم که درین کار چیست	بخت که داند که درین یاکیت
با خود از میناں گلّه می نمود	واخچه سپر گفت ز دل می شنود
روز چو در پرده پوشید راز	راز برون داد شب پرده ساز
کرد هم شب گلّه آفتاب	کاوست نمین آده دمن زو خراب
باد شبه شرق هم شب نخفت	جز گلّه زین ساں که بگفتم نگفت
بود بحیرت که چو شب بگذرد	روز دیگر چاره چه پیش آورد
گر پس از تیغ کشاید زباں	چون گره صلح نهم در میاں
وز تیغ صلح برافتد نقاب	معدرتش را چه نویسم جواب
تا بسحر بود بگفت و شنید	کز شب زاینده چه آید پدید

ذکر پیغام پدر سوی جگر گوشه خویش

سوی یاقوت رواں گشتن خوانا به کاں

چون دل شب حامله مهر گشت	بر شب حامله مهر گشت
حامل یک ماهه نه بل یک شبه	تاجوری زاد در اں کو کب

خوں مئی ددل من مهر جوست	جوشش بسیار کن زیر پوست
گوش کن این گفت و کن گفت کس	بشنو و شنو سخن این ست و بس
رفت فرستاده و بگذشت آب	کر از اں جوے بدریا شتاب
بادشہ روی زمین کقیباد	بود ہم از اول آں باداد
ہمچو گل از بالش خود خاستہ	حبایگہ بار بر آراستہ
بار گراں داد کراں تا کراں	پست شدہ خاک ن فرقی سراں
رفت رسول شہ مشرق چو باد	خاک ہو سید و زباں بر کشاد
پردہ بر انداخت ز راز نہفت	ہر چہ پیش گفت بشہ باز گفت

گفتن شاہ جہاں پاسخ پیغام پدر

قصہ یوسف گم گشتہ بہ پیر کنعاں

شاہ از اں چاشنی تلخ و تیز	تیز شد و تلخ ز روی ستیز
پاسخے گنجت ز جنس پیام	قوت شمشیر و مدارای حیا
گفت بحاجب کہ بشہ باز پوی	خدمت من گوی پس انگہ گوی
کای سرت از افسر دولت بلند	رے تو از گنج خرد بہرہ مند
بامنت از بہر تمناے ملک	خام بود بختن سودای ملک
ملک جہاں نختہ تمین شد تمام	کے دہم از دست بسودای خام

کس سخن دوزیر گیسایه دَا	تا بچمن سر و بود سایه دَا
وز غلط اندازی عالم بترس	در غلطی بامن ازین دم بترس
لیک جهان دیده بگشتی مهنوز	گر چه جہاں جملہ بیدی چور و
نیک بدانم کہ ندانی تو نیک	گر چه کنی دعوی دانش و لیک
در دسر خلق نیاری کشید	خردی و در کار خرد نارسید
خرد بود گر ہمہ پیغمبر ست	کودک اگر چند ہنر پرور ست
بے ادب الٰہ ادب آموز کرد	ہمہ کہ دریں ملک شبی وز کرد
بے ادبی با چو منہ چوں کنی	چون تو شب روز ادب افزوں کنی
این رخ جوانی ست کہ دیوانگی ست	گر چه جوانی نامہ فرزانگی ست
لیک مکن بایدر این سروری	اے سپہار چه بسری در خوری
جای بزرگاں بہ بزرگاں سپا	طفل شدی عسرحو طفلان گدا
لولوک خوردن بارہ است	دربزرگ از پئے تاج شہ است
شوکت من بنگر و بر خود پوش	کسوت شاہی کہ تو داری پوش
کہ بجل مرتبہ دار من	گر چه بگوہر ز تبار من
چشمہ محال ست کہ دریا شود	چشمہ چه ار چه کہ بالا شود
یاد نک کن کہ جگر گوشہ	بر سر خواں آئے کہ ہم گوشہ

ہر دو جوانیم من و بخت من باد و جواں پنجہ ہم بر من
 ملک و جوانی چو ہم بر فروخت کیست کہ از آتشی نسخت
 سایہ من کیست کہ جوید و لیر صید بقوت کہ تا نذر شیر
 در چہ بر آئی تو بخت چو یمنغ ہست مرا بخت قاطع ز تیغ
 گر چہ برویت نکشم در ستیز از پے تعظیم تو شمشیر تیز
 لیک تو دانی کہ چو کیس آورم شیر فلک را بز میں آورم
 در سپہ پاب رکاب آورد ریگ بیاباں بحساب آورد
 شاہے از میناں و سپاہی چنیں گرد مینگیز برا ہے چنیں
 جز تو کہے گردم ازیں در زدہ سرزنش تیغ منش سر زدہ
 لیک توئی چون پئے ایں سریر من ندہم کہ تو توانی بگیہ
 مرد سخن گوی چو پاسخ شنید ناخچہ می گفت زباں در کشید
 راز نہاں را بدل اندر نوشت سوی فرستندہ خود باز گشت
 رفت بشتہ پاسخ پیغام برد ہر چہ بدل داشت زباں اسپر
 شاہ از اں زمرئہ بحر جوش چوں صدف بحر فرو دہشت گوش
 لُحّے از اندیشہ فرو شد بخویش تا دل داناش چہ آرد بہ پیش
 مصلحت آن دید ز لے صواب کاخچہ بگفتند بگوید جواب

پنختہ آج نہم خاناں مزن
 تخت نہ ز آباست مرا کر منبت
 ملک گراز ارث بدی فی بخت
 ملک بمیراث نیابد کسے
 در تو ز میراث پدر دم زنی
 هست نیک سو تو میراث شاه
 حضرت سلطان شہید کریم
 راند چو در راہ ابد مہد خویش
 خود چو ازین عالم خود راے رفت
 کرد بجائے تو مرا تا جو ر
 شبہ بجایات خودم این نقش بست
 گرتوازاں شاہ نکوزادہ
 مثل من لے یاد تو شادی مرا
 از تو اگر نام پدر روشن ست
 نیستم آل طفل کہ دیدی نخت
 حسرت مخوانم کہ زد در ز من
 شرط ادب نیست مرا خرد خواند
 من ز تو زادم نہ تو ز ادنی من
 ملک عقیق و فلک آبتن ست
 کسے شدی پیشتر از تو بخت
 تا نزد تیغ دو دستی بسے
 قصر نہ جد راست ز من روشنی
 من ز سہ شاہ ہم تو میراث خواہ
 حسلہ اللہ بجنہ عظیم
 خواند و مرا کرد ولی عہد خویش
 جائے خودم داد و خود از جائے رفت
 من سپرم لیک بجائے پدر
 ملک من ست این دگریرا چہ ست
 من ز تو زادم کہ از وزادہ
 ہم تو نزادی کہ بزادی مرا
 خطبہ جد ہیں کہ بنام من ست
 بالغ ملک بلاغت درست
 داد حسد او در بزرگی بمن
 بخت چو بر جائے بزرگم نشاند

فی الدین غایت الدین حسن البین ۱۲

پیش من از پری لشکر ملاف	حاضر م اینک من اینک مصاف
لشکر من نیست کم از شکرت	کشور من بیشتر از کشورت
من که سپه را بو غار انده ام	نه از سر بازی و دو غار انده ام
تیغ بر آں گونه کشیدم بڑوں	کش بلب سند بشویم زخوں
کاف اگر رے بتابد ز پیش	از کجاک پیل کشم سوے خویش
تا بگو شان فگنم در حریل	سلسله از حلقه خرطوم پیل
با چو من تیغ فشان کن	دولت من بین و جوانی کن
لشکر من گشت چو صحرا خرام	دور زمیں گردناید تمام
ورصف پیلان من آید بکار	ابر بود قطره صفت بے شمار ^{۱۱}
پیل بجای کہ بجند ز جای	پشت ^{۱۲} ہزار ^{۱۳} انب کندی ریای
ورچہ ہزار اسپ کنند ایستاً	کوہ چہ غم دار داز آسب باد
اسب تو باد آمد و پیل چو کوہ	باد بکسار ندارد شکوہ
پیل بیک حملہ صفی بشکند	ورصف پیلان کہ شکست افکند
اسب چو با پیل نماید ستیز	چارہ تو دانی کہ چہ باشد گریز
پیل چو خرطوم بر اسپ افکند	بر کند از خاک و بخاکش زند
اسب ترا گنبد اگر بے حدست	پیل مرا خود ہمہ تن گنبدست
قیمت یک پیل ہزار اسپ پیش	کرد و ہزار اسپ کی پیل پیش

باز پیغام پدر بر سپر خود که بر زم
پیل خویش از خمی مست کند میدا

جست دگر موئے شگافی شگرف	عمر بگفتار چو موکرده صرصر
راز که باریک تر از موئے بود	موی بلویش همه بشگافت زود
کز من بیدل بسوئے جاں خرام	جان مرا از دل من ده پیام
کاه سر از آئین وفا آفاسته	وز تو دلم تا شتگی یافت
گرچه بغیبت شدیم کسینه توز	بیخ چه داری بحضورم هنوز
آدمی را که بود گرم خوں	خونش به پیوند بود در همنوں
طافه که تو خونی و لبند من	لیک نه گرم به پیوند من
با چو من دور کن از سر سنی	چون بصفقت من تو ام و تو منی
مشک شوم هم نکشی بوی من	چسیت بنزدیک آهوی من
تیغ نکش تا نشوی شر سار	از من اگر نیست ز خود شرم دا
گرچه که تیغت بگر روشن ست	گوهرت آفرینه ز تیغ من ست
تیغ زباں را چه کشتی در عاب	نیست حسابیت ز روز حساب
به که دریں کار زباں در کشتی	تیغ کشتی به نه زباں بر کشتی
تیغ خوش و تیغ زباں نا خوش ست	تیغ چاب ست زباں آتش ست

باز پیل سخ ز سپر سوے پدر کا سپ مرا

پیل بندست دوائے کہ بر پیچہ بعبال

داد جوابے ادب آئینہ	لعبتی ہاے عجب نگینہ
کاسے بر خم چشم جفا کردہ بان	دیدہ ہمسرتو برویم مسرت
چند زنی لاف ز پیلان مست	کا پنجہ ترا ہست مرا نیز ہست
پیل ترا پنجہ و مارا صدست	واسپ تو دانی کہ بڑوں از حدت
در نبود پیل چو تو سن بود	پیل تو در سلسلہ من بود
ز اسپ تو اں پیل گرفتن بے	لیک ز پیل اسپ نگیرد کسے
گر ہمہ عمر اسپ بود زیر شاہ	حاجت پیش نبود ہیچ گاہ
در بودش پیل دے زیر راں	حاجت اسپش بود اندر راں
اسپ چو در راہ نباشد دلیل	شاہ پیادہ است ببلا سی پیل
گر نبود پیل تو اں ملک داشت	در نبود اسپ بباہد گداشت
پیل ترا اسپ مرا در خور مست	ز انکہ ز پیل اسپ بے بہرست
ہم کہ بشطرنج ہم استاد کا	پیل کم از اسپ ہند در شمار
کم مزین اسپان مرا کزن نشان	پیل شکارند سواران شان
پیل تنائی کہ دریں لشکرند	نہ کم از اں پیل خصوصت گرند

اسپ بهر خانه بود در سپاه
 پیل بحسن شاه که ندارد نگاه
 از سپه خویش چه رانی سخن
 حمله پیلان مرا یا دکن
 چرخ بيفتد چو بخیزم ز پاس
 خاک بلرزد چو بکنم ز جاس
 گر نکشم تیغ که خون تو ام
 تا تو ندانی که زبون تو ام
 یک ازاں تیغ نرا نم ، همی
 کز تو بریدن نتوانم ، همی
 چون پدر من ز جهان رخت برد
 و ر با مانت بهوکاری سپرد
 هم تو بدانی که نه آن کار تست
 دشمن تست آنکه دریں یار تست
 تخت رها کن که سزای تو نیست
 تا نمم این پایه بپای تو نیست
 گر کمر کیسه کنی استوار
 پیش تو میش از تو در آیم بکار
 در بهدار کشد این گفتگوی
 نیز نتابم ز وفای تو روی
 لیک بشرطی که دریں لای من
 جاس پدر گیرم و تو جاس من
 کرد و وال رفته کش سلک در
 تا کنده از در صد من بجز پر
 پیش سریر آمد و بوسید خاک
 چونکه بودش ز گزارش گزیر
 شاه که آن سلسله پُر گره
 دید سلسل چو شکج زره
 کرد پرا ز چین سرب و ز کیس
 بلکه در آیمخت بهم روم و چین

بہر تو شد ساختہ چہر شہی دا دہن پر تو نسل الہی
 تخت جہاں بہر تو برپاے کرد لیک بر آں تخت مرا جاے کرد
 کرسی زر بہر تو کردند ساز پاے منش بست بگو ہر طراز
 خواست یکے خواستہ لیکن نایف دانکہ مخی خواست برا و خدشتا
 محنت دریا ہمہ خواص برد شاہ گہر بر کمر خاص برد
 رفت یکے در طلب لعل سنگ ریزہ انگیش نیا بد بچنگ
 داں و گرے را کہ غم آں نہو لعل چناں یافت کہ در کاں نہو
 کوشش ہیودہ ز غایت بر بوا کوبش آب ست بہ ہاون درو
 گفتن چہرے کہ دروغ نیست نے ز تو کنہ پیچ کسے لغز نیست
 در نظر من کہ فلک سہرند جز تو کرا ز ہر کہ افسر ہند
 این تن من نیست کہ بر تخت تست عکس تو در آئینہ بخت تست
 ماہ فلک غرہ نہاے من ست روت مہ پر تو راے من ست
 تیز بین در رخ نور انیم کا ختر بخت ست بد پیشا نیم
 طلعت من بین و بوشت کوثر مہر خود و روشنی من مپوش
 و بقیں در دل تو این ہو ست بندہ فرمانم و فرماں ترا ست
 تاج ز من می طلبی چرخ ساے بر سرم آتا کشمت زیر پاے

گرچه که پیلان تو کوه آمدند
 شیر بزم چو بر آیم دیر
 با همه این قوت و جوش سپاه
 با تو برابر نشوم در مصاف
 قصه شود در دهن مرد و زن
 تیغ که سهراب برستم کشید
 گر گهر صدم پذیرد نظام
 و ز سر کینه فرازی سناں
 گرچه که از گردش دور سپهر
 در همه آتش زنی از چارسو
 تیر تو گر خواست بجایم حنلید
 چشم تو ام تیر برابر مکش
 تیغ کشم سوے تو ام خون کشد
 گر بگه تاج سنان تو ام
 در هوس تاج ترا در سرست
 در چه توئی در خورتاج و گیس
 چوں سرم از بخت سرفراز گشت
 کوه تا نم هم پیل انگلند
 شیر بود هر که بر آید ز شیر
 نیمم اندر پیے آزار شاه
 و رچه بدوزم بساں کوه قاف
 کین سپر با پدر خویشتن
 هیچ شنیدی که ز گیتی چه دید
 حلقه بگو شتم بر ضاعے تمام
 باز کشم تا بتوانم عمنّاں
 تا فتنه بر سر من هم چو مهر
 روے تا بم ز تو از هیچ رے
 من بکشم تا بتوانم کشید
 خون تو ام تیغ جفا بر مکش
 بر سر خود تیغ کسی چوں کشد
 عیب کن گوهر کان تو ام
 من گهرم تاج بمن در خورست
 ملک بمن مید هدانگشتریں
 تاج تو بر تارک من باز گشت

مُنتِ بخواہم تو خواہی اگر ورت بخواہم چہ خواہم دگر
 من تو خود آمدہ پہلوئے تو کارزد آوردم اسوئے تو
 جز بتمنائے تو سودا من نیست بہتر ازین ہیچ متنا من نیست
 قاصد تو گر کند اینجا گذر در رہش از دیدہ فنا من گم
 و ز تو ام حاجے آید بہ پیش شامش از مرتبہ بر چشم خویش
 پیک تو گر نامہ رساند من ورد دلش سازم و تعویذ تن
 گرد و سمندت کہ بر آید بہاہ سرمہ کنم از پئے چشم سیاہ
 تیغ کشی تیغ تو جاں بخشدم ز آئینہ بخت نشان بخشدم
 و ز نی تیر تو بسویم جہد ہر گرہش تازہ فتوحم دہ
 گرچہ کہ سلطانِ جہانم ہلک تلج دہ و تختِ ستارم ہلک
 لیک چو دورم ز تو لے نیک بخت نے خوشم از تلج دہ شاد بخت
 بخت من اریا بہ بر افلاک سود با تو چو یکدم نہ نشینم چہ سود
 تاج خود اری پر دُرِ کنوں کنم با تو چو ہمسر نشوم چوں کنم
 ورشدہ و چشم کساں از تو نور دیدہ من ماندہ ز روئے تو دور
 مردمک دیدہ غیرے شوی طرفہ کہ از دیدہ من در روی
 دیدہ کہ نادیدہ دیدار تست دیدہ و نادیدہ گرفتار تست
 نیست نزویک من از بیش و کم بیشتر از دوری تو، سیچ غم

باز پیغام پدر جانبِ فرزندِ عزیز

ماجرے کہ زخوں بود دلش را بمیاں

مرد نیوشندہ از اں امرِ پست	باز شد ذکرِ حکایتِ درست
شاہِ سخن را دگر از سر گرفت	نکتہ باز رم تری در گرفت
کای ز نسب گشتہ سزای سرب	در سپرے ہتھو پدر بے نظیر
چشم منے ہیج غبارے میار	چشم نشاید کہ بود پر غبار
در چہ غبارست ز کار تو ام	سرِ چشمست غبار تو ام
کیں نکم نم لیک بتکیں کس نم	مہر ہا گر کس نم کیں کس نم
آ تو ندانی کہ دریں جست و جو	از پے ملکست مرا گفتگو
گر چہ تو انم ز تو ایں پایہ برد	از تو ستانم بکہ خواہم سپرد
لیکنم ایں راہ نمونی بملک	از پے آنست کہ چونی بملک
شکر کہ شد زندہ در ایام تو	من ز تو و نام من از نام تو
باشش بکام کہ بکام تو ام	زندہ و نا زندہ بنام تو ام
من بتو ام زندہ تو زئی یر سال	تا ز تو من نیز بم زندہ حال
زندگی از مرگ ندارد دگر گیر	لیکے خوش می زئی و ہرگز میر
خواہمت از جاں کہ پناہے مرا	گر تو بخوابی و نخوابی مرا

کالے شہ مشرق شدہ چوں آفتاب
 وز تو جہاں تا حد مغرب بتاب
 من کہ گل رستہ ز بلخ تو ام
 پر توے از نور چہ سرخ تو ام
 شاہ نہ زانم شدہ بر مگناں
 کورہ مشرمان تو تا بم عنان
 گر ہمہ برابرہ رسد فہم
 ہم بیتہ پاسے تو باشد سرم
 من کہ ز دروازہ استیلم ہند
 لشکرے آراستہ ام تا بہ ہند
 سد سکندر زدہ ام از سپاہ
 فتنہ یا جوج معنل راتبہ
 تا بحد شاہ زبالا سیاں
 من چو بوم پیش نیاید زیاں
 رو تو چو خورشید ز مشرق برے
 من بسم اسکندر مغرب کشے
 شو تو سوے کامروا نگیز خوش
 من کم انتصاے عراقین بخش
 خیر تو از قلعہ سین جوے گنج
 من ز دژ روم شوم سیم سنج
 عجبہ از معبر دریا تو جوے
 من دہم از تیغ بحرین شوے
 زابروے خود کن اشارت بہر
 من سرخا قاں سنگم بر زمیں
 ارمن ہند ست ترا زیر دست
 کا من بالاست ز من در شکست
 رو تو در آں قلعہ کمن پل بند
 اسپ بخواہم من ازیں سو فکند
 از تو ز ہند و ستدن پل و مال
 از قبل من بخل قیل و قلال

۱۱ قلعہ سین نام قلعہ کہ در ولایت ہند ست ہندوی اورا تا یہ گرہ گویند ۱۲

۱۳ خراج کہ غالبے از مغلوبے ہر سال بستاند یعنی محصول از گدڑ گاہ دریا طلب کن ۱۴

۱۵ یعنی من آب شست و شوے تیغ در بحرین افکنم ۱۶

دور ز تو دور ز تو چوں بود	دل کہ نبرد یک تو مجنوں بود
در دبدائی نتوانم کشید	شربت دوری نتوانم چشید
در رود پیوند کن از خون گرم	ہجر تو بنگافت دلم نرم نرم
کے شودم دل کہ کشم دل ز تو	اے مدد جاں شد و حال ز تو
پس بدلت ہچو بگر در کشم	می شودم دل کہ بگر بر کشم
بہ ز تو ام نیست جگر گوشہ	گرچہ جگر ہست بہر گوشہ
جز تو مرا مردک دیدہ ہست	خود ز پئے دیدہ مردم پرست
شمع بہمتاب شاید فروخت	لیک ازین خرتواں علقہ خست
نامہ کاؤس کے آرم بیا د	سکہ چوزد در دل من کیفتاد
نام برادر مغزا الدین	
روی گزراں و تبرس از خدای	بہر خدا صورت خویشم نماے
باز فرستاد فرستادہ را	نقش چو بر زورق سادہ را
قصہ آرم باز رم ساز	آمد و آورد پذیراے راز
تیغ سیاست بمیاں در کشید	شاہ چو پولاد پدر نرم دید
سلک سخن راز گہ تاب داد	گوہر دل را بوف آب داد
باز جوابے کہ پسندیدہ بود	گفت بتدبیر پسندیدہ زود

باز از شاہ جہاں پانچ پنام پد
شربت آب حیات از پئے سوز جہاں

خازن شہ آمد و در باز کرد	دادن افسر ز سر آغاز کرد
گشت جهان معدن در عدن	کرد زمین باز رصامت سخن
ہر کہ در آن بزم طرب ساز گشت	دامن پرگو ہر روز باز گشت
بسکہ ز زر گشت زمین ناپدید	ہر کہ زمین جہت نشان ندید
شاہ چو از خون قلع گشت خوش	دل بگلر گوشہ شدش مہرکش
خواست دلش تا بخوشی جامے	نوش کند بر رخ کاؤس و کے
کرد اشارت کہ درآمد بہ پیش	خاک بسوسید بر آئین خویش
ز آن گل نورستہ دل تابور	شد ز گل تازہ و تر تازہ تر
بر رخ آن گل مہ احمر کشید	لیک بہوی گل دیگر کشید
دیدہ ہر آن نور پسندیدہ داشت	دل بدگر مردگ دیدہ داشت
زیور افسر بکلاہ او سنگد	قرعہ خورشید باہ او سنگد
گرچہ دلش مہر بکاؤس داد	ہم زد دلش دور نشد کیقباد
باوہ ہمی داشت بر آنش کہ خیز	قصہ غیبت بحضورش بریز
لیک سریر سری و تاج کے	دست بدامنش ہمی زد کہ ہے
چوں اثر شوق ز غایت گشت	کفہ دانش ز کفایت گشت
روے بکاؤس کے آورد و گفت	تا شود آں ماہ بخورشید جفت

تاج ز تو سر ز من اسیر اختر	علاج ز تو تخت ز من ساختن
تا تو بشرق بوی و من بغرب	حربه خورد هر که در آید بحرب
در بلاقات ره و رای تست	افسر من خدمتی پائے تست
نیست مرا آن محل و آن تسکوه	کز سر خود سایه فشانم بکوه
در فلکند راسے تو بر بنده تاب	ذره شوم پیش چنان آفتاب
شاه بترتیب صوابے که بود	چوں برضا گفست جوابے که بود
داد بحاجب سلب زر نگار	بافست بحسیرہ و رشتا ہوار
بس که گراں شد سلب زر کشید	حاجب از اں بار چو ابر و خمید
خورم و خداں چو گل از بارگاه	سوی گلستان دگر جست راه
رفت و نمودار خود آخبا نمود	هر چه ز دریافت بد ریافت نمود
غالیس مسلح که در نامہ برد	شتمہ شتمہ ہمہ شہ را سپرد
باد شہ شرق چو این مژده یافت	روش چو خورشید ز مشرق بتافت
کردن شاطمی و راست گراں	محلے آراست کراں تا کراں
باز طلب کرد بفسر ہماے	خون خروس از بطسرخاں
گیسوی جنگ قح آب رنگ	دور بے داد و تسلسل بچنگ
داشت اصول طرب فیل قال	رنجین خون صراحی حلال

کائے غم تو کردہ حجابِ نم اثر
 تو ز من و حالت من بے خبر
 جائے تو در چشم تو در جائے نہ
 ہیچ سوے مرد میت راسے نہ
 تاشدی از چشم من لے آفتاب
 دیدہ خود پیش ندیدم بخواب
 خواب من از دیدہ من آبِ برو
 آب من ایں دیدہ بخواب برو
 ایں منم و نقش تو در آبِ چشم
 عکس خیالت شدہ متاب چشم
 گرچہ نہ چشم برخت روشن ست
 صورتت آخر خیال من ست
 گرچہ پرستیدن صورت خطاست
 صورت تو گر پرستم رواست
 لے بصر دیدہ و جان پدر
 زان دگر کس نہ از آن پدر
 صبر من از دوری تو رفت دور
 مرحتے کن کہ بمانم صبور
 من کہ صبور ی نتوانم ز تو
 داسے کہ محروم بمانم ز تو
 می نگند سوز من اندر تو کار
 آہِ من نہ از پئے ایں کار بود
 کافرو استیلم تو انم ربود
 ایں قدرم عرصہ دریں ملکست
 کم زود سوی دگر پایہ دست
 لیکنم از بس کہ بتو دل کشید
 میل تو ام رخت بمنزل کشید
 ہجر بس ست انچہ کہ بد پیش ازیں
 نیست مرا طاق غم پیش ازیں
 تشہ دیدار تو ام روز و شب
 مشربت خود باز بگیرم ز لب
 از تو نشاید کہ بدیں سانِ رُم
 تشہ دل از چشمہ حیوانِ روم

سوی برادر شود آراسته	باسپ و کوکب و خواسته
جست بے ہدیہ بقیمت گراں	دیدہ فروز ہمہ قیمت گراں
بلے عدوا ز رشتہ دُردری	دوختہ زان رشتہ لب جوہری
سلک دگر از گم شب چراغ	ہر گمے مملکت را سہراغ
لعل کہ بودہ است نغایت بڑوں	نگہ مہرا پئے شان خوردہ بولوں
جامہ ہندی کہ ندانند نام	کز تنکی تن نباید تمام
ماندہ بہ چھپیدہ بناخن نہال	باز کشائش پوشد جہاں
عود بحسن زار و قمر فصل بمن	خرمنے از نافہ مشک ختن
عنبر و کافور معنبر مرشت	صندل خالص چہ درخت بہشت
ساختمند بے تیغ تیز	تیرہ از آب گہ آب خمیز
سہر فلک برودہ بے زندہ پیل	کوہ گراں را بقیامت دلیل
ہدیہ چو آراستہ شد بے شمار	چار طرف گشت طراف بکار
داد بہنژادہ و کردش رواں	ساختہ با کوکب خسرواں
وانچہ سخن بود ز اسرار ملک	کن کن من از ضابطہ کار ملک
چوں دگرے محرم آں سہر نبود	محرم سہر دید فرو خواند زود
تالباہانت بودش در ضمیر	باز رساند با مانست پذیر
راز کہ داند کہ چہ بد و نہفت	ظاہرش از باطن آشفتہ گفت

بر در دہلیز شہ تاج بخش	جائے ادب دید و در آئند ز رخس
تختہ آورده ہمہ کردہ راست	شد و صفت آراستہ از چپ و راست
پیشترک شد بزین برده رے	رفت زمین راز تو اضح بموے
شاہ برویش چون نظر کرد چست	دید در آں آئینہ خود را درست
گرم فرو جست ز تخت بلند	کرد با گوش تن از حمید
داشت با گوش خودش تابیر	سیر نشد چون شود از عمر سیر
با خودش از فرش با وزنگ بڑ	تخت کیاں باز کیاں اسپر
گاہ ہمیش خواند بر عنم سپر	گاہ بوسید سرش را بہر
گاہ ز پایش بکفت افشاں خاک	گہ ز بنا گوش خویش کرد پاک
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت	گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رخ زیباش کرد	گاہ دل از مہر شکیباش کرد
گاہ بیک دیدہ شدش ہمنای	گاہ بچشم دگرش کرد جائے
چوں کہ دو افسر بوفاشد یکے	در تنق نور دو جاشد یکے
پرسش از اندازہ و غایت گشت	حد نوازش ز نہایت گذشت
از در دیگر سخن آغاز گشت	تقل ز گنجینہ سرباز گشت
شاہ بکاؤس کے آورده گوش	نکتہ بروں داد خداوند ہوش

شاد کن ایں جان غم اندیش را روئے نمانتِ نظر خویش را
تختِ حالِ دل ریشمِ بخاں یا بمن آیا برِ خویشمِ بخاں

از پدِ آمدنِ شاہِ جہاں کی کاؤس

برِ برادرِ چو گلِ نوبہرِ سرورِ رواں

گشتِ رواں موکبِ کاؤس شاہ سوے فریدونِ سریر و کلاہ
آمد و ز آبِ سر و واگدشت چشمِ خورشیدِ زوریا گدشت
یافتِ خبرِ صاحبِ تاج و سریر ز آمدنِ آلِ دُر دریا نظیر
تاجِ بسر کرد و بر آمد بہ تخت تا نگردِ ہچو خودے رازِ بخت
گشتِ میاہمہ ترتیبِ بار چتر کشاد از دو طرفِ چتر داہ
کرد زباںِ آوریِ دور باش چشمِ زدنِ دیدہ بدرِ اخراش
روے زمینِ از سپر و رمح و تیغ گشتِ پُر از بارقہ برق و میغ
گشتِ صفتِ آراستہ تا چند میل ز انہی آدمیِ واسپ و پیل
پیشِ دویندِ سرانِ و سپاہ تالابِ آبِ از پئےِ تعظیمِ شاہ
پیشِ رکابِ شہِ مند نشین ججہ نہ اندِ بروے زمین
سیرِ نمودند بزرِ رعناں تا بدر شاہِ تارا فگناں

فروغِ روی تو تیزست زلف بر لبِ نثر ز آفتابِ بنِ آں شرابِ در سایہ
 بگفتِ خسرو بکشائے زلف تا بیند حریفِ مطربِ چنگ و بابائے سایہ

رفتنِ شاہِ کیومرث بہتوزکِ عارض

بر شہِ شرقِ بیکجا عرضِ این جوہر آں

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں	مشکِ شب از آہویِ مشرقِ نما
نافِ جہاں مشکِ زینِ اسپر	باد شد آہوتگِ آں مشکِ برد
شاہِ شد از سیرتِ خود مشکِ سا	خونِ بسویِ صلح شدش ہنہای
شمعِ دلِ ملکِ کیومرثِ شاہ	خلدہ اللہ بحبِ دو جاہ
خواند و رواں کرد بسویِ جدش	جدادِ بکرد و بڑوں از حدش
ہدیہ ز ریفِ خطا و عراق	ہر یک از اں طاقتِ در آفاقِ طا
از خردِ اکسون و دگر پر نیاں	زیبِ تنِ تاجوران و کیاں
اسپِ ہمیں اصلِ ولایتِ نور	گاہِ تگِ از بادِ بر آورده گرد
سختِ کما نمازمہ نو سترہ	در خورِ زہِ کردنِ فنا کردہ زہ
سادہ غلامانِ خطا و تار	موی شگافندہ بشبِ روزگار
اشترِ پویندہ و پولادِ پائے	کوہِ من از تنِ کوہاں نپائے

گنج سخن باز گشت از ضمیر داد امانت با امانت پذیر
 شاه پذیرفت بدل در گرفت دزد گراندیشه سخن برگرفت
 جام طلب کرد و بعثت نشست نه ز مے از خون عدو شست
 از رخ فرخنده ایں هر دو کے بلبله بلبل شده گل کر مے
 رہزن عشاق شد آواز چنگ باده رواں گشت در آن آهنگ
 هر چه مجلس عززل تر زدند جمله بنام شه کشور زدند
 بر در او مطرب فرخت دُفال دور میاد از غزل و از غزال
 با خوشی دل چو شود باده کش زیر غلم گوش گر امیش خوش

عزل

بیلغ سایه بیدست آب در سایه از پس من جانان خوابیآ
 کنوں چو باد بیا چید پیش از صبح بگلشنے کہ رواں باشد آب سایه
 بیانگ نوش گر ساقیم کند بیدار چو خفته باشم مست خراب سایه
 بسای خفته بدم دی که یار آمد و گفت چه خفته که رسید آفتاب در سایه
 بهوستان منم امروز مجلسی و گلے روانه گشت می چوں کلاب سایه
 در آفتاب همه ساقیان هم از رخ خور و گر صراحی نقل و کباب در سایه
 هوای گرم تو نازک بر من مژگاناں بنوش با من صهبای ناب در سایه
 چو پای منب شد جان در آفتاب مگرد مسوز جام و باز آشتاب در سایه

با عیش بود مراد ضمیر	بیشتر از جنبش این دارد گیر
کیس شمر فم زو و میسر شود	کم تر چه رود دست بر آں در شود
این سبقت با و رقم باز خواند	در سبق ارشاه قدم پیش راند
تا کنم این دیده بروی تو باز	آدم اینک هزاراں تیار
کامدن از خود طسلی یازمن	بود بی پرستش شاه زمن
چون پسران بر پدران بگیاں	من بدر نشه بسر آیم دواں
گلبن نوبه که بجنبد ز جاے	لیک مرا پایه نواقت پای
بود همه وقت برا و رنگ شاه	لیک خداوند سریر دکلاه
هر چه کند باک نه از هر که هست	ملکتش ضبط و جهاں زیر دست
چشمه کند بر لب دریا گذر	شرط چنان ست که در بحر و بر
بر سر این چشمه شود درفشان	لیک سزدگر شه دریاقتان
کرد رواں عارض فوزا نه خجے	شاه چو فارع شد ازین گفت و گو
سوی شه شرق گرفتند راه	عارض و انا و کیو مرث شاه
چون گل و بلبل بگلستان شدند	ز اب گدشتند و بسلطان شدند
کز چمن آن میوه دلبر رسید	حال بگوش شه کشور رسید
وز صف پیلاں سد یا جوبست	رفت برا و نگ سکند ترشت

جنس دگر ہر چہ تو اں بز نام	وانچہ کشتش نام نداند تمام
ساختہ کردند ز ہر جنس صد	وز درو یا قوت بروں از عدد
داد و بشنژادہ کہ بر جد رساں	خدمت من خدمتے خود رساں
دید کہ آن طفل و شے خرد سال	رزم بزرگان نشناسد بچال
تو زک آں عارض منہ را نہ را	خواند و تہی کرد نہاں حنا نہ را
ہر چہ ز کاؤس شنید از نہفت	پاسخ آنرا بہنہاں باز گفت
کا نچہ دل شاہ بیاں مائل ست	رے مرا نیز ہماں در دل ست
دل نہ ز کیں کرد و روانم بہ تو	کا تر زو آورد کشانم بہ تو
تن بوفاکر چہ کہ حائلے نبود	دل ز تمنائے تو خالی نبود
ور نہ تو دانی کہ بشمشیر تیز	کس نکند با پدر خود ستیز
ظاہر مارتقش خلائی گذشت	باطنم از حد و فابہر گشت
ایں نہ خلافت تو پسندیدہ ام	مصلحت ملک چناں دیدہ ام
تا چو شوم با تو مخالف بہوست	دشمن تو باز شناسم زد و ست
جلوہ کنم از ہمہ رو آن حمال	تا ز ہر آئینہ چہ بہیم خیال
دوست بود راہ بہ نیکی برد	دشمن از اندیشہ بد نگذرد
آرزوے من کہ گذر بر تو کرد	مہر من ست ایں کہ اثر در تو کرد

گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پائے	کرد چو فروش بدل دیدہ جلے
جنبش خوں را ز حب گرتازه کرد	مهر گلر گوشه ز سرتازه کرد
وز سرتاپا بنارشش گرفت	گاہ ز رحمت بکنارش گرفت
کرد پراز لولوے ناشفته گوش	گاہ بیا قوت لبش داشت هوش
آئینه را بر سر زانو نشاند	روے و را آئینه نمک خواند
ز آئینه زانوے خود روے خویش	دید از آن گوهر نیکوے خویش
ماند به نطنارہ لولوے تر	بس کہ مبارک نطنر تاجور
میل بآینه دہ دیگر نکرد	دیدہ زمانے ز رخسار نکرد
ہیچ نمی کرد بجارص نگاہ	در رخ آن دیدہ ہی دید شاہ
بود کمر بستہ بخدمت گری	عارض از آئین ادب پروری
خدمت عارض محل عرض یافت	تا نظر شاہ بر آن سوے تافت
کرد نمودار و بنجان سپرد	تختہ شاہانہ کہ با خویش برد
گشت سخن تازہ ز اسرار تخت	ہدیہ چوارہ بکراں بردخت
ریخت ز لب ہر چہ در آمد بگوش	مرد خردمند پسندیدہ ہوش
ہیچ بگنجید ز شادی بجای	شاہ براں مژدہ شادی فزای
نادرہ چرخنی ہمہ ز زخا ص	داد بجارص ز قبا ہائے خاں

چستہ برآمد ز دوسو کیرہ	ساختہ شد مہیمہ و میسرہ
بارگہر داد کیانی درخت	پیش تا دند بزرگان تخت
نوش کشا دند متق بر زدند	پردہ دہلیز براختہ زدند
ساختہ شد پردہ پیلان مست	صف جنیبت دوسو راہ بست
مفرود کثر بند کلمہ کثر نہاد	راست بہ پیرامن داخل ستا
پایک ہندی معلق زنی	در صف خود گشت بہ تیغ فگنی
شعشعہ تیغ فلک تاب گشت	چشمہ خورشید ز سہم آب گشت
گر گئے ز دہر تیغ پیر	شعشعہ در پیر گس کرد اثر
کار گزاراں ہمہ رفتند پیش	سجدہ کناں پیش خداوند خویش
پیش عناں بانگ رواروز دند	سکہ نوبر درم نوز دند
رفت خراماں ملک ارجمند	تا در دہلیز بہ پشت سمت
چشم چو برگلشن بختش فتاد	گشت پیادہ چو گل از پشت باد
روے چو گل سود بہ پشت میں	گشت زمیں پر سمن و یاسمین
آمد از اورنگ بزرگی منسرو	دست بگل در زد و گفتش درو
بر دو بیالائے سریش نشانند	وز مرہ بر ماہ گرمے نشانند
خون خودش دید بجاں در کشید	خون خود از دیدہ رواں بر کشید

ساتی خورشید و شوماه چهر
 دور ہی کر دچومہ بر سپہر
 شاہ زہرے کہ بکفت برگرفت
 جام زکف در دروگو ہر گرفت
 جام ہی داد بخورشید و ماه
 زہرہ ہی رفت زدورش بر
 زخمہ دستاؤں کہ ہی کند تا
 بود از دور رگ جاں خار خا
 مجلے از حسد بریں تازہ کرد
 شاہ ز طوبی فلک آوازہ کرد
 تابدش بادہ خوش باد نوش
 نغمہ طنبور نشاٹش بگوش
 این عنہم گرچہ ندارد محل
 مشکل من از کرش گشت حل

عنزل

وہ کہ اگر روے تو در نظر آید مرا
 پیش ز خورشید ماہ رونماید مرا
 بستہ تست این دلم باد گر انش منبد
 کاش کہ باد دیگر اس دل نکشاید مرا
 روے نہاشد اشک چہرہ من تا ہنوز
 از تو پہ خواہا بہار و نہماید مرا
 خون مرا آب کرد گریہ کہ در خدمت
 پیشتر از من دود و ہاسچ نیاید مرا
 دل بشنیدم کہ دوش لعل تو بوسید و مر
 پیش چنین مرد نے زیست نہاید مرا
 جان من آن روز رفت کم رخت بدیش
 یارب کایں روز بیش پیش نیاید مرا
 سینہ خسرو ز تست آئینہ زنگ خورد
 مصلکہ وصل کو تا بزداید مرا

داد بشناده کیو مرث نمیز	تحفه آن ملک زهر گونه چمیز
یافتہ چندیں کمر از در و حل	دشت نوردان بر زرب نیل
پیل بے زیر عمار می زر	بار عمار می بمس گنج و گمر
وعدہ چناں رفت کہ فردا بگاہ	جنبش خورشید شود سوے ماه
ننزل سعیدین شود برج تخت	مجمع بحرین شود روے بخت
از دو طرف بخت مطرف شود	وز دو طرف تخت مشرف شود
گشت مقرر چو قرار می چناں	سکہ چور شد ز عیاری چناں
خرم و خوش عارض و فرزند شاه	باز نوشتند سوے خانہ راه
حال نمودند بدار اے ملک	کاب در افرو د پد ریاے ملک
کار کہ اقبال خداوند خواست	شد همه ز اقبال خداوند راست
وعدہ بفرداشت ملاقات را	ساختہ شد رسم مراعات را
شاه بفرمود بفرمانبراں	ساختن برگ و نوالے گراں
از تحف و خدمتی و یادگار	گوهر و یاقوت ز بہر نشار
کاسچہ بسباید ہمہ یکجا کنند	جملہ بترتیب مہیا کنند
کار چو بر کار گزاراں گذاشت	خود می و شادی و طرب نشین داشت
جام ہی خواست ز ساقی مدام	تا فلک از دور فرو برد جام
ساغر خور چون بزین داد تلف	کرد پراز دژ قح شب بکف

روزِ چو آخر شد و گراما گذشت چشمه خورخواست ز دیا گذشت
 تاجِ شرق بر آہنگِ آب کرد طلب کشتی گرد و شتاب
 پیش کشیدند ہشتی شگرت سدرہ و طوبی بجل کردہ صرف

صفت کشتی و دریا بمیان کشتی

موج دریا سے کہ رفتہ ز کراں تا بکراں

ساختمہ از حکمت کار آگماں خانہ گر دندہ بگردہ جہاں
 نادرہ حکمِ خدا سے حکیم خانہ رواں خانگیانش مقیم
 اہل سفر را ہمہ بروے گذر ہمراہ اوساکن و او در سفر
 گاہِ روش ہمرہ او گشتہ آب آبلہ در پاشش شدہ از جاب
 جاریہ ہند ز بانس سلیم حال چندیں بچہ پس کن عقیم
 عکس کہ بنمود باب اندرون کشتی خصم ست کہ بینی نگوں
 ماہ رسن بستہ چو دلو استوا یافتہ در حنائہ ماہی مترا
 ماہ نوے کال و مراز سال بست یک مہ نو گشتہ بدہ سال راست
 گشتہ گہ سیر ہاش زبوں عکس ہلال ست باب اندوں
 صورت آن تختہ کہ بد بے بہا عین چو ابرود شدہ بر چشمہا

اتصالِ مہ و خورشیدِ قرآنِ سعیدین

چرخ گردانست بگردِ سرائشاں گرداں

گشت چو دریاے پسر آگہوں	داد و روان چشمہ خود را بروں
کشتی مہ سوئے کراٹل ساز کرد	چشمہ خورشید بد و باز کرد
شب کہ بکف داشت دُرِ شاہوا	کرد براں چشمہ و کشتی نثار
شاہ در آں ناحیہ کاؤل نشست	دشمنک دید در و تنگ دست
از چپ و از راست نظر برگاشت	تحت دو جمشید مسافت نداشت
شہ ز زبردست عوض کوچ کرد	سوئے فرو دست بر آورد کرد
پیشترک شد قدرے ز اں سواد	نصب علم را رستم فتح داد
دور سر پردهٔ ستارہ سائے	بر لب آب سرو شد بپائے
در محلهٔ کابِ رواں تنگ بود	گر چه کہ پهنایش بفرسنگ بود
تا بگہ عبیرہٗ آں شاہ شرق	زود ترے سیر نماید چو برق
تا جو رآں سوی خود از جای خویش	آمدہ بد پیشتر از شاہ پیش
کرد سر پردهٔ مقابل لبند	منتظر دیدن آں ارجمند
شاہ ہمہ روز متاع کہ خواست	جلہ بترتیبِ ہمی کرد راست

تختہ پے حرف گرفتہ کبش	باد بر آب از ہوش حرف کش
تختہ نشد پیش معلم درست	طرفہ کہ صد تختہ بیکبار شست
دست چو در آب فرازا فگند	آب بدست آرد و باز افگند
ہاچو جواں مرد کش آید بدست	سیم سوارواں و نیاید بدست
لطمہ زناں بر رخ دریا بزور	آب از اں لطمہ بفراید و شور
دیدہ دل و دست خداوند خویش	بر رخ دریا زودہ صد لطمہ بیش
تا عمل کجہ شدش مستقیم	آمدہ از عبرہ دریا شس سیم
پیشہ ملاح دروشیم پاشش	تیشہ سنجار از دور خراشش
مرکب بحری ز سفر گشتہ چوب	بر طرف بحر شدہ پایے کوب
بگذرد از آب سوارش بخواب	غرقتہ نگردد چو سواران آب
در تہ او آب سبک خیز نیست	گرچہ کہ صد نیزہ بود تیز نیست
جوے کہ بگریست تر و آب دا	گاہ لبش گیرد و گاہ ہے کنار
ہر کہ پے آب بروشد سوا	آب گذارد چو بگیرد کنا
در رہ بے آب نداند شدن	کیست کہ بے آب تواند شدن
خاک نخواہد کہ غبار آورد	تیسرگی دیدہ و بار آورد
آب اگر گرد بگرد بر شش	ہیچ ز گرد آب نگردد سرش
باسکی یار تواند کشید	از سبکاں بار کشیدن کہ یڈ

لیک جزیں فرق ندائے کنوں کوست سرفراختہ ابرنگوں
 ابروے اودادہ بہر چشم نور چشم باز ابروے نیکوش نور
 ہچکچاں پر خم و تیراز میاں تیر تادست و کمانش رواں
 راہ نخواہد بدارا شدن راست چو تیرے بگذا را شدن
 او برسد تیر فلک را با وج تیر بہ تیرش نرسد گاہ موج
 تیر دروگر چہ پیش ننگند پس قدش گرچہ کہ پیش ننگند
 پیشتر از مرغ پرور کشاد پیشتر از باد رود روز باد
 وقت دو منزل بدے بل دو چند بار سن و سلسلہ و تختہ بند
 بستہ بزنجیر مسلسل دراز بحر رواں زوشده زنجیر ساز
 یک زدن چشم کہ بینش پیش تا بزنی چشم نہ بینش پیش
 بر پرواز جاے نہ جنبیدنی نیست دریں ہیچ پرانیدنی
 ہچکچاں کلنگاں ہوا سرسراز پرچو حوصل زدوسو کردہ باز
 مرغ کہ آں از پرچو ہیں پرد طرفہ بود لیک نہ چندیں پرد
 ہر طرفش رہ بشتابے گر ہر قدش سیر بر آب دگر
 از تگ طوفان شکنش در شتاب معجز فوج آمدہ بر روے آب
 گرچہ ز دریا گذر دیش و کم آب نباشد مگر شش تا کم
 دیدہ شب و روز بے گرم سرد رفتہ بہر سوز پے آب خورد

صبرِ بھی خواست نمی آمدش
 بود از این سوئے مغرِ جہاں
 گریہ نمی خواست ہی آمدش
 ساختہ بر جای ادب چوں شمال
 شیفۂ ترشد چو از ویش دید
 شہ بدوید و بکنارش گرفت
 تشنہ دو دریا ہم آور دیل
 یکدگر آردہ در آگوش تنگ
 چوں گل و غنچہ کہ جہد از خاں
 جاں بدو تن بود یکے از سخت
 قد و فرقہ کہ ہم باز خورد
 چرخ بکفت کردہ طبقہ اے نور
 از پس دیرے کہ بخویش آمدند
 گفت پس باید پدرا یک سریر
 گفت پدرا پس این خود بخت
 باز پس کردی گوشش خطاب
 باز پدرا گفت کہ این ظن مبہر
 باز پس گفت کہ بالا حسرت
 باز پدرا گفت کہ این جاے تست
 کار دور رویہ ہمہ یک رویہ کرد
 فاتحہ می خواند بر نشان زد دور
 ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
 جاے تو من بندہ فرماں پذیر
 ہم بتو این پایہ دولت سرت
 کاسے مد ازین منزل خود رو بتا
 کز پس فرسہر بر باید پدرا
 کز تو برد پایہ تخت تو نام
 کز تو شود کہ نام درست

موج گراں یافت سبک بر رود	ارچه گراں گشت سبک تر رُو
گرچه که ده سال برید از درخت	هم تہی از بار نگشت اینست بخت
طرفہ درختے ست نمودار او	کادمی واسپ بود بار او
شاہ دران خانہ چوبین نشست	وزیل چوبین ہمہ دریا بہست
آب شد از بحر رواں تختہ پوش	کرده زہر تختہ معم خروش
موج سوی جاریہ می برد دست	بیل سیلش ہی کر دست
نعرہ ملّاح کہ می شد باوج	برتن خود لرزہ ہی کرد موج
سلسلہ موج زدای کہ بافت	ماہی از ان ام خلاصی نیافت
بس کہ بچو شنید زین همچو دیگ	آب رواں تشنہ گل شد بریگ
آب از ان غفل زاندا زہ میش	گردنی گشت بگرداب خویش
کشتی پویندہ کہ چون تیر بُد	بود بجائے کہ زمین گیر بُد
وز خلہ پشت کشف نا تو ان	داشت بسے رخنہ بر گستوان
عکس رسنا کہ فرو شد بآب	بست پہلوئے ننگاں طناب
کشتی شہ تیز تر از تیر گشت	در زدن چشم ز دریا گذشت
راست کہ شہ بر لب دریا رسید	گوہر خود بر لب دریا بدید
خواست کہ از سوز دل بقرار	برجد از کشتی و گیر و کنا

دو تیاں ہر طرف بے صف
 کردہ طبقہ ہے جو اہر بھن
 لعل و زبرجد کہ بر آئینہ مند
 برد و سرفراز ہی رخنہ مند
 تودہ لعلی کہ ہر گوشہ بود
 رے زمیں پر ز جگر گوشہ بود
 زاد تو گوئی ز زمیں ز سیم
 حاملہ شد خاک ز دَریہ مہم
 چوں پدر قبال پیرازہ کرد
 زان شرف آفاق پر آوازہ کرد
 گفت کہ امروز بس ست این قدر
 روز دگر جلاوہ ملک دگر
 شکر خدا را کہ رسیدم بکام
 کام دل خویش بدیم تمام
 زمیں نظر از کام چو دمسازت
 فرق پس بوسہ زد و باز گشت
 رفت پدر کشتی مقصود راند
 باز پس سحر بکشتی نشاند
 کرد طلب کشتی دریا نشان
 کرد و اوں کرد محیط شراب
 سیل و اوں نید ز سر گشت
 غوطہ خور نید ز سر گشت
 ہوش بگرداب قح در فاد
 عقل شد از بہر کشیدن رو
 جنگ نگیسوے دیدم یافت
 عقل اگر شد بقدح ناپدید
 دادمہ رخت ادب آباد
 او ہم از ان قصہ نیامد پرو
 گرچہ در انگذشتا و نیافت
 عقل عقیلہ ست نیامد کشید

باز پسر گفت که بر شو بخت
 کاین محل از بهر تو آراست بخت
 باز پدر گفت که ای تاجدار
 تخت ترا به که تویی بختیا
 دیر بمانند درین گفت گو
 پای کس پیش نشد پای حجب
 چوں پدر از جانبِ فرزند خویش
 شرط ادب دید زاندازه بیش
 گفت که یک روزم در دست
 منت شد که کنوں حاصل ست
 ایں که بدستِ خودت انی بخت
 دست بگیرم بنشانم به تخت
 زانکه به غیبت چو شدی بر سریر
 من نه بدم تا شدی دستگیر
 گرچه تو محتاج نبوددی بمن
 کافسر ملکی بسر خویشتن
 با پسر ایں نکته چو لخته بر اند
 دست گرفت و بریرش نشاند
 خود بنعال آمد و بر بست دست
 داشت درین زیر خیالِ نهان
 کاسے دمِ تنهاں در ره اخلاص است
 من پدرم صاحبِ تخت و کلاه
 داشت که ازین پای و الا برد
 بود ستاده نفس هم بجای
 گرچه پدر بر سر تختش کشید
 چوں خلفائِ شرط و فامی نمود
 چو کاین محل از بهر تو آراست بخت
 کاین محل از بهر تو آراست بخت
 تخت ترا به که تویی بختیا
 پای کس پیش نشد پای حجب
 شرط ادب دید زاندازه بیش
 منت شد که کنوں حاصل ست
 دست بگیرم بنشانم به تخت
 من نه بدم تا شدی دستگیر
 کافسر ملکی بسر خویشتن
 دست گرفت و بریرش نشاند
 ماند از اں کار عجب هر که هست
 آگهی داد بکار آگساں
 به که نباشید درین کار سست
 بنده بریں گونه شدم پیش شاه
 نسبت خدمت هم ازینجا برد
 نفمش نیز ستاده بیای
 شست و فرو داد پیش روی
 خواشند عذر سے بسزای نمود

شد کرہ چسب چو گنبد نما
نعلِ مه افکند گنبد ز پے
زردہ صبح از طبق خاک جبت
رفت و بمیدانِ انقی بر نشست
شاهِ فلک مکب جو ز اتسام
هم شه و هم شاه سواری تمام
جبت نهنگانه تگاور پیش
در دل دریا شده از آب خوا
رفت امیر آخورد آرد و زرد
هر چه در اطرافِ جهان باد بود
پس که پراز باد و ان گشت
مرکزِ خاکی کره باد گشت

وصفِ اسپاں که ز سرعتِ بخرنج و به دل

نتوانِ خارجِ شاں گفت داخلِ چوں جا

تیز تگمانِ همسہ بازی نژاد
چوں دُم آتش و انبانِ باد
گردِ مُرینے ہمہ گردنِ رن
تا بہ فلک گردنِ شاں سرفرا
تیز تگ گُوش چو پیکانِ پدید
بر سر یک تیر و دپیکانِ کہ دید
سر چو مہ افراختہ بر اوجِ مہر
سانتہ از چشمِ چراغِ پسر
از ہنر آراستہ با تافرق
گاہ روش ابرو بختن چو برق
در گلبے دست زدن جبت
کوفتن پا بطرقِ کردہ فن
ناز کنان در صفتِ نازکی
زخمِ نخوردہ گمے از چابکی

عقل دولت کہ مبادا شغل
باد سرافراز جانی چو عقل
بادہ کہ از عقل را باید چراغ
تا ابدش عقل فزائی دماغ
چنگی او عقل فزائی جان
عقله عیش و نشاط شہاں
این عنزل از تار تررم سرا
در سراو یافته چوں عقل جا

عنزل

خورم آن لحظہ کہ مشتاق بیایے برسد
آرزو مند نکمے بہ نکمے برسد
دیدہ برے چو گل بند و نہ بود تیر
گرچہ در دیدہ ز نوکِ مرہ خاکے برسد
تن چو بیش کہ بر سیلِ مرہ کشتی راند
از پسِ قطعِ سوا حل بکناے برسد
لذت دیدن دیدار بجاں کار کند
جان بیکار شدہ باز بکناے برسد
گرچہ در دیدہ کشد حسیع غبارش نبو
ہر کجا از قدم دوست غبارے برسد
لے خوش آن تلخی پاسخ کہ دہ بعد از ہجر
کہ خاکے شکن از بہر حناے برسد
لذت وصل نداند مگر آن سوختہ
کہ پس از دوری بسیار بیارے برسد
قیمت گل نشاسد مگر آن مرغِ اسیر
کہ خزان دین بود پس بہاے برسد
خسروایار تو گرمی نرسد خود می پو
بہر تسکین دل خویش کہ آرے برسد

ذکر و اسب فرستادن سلطان پید
ہم براں گوئے کہ در باغ وز دبا و ذرا

کاسہ کم طبع آزاد گشت کر و بھجنِ زمیں آتشِ شامِ شبت
 باد گرفت اسپ کساں ابو وز رہِ شاں رفت بصرِ انجم
 گرچہ کہ زاده شدہ باند پاک ہم گہ تگ ماندہ صبارا بجاک
 بر سر نہ چسبج بود جے شام گرنہ بود بند بہر پائے شام
 پیکر آں اہ نور دان پاک باد مجسم شدہ بر رخِ خاک
 بر سر بدخواہ رواں تر شدہ وز سبکی دیدہ دروں در شدہ
 صورتِ شاں از روشن پذیر وہم مصور شدہ اندر ضمیر
 گشت چو ستیاریہ منازل سپر ماہ سبک سیر شدہ نعل زر
 زال مہرہ یافتہ در برج باد باد بے گرد ستیاریہ داد
 جوشِ کمیت از سر میدانِ شاہ مست ہی کرد کساں را براہ
 شکلِ سیاہانِ سرفراختہ آتشے از دو دسلبِ ساختہ
 آتشِ سوزاں کہ ز تاب وجود ہم زتنِ خویش بر آوردہ دود
 تیزیِ خنکانِ محیطِ آزمون آبِ ببرد از فلکِ آبگون
 گنبدِ شاں کردہ فلکِ اختر گنبدِ آبی شدہ بر رخِ آبر
 سونیاں خوش فاش و ز گردن وز دمِ شاں ز گس و سون دامن

۱۵ طبع نام بیماری کہ در رسم اسپ می باشد ۱۲ ۱۵ اے زمین اُمی نور دیدند ۱۲

۱۵ گزشتہ بودند ۱۲ ۱۵ اسپان مشک ۱۲

۱۵ سونیاں - اسپان بنگ سون و فاش موعیال - دامن یعنی دمنده ۱۲

کبک خرامندہ صبح سہرے
 ہیکل شاں گرم چو آتش گے
 کبک واں ابرودہ زانچے
 آتش شاں چوب بخورہ گے
 کوہ گراں لیک گے اس سنگ
 یک تنگ شاں بزمہ فرنگ
 سنگ راں کوہ تنان پدید
 کوہ کہ بے سنگ بو کس نید
 ز آتش خود گرم رواں بچو تیر
 سوختہ شد کرہ گرم اشیر
 از تنگ شاں کالہ و صرصرہ
 باد بدیوار بے سرورہ
 سرعت شاں از تنگ شاں بیشتر
 گاہ تنگ از خود قدمی بیشتر
 وز رہ جولان بفک راہ شاں
 سبلہ چرخ چہر گاہ شاں
 بے تنگ شاں مستح نیا پدید
 پانہ نہادہ بزمیں سیح جے
 بر سر گردوں شدہ جولان کئے
 کردہ ہوا در تہ ایشان میں
 پانہادہ بزمیں جسب جس میں
 آب واں از پئے صحر اگشت
 باد صبا از پئے گلگشت وشت
 کہ بلکہ خشت زمیں بشکند
 گاہ بیک جست و گنبد کند
 از لکد پا کہ بیک پئے فشر
 خرگہ پر نہ کرہ را کرد خرد
 چوں سہم شاں لرزہ گیتی فکند
 کرہ ناگنہ زمیں اکند
 گاہ روشن اس سہم گیتی نور
 از کرہ خاک بر آور گرد

بستہ بریشم گہر مہر وار
 شاہ چو در مہر شاہ چشم دشت
 گر چہ ہمہ مہر شاہ چیدہ دید
 کرد گزین اں ہمہ گرد و نگاہ
 داد بدانا کہ بر ایں نزد شاہ
 وعدہ امروز فرازم رساں
 رفت پذیرندہ و آں ہدیہ برد
 خواہش غدرے کہ بہ نہانش بود
 داد و رد دولت کہ در اں بادی
 سکہ مہرے کہ عیارش نمود
 داد بارندہ لباسے عجیب
 سرخ نطاتی ہمہ از لعل ناب
 از پے شہ چند طرائف دیگر
 وعدہ چنان رفت کہ ہنگام
 مرد سخن سنج کز اں سلک در
 آمد و بکشا و ترازوے راز
 شاہ بفرمود بفرش کشاں
 مہرہ گلو کم کہ دُر شاہوار
 چیدے کے از صد و دیگر گزشت
 عاقبت از گوہر شاہ مہر چید
 پنج ہزار و صد و پانصد گیاں
 عذر قدم ز آمدن سے بخواہ
 جان بجا بش برو باز مہساں
 خدمتے خاص بخدمت سپرد
 کرد بفرمان دہ فرمائش و
 دید ز دارے خود آں دای
 گر چہ یکے بود ہزارش نمود
 قیمتی و در ہمہ عالم غریب
 لعل کہ خورشید ندیدہ بخواب
 طرفہ اطراف ہمہ بحر بر
 جلوہ کند مہر باہ تمام
 کفت خود و کفہ خور یافت پر
 نمکتہ بنجیدہ بنجیدہ باز
 زینت فرش و تنق زرقشاں

چال ز گزنک تر گنخته	باد صبارا بجل سمخته
پشت قله از خط مشکین خویش	سبق هنر داده صبارا پیش
ز رده شاں چون قیمت نرا	گر چه نه بیجا ده ولی کس را
خنک گس دشت خور و کاسم	بهر گس کرده گس راں ز دم
لیک چه راند ز گس کز نسری	خواست بغزد گس اندر زین
آبرش شاں ابرنگ و برق بنا	برق فلک سرعت آبرش خطا
درنگ شاں گاه کثا دن بند	کم شده ایں ابلق دندان بلند
ابلق شاں از بیاض سواد	خامه نقاش نشانی نداد
دهر شد از نخت شاں نا امید	گر چه بے کرد سیاه و سپید
صورت شاں خامه ندانند ثبت	باد صبارا که تواند ثبت
از تنگ شاں گزینیم سخن	بادر باید تسلیم از دست من
مه ز پئے آخور آں موشاں	سانحه خرمن بره کمکشاں
کار گز از عمل پائے گاه	می گز را نید یگان پیش شاه

۱۰ چال - اسپو که سرخ رنگ باشد ۱۲ قله اسپ که ز گش مائل بر روی باشد ۱۳
 ۱۴ در لفظ بیجا ده که مایه صنوسیت یعنی که او هم جوهریت معنی بزرگه و کبریا هم جوهریت معنی خون خورنده کاه ۱۵
 ۱۶ خنک گس اسپ سفید که بر آن قطعات سیاه باشد ۱۷
 ۱۸ لیک چه راند - یعنی اگر چه دم آن گس را نست مگر گس را چه گونه راند که از فریبی و چربی گس
 از سرین اومی لغزد و بر زمین می افتد ۱۹

من از آرزو ت مردم دل تا پختنیت با
 منم دله و درے ز غمت چونا تو انا
 همه بوسے عود نبود که بر غمتش بسوزی
 اگر ایست رسم خواباں که بونند لیا
 بد و زلف طوق داری نه کی که طعم خم
 ز شکنج زلف مشکلیں چو نبی بدوش چو کمال
 تن خاکیم لبالب همه پرنزخوں ست از تو
 بکراں مشو ز حیدر و که خنیں بدست خیم
 بتکلف ارتودانی شبے آرزوے من کن
 بزکوۃ تندرستی گزے بوسے من کن
 دل سوخته است رغبت قدری بجای من کن
 دل میں سیر و جالیش تین چو موسے من کن
 و گرت هزار باشد همه در گلاب من کن
 بفلے حالگاهش سر سحر گوے من کن
 لب خویش را تو ساقی ز سر سوبے من کن
 نفسے بیا و بنشین بدخونکوے من کن

صفت آن شب با قدر که تا مطلع فجر

نزد آں روح ملک برد سلام نیرا

شب چو بیار است سر بر سپهر
 یافت فلک پدّه گوهر نگار
 چرخ بهر زادی شمع خست
 طاق ساگر چرخ انجم کا
 گشت مکلّتیق ماه و مهر
 رشته شب از پے آں بود و ما
 خاک بهر خانه چراغ فروخت
 طاق یکے بود چراغش هزار
 دهر شد از دو معن بر ماغ
 کم نه بود دوده چندین چراغ
 سر مه بود از دور و گردون برا
 از دُرِ ستاره شده سر مه برا

ہر ہمہ در جلاہ بار آمدند	بارکش از دیکجا آمدند
نصب شد اورنگ رازینکا	پایہ پایہ سرا و تابا ہ
تاج مرصع کہ در آویختند	یکسر از آب گہر آویختند
بود تنج حملہ ز زریافتہ	پردہ در ہا ز گہر یافتہ
پردہ دیوار زیا قوت بود	کلمہ بالا ز زمرود نمود
فرش زین بود مسلسل بزر	در تہ آں خاک زین نقرہ گر
ہر کہ در آمد بچنان منظری	صورت خود دید ز ہر گوہری
یک تنہ زو شد بتصور ہزار	ہیں کہ ہزار اشش نمود ایشا
شاہ در آں خانہ در آمد تخت	آئینہ دید نمودار بخت
خانہ از و شد ہمہ صورت پذیر	باہمہ تصویر نبودش نظیر
خواست ز ساتی مے آئینہ فام	دید در و صورت خود را تمام
گشت سکندر کہ گنجینہا	داد ز رو کرد تو آئینہا
بادل آئینہ اسکندر شش	بادل گلزنک صفا پرورش
داد مرا ایں غزل اندر خیال	بر دل چوں آئینہ ادجال

غزل

ز سر کرشمہ یکہ گزے بسوے من کن بغایت کہ دانی نظرے برے من کن

کرکبِ شَبّابِ بَصَحِنِ جَهاں ہچو شرار از سرِ آتشِ جَهاں
 چرخِ کماں شکل بہ تیرِ شہاب شانہ پر ز راغِ بے سِرِ عتاب
 تیرِ شہاب از دلِ اختر گزشت روشن ازین ہفت سپر گزشت
 آتشِ خورشید کہ گرمی نمود ز آتشِ او چرخ بر آورد و دو
 روز ز دریائے فلک شست چشمہ خور و رتہ دریا شست
 طرفہ کہ خورشید چو در شد بچاہ گشت و ان در قِ زینِ ماہ
 در شدہ آن چشمہ و شنگاہ خونِ شفق سرخ شد آنکہ سیاہ
 پرتو خورشید کند از عمل سُرخِ خونِ اسیاہی بدل
 بلک چو خورشید شد آتشِ فشاں زود ہد از رنگِ سیاہی نشاں
 طرفہ کہ خورشید چو رود کشید رُفے زمین کرد سیاہی پدید
 خورچو شود مافہ از تاب و رُفے پر از قطرہ نماید ز خو
 طرفہ کہ چون تابش خورشید نہاں گشت پُر از قطرہ رُخِ آسماں
 تانہ ہد آہوئے مشکیں عطا ہست طلب کردنِ مُشک از خطا
 طرفہ کہ کم گشت چو آہو میمر مُشک فشاں گشت بگیتی سپر
 قرصہ خور تا بسرِ خوان بود خلقِ برو آختہ دندان بود
 طرفہ کہ چون قرصِ رازِ خوانا چرخِ لبالب ہمہ دندان کشا
 مست شدہ از قلعِ دُورِ مہر بر زمین افتاد ز رُفے سپر

چرخ که شد حقّه او سر مه زلے
 دیده انجسم بیا هی دژوں
 ریخته از شیشه گردوں اُ
 جوهری شام بسودا گری
 گاه فلک نیخته عنبر بر راه
 طاس فلک شد علم ز رنگار
 از غم شبگیر که هر سو فتاد
 او هم شب گشته به تنزی روا
 گر چه هوا پر ز جلا جل نمود
 چرخ یک حلقه انخستریں
 خوان فلک پر ز گسائے ز
 زان همه زنبور که از نور بود
 خوشه چرخ از علف خانه خیز
 بود خردس سحر اندر عدم
 مرغ شب آهنگ نواگر شده
 شیرک از بس که بیالای پرید
 سنگ انداز چه شد سر مه سا
 دیده درون ماند سیاه بیژں
 مجرّه گل شده ز دپرسواد
 کرد گم پیش کش مشتری
 گاه زمین ساخته پرچم سیاه
 رفته زمین شد ز علم سایه ار
 کوس سحر هیچ صدا میداد
 پر ز جلا جل شده برگستوا
 هیچ طرف بانگ جلا جل نبود
 بر سر یک حلقه هزاران گیس
 زرد چو زنبور بر آورده سر
 پرده شب پرده زنبور بود
 بحر سحر دانه ریز
 در نه چرادانه نمی گشت کم
 نغمه زیرش بهوا بر شده
 مرغ میجا بمیجا رسید

۱۵ از پرده زنبور مراد سقف زنبورست که سوراخ دار می باشد ۱۲ خوشه چرخ بچ سنبله و خروسان چای
 ملایک و دانه استارها ۱۳

ساخته از دو دماوی ز سر داده به پردانه سوادوی ز سر
 بس که گزیده شده از زخم گام داده سرخوش گزیدش بر از
 زان همه نیستی که ز زبون خود عاقبتش سوختن آفت ز کرد

صفت نور چراغ که اگر پرتو او

نبود در دل شب کور بود پیر جواں

گشت و اوں خانه بنجانہ چراغ آتش او در دل شب کرده داغ
 گرم دماغ آمده در هر شاق بنیش از گرم دماغی بطاق
 پنبہ دہانی بزبان دراز باہمہ کس گرم سر سوز و ساز
 پنبہ و آتش شدہ در غلش در تن و ناسوختہ ہر گز تنش
 پیش سوراہ ز نور بصیر گم شدہ را در دل شب لہیر
 تائب از نور یاد پدید دیدہ تاریک جہاں اندید
 چرب بانی بدیش گشت جمع چرب تن چرب زبان تر شمع
 شعلہ او کنخس آشوب یافت صد ظلہ از سیخک باروب یافت
 نادرہ کرد عیان دل پذیر سیخک باروب بر آتش امیر
 خس بر دہیخی اور لبے چوں بر دہیخی آتش خسے
 کرد بچوب آتش خود را ادب وز پیٹے چوب آمدہ جان لب

صفتِ شمع که چون بسروش آید مقراض

در زمانِ خاکِ زنده پردهٔ ظلمتِ نمایاں

شمع به برنگی سرفراز	خاصهٔ بنرمِ شبهٔ عالم نواز
شمع نه بل خستِ عالم فروز	در دلِ شب شمع پیوند روز
از همهٔ سود و همهٔ روى چشم	فیه پلکش دیدهٔ دوزخ و چشم
پایِ نفس داشت تا باداد	هر که بروز و نفس جان باد
اولِ شب آمده عمرش بهر	بیتنش آتشِ شب تا سحر
ناورهٔ شخصی که ز نور صفات	زنده باند چو سرِ کیهیات
زنده شد آتشِ نفس چون د	و آتشِ تیزش ز نفس جان بُر
جانش که از سوز رسیده بلب	زنده از آن آتش بسیار ب
چون دلِ سوزانش سرِ بگرفت	جان شد از دلِ شب بخت
شد بگهٔ صبحِ حیاتش تمام	عمر ز سرافیت بهنگامِ شام
کرد چو مقراض بپوشش گزر	بوسه زدش بلبِ بریدر
بس که سروده باریاں	کرد سراندر سرِ کارِ زباں
تیغ رسید و سرش از تن بود	او زباں کرد حرارهٔ چه بود
سوز بهر داشت که چندان گز	تا بریدند سرش را نه لبست

ثور گرفته ز ثریا نثار
 ساخته ثور از دبر آن خیم خویش
 کوهه کوهان ز گمر زیر بار
 کل جواهر فلک آورد پیش
 هفتصد سیاره روشن بود
 گشته مثلث چوسه نقطه ثور
 هفتصد و آتش که سبکجا نمود
 داغ و س از گردن جوزانو
 پس که در آع اطلس گشت
 پرده اطلس همیون گشت
 نرّه چو ابرے شده گوهر ز آ
 چار گمر ریخت بر پنج پای
 طرفه بیک طرف دو چشم پدید
 دیده چنیں طرفه پنجمه نذیر
 قلب فلک در طلب جبهه بود
 جبهه قلب آمد و بخت فرود
 زهره زبردست شده چو اسد
 بهر اسد کرده ز آهمن جسد
 مهره صفره بدیم شیر گرم
 مهره بر اسد باشد و اورا بدیم

۱۵ دبر آن صبح دال نیز نام منزل ماه است و آن پنج ستاره اندر ثور یعنی فلک بعل (دبر آن) چشم
 ثور کل جواهر آورد تا که چشم او روشن شود ۱۲

۱۶ هفتصد سیاره روشن در برج جوزا ۱۲
 ۱۷ در آع گز مرد ماه است یعنی ماه اطلس گردون را در نوشت ۱۲

۱۸ نرّه نام منزل قمر و آن چار ستاره اندر برج سرطان ۱۲

۱۹ طرفه بافتح نام منزل قمر و آن دو ستاره اندر یک طرف یعنی این طرفه تراست که طرفه دو چشم در یکا است ۱۲

۲۰ زهره تراشته آهمن و آن ستاره است در برج اسد که جسد اسد را مثل آهمن مضبوط کرد ۱۲

۲۱ صفره نیز ستاره است بر دم اسد یعنی این عجب است که مهر بر سر باشد و اسد را بر دم ۱۲

گوش بفریاد ز آواز پاس	بسته جهان چشم چو گاو خراس
کیست که جنبیده باطن	کرد حس بر سر هر کوی
مردم دیده فرو بسته در	مردم هر خانه شد از ره گزر
دیده مردم ز یک شقه پوش	موسم گم ماؤتن از خوی بچوش
وز مره قند ز بکراں دخته	شقه گری از یک آموخته
دام ز موبافته از به خواب	موسم بهم کرده مره داد تاب
تینغ زبان خفته میان نیام	فتنه چشم آمده زان موبدام
بچه زمیں پر ز چراغ آسمان	بچه فلک پر ز ستاره جهان

صفت سیر سرج و روش منزلها

که همه کار گزار فلک انداز دوراں

منزلت داده فلک راز نو	میر منزل همه نزدیک دور
وز حد شطین بر آورده سر	قرن حل کرده ستار یک دور
زاده سه ستاره بتلیث عین	بسته حل بناف بطین

۱۱ میر منزل - ماه ۱۲ ۱۳ قرن یعنی شاخ و حل برج جدی که بصورت بره گویند ست شطین بصیرت

نام منزل اول ماه و آن دو ستاره انداز برج حل بجای دو شاخ آن اق شده اند ۱۲

۱۴ بطین بضم با نام منزل دوم ماه که درین ماه در کم برج حل می باشد بطین ستاره انداز یک شکل مثلث بدور باین شکل ۱۲ ۵ ۵ ۵

بلدہ چناں ار لفظ آنجانہی	ہست دہے لیک ز مردم تہی
سعد شدہ ذابج بُزدرہناں	از پئے آرایش خوانِ جاں
سعد بلع در شکم بُز دروں	ز قہ و آورده دو بچہ بروں
سعد سعود از دو طرف در نشاں	با اثر سعد ز تثلیث شاں
اخبیہ با چار حریف درشت	دلو کشاں گشت ز بالا ہیشت
کردہ مقدم ز قدم پیش و پس	آب کش دلو شدہ از ہوس
دستِ موخر سوے ماہی دراز	دردلِ ماہی شدہ تا خیرا
کردہ رشتار شتہ پیچاں بدست	در شکم حوت در افگندہ شست

صفتِ اختر و آلِ طالع و وقتِ مسعود

کہ گرفتند دو مسعود بیک برجِ قراں

زہرہ و برجیں ہم بستہ جعد	نور مشرق بہستانِ دو سعد
ماہ و ذنب ہر دو بیکجا مقیم	ماندہ ز پشتِ برہ مہ در گلیم
برجِ دو پیکر ز دور و پر زو	دیدہ اختر ز درش ماندہ دور
شاہ کو اکب شدہ کرسی نئے	کرسی او کو فلک پنج پائے

۱۵ سعد بلع دو ستارہ اند در برج دلو و میاں آن ہر دو یک ستارہ دیگر ست کہ آن را مبلوع گویند ۱۲

۱۶ اخبیہ بمعنی خمیہ یا دنام منزل و آن چار ستارہ اند و سخنی آہنا باعتبار نحوست این منزل ست یعنی دلو ۱۲

۱۷ رشتا نام منزلی ست و آن ستارہ است شکل رسن دلو ۱۲

پنج گمراہیت عوّا بزیر
 رنج سماک از حدیب آمدہ
 غفرہ چو سطرے کز دوی ستر
 شکل ز بانا بجنان اوری
 عقرب از اکیلل سہ گوہر ہیش
 رے چو بکشا دمہ مہر حجبے
 شوکہ شدہ بر سر عقرب چو خار
 شکل نغایم چو سریری بجای
 کز شدہ بار استی ہشت پایے

- ۱۰ عوّا سگ عو کو کندہ و نام منزل قمر و آن پنج ستارہ اند بران شیر یعنی این عجیب ست کہ پنجہ شیران آید
 ۱۱ رنج نیزہ و سماک بالکسر نام منزل چار دہم ماہ و آن یک ستارہ است و سماک دو نوع است۔ یکو
 راج یعنی نیزہ دار و دیگرے اغزل یعنی بے سلاح۔ میزان یعنی ترازو و نام برج یعنی سماک از حدیب
 عطار آمدہ بر پنج میزان مقابل شد زیرا کہ ترازو شدن معنی مقابل شدن است ۱۲
 ۱۳ غفرہ نام منزل قمر و آن ستارہ کز واقع شدہ کہ آن را سہ حرف گننتہ یعنی در برج میزان کہن است
 ۱۴ ز بانا بالضم نام منزل قمر و آن ستارہ اند بر سر عقرب ۱۵
 ۱۶ اکیلل نام منزل قمر و آن ستارہ اند در برج عقرب یعنی عقربا ز نیش خود سہ گوہر را بسفت ۱۷
 ۱۸ قلب عقرب برقع ست یعنی ماہ از دیدن عقرب مخوس رے خود پوشید ۱۹
 ۲۰ شوکہ دم کز دم و نام منزل قمر و آن یک ستارہ است بر سر عقرب دو گان و چند یعنی عقرب پنج ست خود را و چشم
 ۲۱ نغایم بالفتح نام منزل قمر برج قوس و آن شکل تحت ہشت پایہ واقع شدہ است یعنی نغایم (شتر مرغ)
 باوصف راستی ہشت پا کز گردید ۱۲

گشت چنان ظلمت شب کم فراغ کش اثر دودنساند از چراغ
دیدہ سیارہ ز نورے کہ زاد دادہ ہمہ سرمہ شب را بیاد
روشنی گشت بعالم پدید کا دل شب صبح دوم دروید
مشعلما ہر چہ رآمد بہ پیش نور جہاں گشت زاندا زہ پیش
تا بچنین کو کسب آں آفتاب نوردہ خاک شد از برج آب
ریختنہ از دوسو شد بکار بستہ شد از بار اگر جائے با
ریزش زرکز زمیں آمیختند خاک تو گوئی کہ زر زرخیتند
آنکہ ہی چسید بدامن گسر دامن پرچید ز لولوے تر
خلق سراز چیدن زر حشم نکرد سرچہ کند خم کہ نظر ہسم نکرد
بسکہ دروغل بخوار ہی نشست کن بچاں آب نیا لود دست
نورد و خورشید شدہ ہمقراں انجمن انجسم فلک از ہر کراں
ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند بر فلک تخت چومہ بر شدند
گشت ببرجہ دو قمر جائے گیر گشت مزین بدو سلطان ہیر
برج شرف کردہ دو اختر یکے سلک نسب کردو دو گوہر یکے
ملک بیک تخت دو دار نمود دہر بیک آب دو ذریا نمود
روے زمیں فردو جمشید یافت چشم جہاں نورد و خورشید یافت
خاتم جم را دو نگین دست داد افسر کسری بدو فرق ایستاد

گشتہ عطار دباسد جائے گیر شہ زدہ گوئی بدل شیر تیر
 شیر چو پہلوئے عطار دنجست سنبہ در سوگ میانرا بست
 راس چو مرغ ترازو بچنگ ہر دو برابر شدہ در وزن سنگ
 عقرب دم دار شدہ قلب دا کردہ سم از کوکبہ خود کنا
 مشتری از خانہ خود بے خبر قوس تھی تیر بجائے دگر
 بڑکہ شدش ہندوگر دوں شاہ رفتہ شاہ از سر آں بے زباں
 دلو شد و درتہ دریاشت کاب کشاں ز کوہ شہ شندست
 کردہ زحل در دل ماہی مقام طرفہ کہ ماہیش بہ بستہ بدام
 تیرہ شبی و مہ گر دوں بخواب ماہ زمین منتظر آفتاب
 تا کیش آں خستہ عالم فرو روئے نماید کہ شب آید بروز
 نوبت خفتن چو نوا بر کشید بانگ دہل دم ہوا بر کشید
 کاسہ بروں زوشعبے کان درو گفت سخن کوں فلک را بہوست
 ناگی از دور در آب رواں مشعلہا شد چو کوکب عیاں
 پر تو شاں نادرہ خوش نمود کاب پر از شعلہ آتش نمود
 عدل شہ اس تعبہ نگختہ کاتش و آبے ہم میختہ
 دہر بنوعی فلک افروز شد کاستر شب اور گئی روز شد

زناں سرانبوه که در گل نشست	کاسه بهم خود و سرانشرکت
گرد شده خاکیاں ہر طرف	دزد و قمر یافتہ پرویں شرف
گاہ نشسته بمقام نشاط	کہ بزمن بست چون نقش بساط
جملہ کلمہ ور شدہ کہ تا بمسہ	سر زگلہ گشتہ سزاوار زہ
جہتِ شاں از کلمہ بے بہا	گشت در افشاں چو مہ از ابرہا
از کلمہ لعل و سپید و سیاہ	گونہ بگونہ شدہ رخسار مہ
نقشِ قباہے ز خراب گول	موج بروں دادہ و دریا دزل
کوہ تنانے ہمہ بستہ کمر	تابہ کمر عنرق شدہ در گمر
قامتِ شاں زان کمر ز کہ بست	تیر تو گوئی بد و پیکر نشست
مجلسے آراستہ شد چون بہشت	خاک شد از غالیہ عنبر سرشت
بس کہ فشانند گلاب نشاط	شستہ شد از روی مہ و می بساط
بوے گلاب از تنہ و استین	کہ وز گل جامہ گل راستین
عود و قمار کی کہ ہی داد و دود	غالیہ می ساخت گل از دود و عود
عود ہی سوخت چو عنبر بدائع	مشک ہی گشت بگرد دماغ
بس کہ شد آلودہ عنبر زمیں	گا و زمیں شد ہمہ تن عنبریں
نقل فشانہ بطبق ہاے زر	میوہ زہر جنس چہ خشک و چہ تر
دیدہ بادام کہ سختیش بود	خستگے داشت شکستی نمود

دید بہ کو س دولشکر زدند
 گلشن دولت بدو گل تازہ گشت
 گشت یکے تاج کیاں را دوسر
 مصطفیٰ چرخ دو خنجر زدود
 نوریکے داد دو لوح حبیبیں
 سایہ یکے کرود دو فرہماے
 شاخ ہم سودد و سرو جواں
 گشت یکے باغ و فارادو جوے
 کشت زمین آب دو باران چشید
 چرخ یکے شد بدو ماہ تمام
 گشت یکے غم زدو دل خاستہ
 بود دوسر آمدہ ہر دو ببا
 صف نہ از ہر دو طرف صفرا
 بر ہمہ در رشتہ طاعت قطار
 سر بر میں خانِ حظامی نہا
 بود گہ سجدہ بروں از شکے
 فرش زمین را در صورت نشان
 نوبت اقبال دو سنج زدند
 صوت دو بیل بیک آوازہ گشت
 گشت یکے قصر شہاں را دودر
 آئینہ ملک دو صورت نمود
 لمحہ یکے زاد دو نور لہیتیں
 پایہ یکے ساخت دو کشور کشائے
 موج ہم داد دو آب رواں
 گشت یکے تیغ صفرا دوروے
 مغر جہاں بوے دو بُتاں کشید
 بزم یکے شد بدو دورِ مدام
 گشت بیک جان و تن آستہ
 سر دود پایش انشاں چہا
 انجمنے ساختہ نیک خستہ را
 راست چو در رشتہ در شاہوا
 خانِ مغل کا سہ کجائی نہا
 نقشِ باطور رخِ مردم یکے
 از چہ نقشِ رخِ گزند کشاں

از سر جوشش ہمگن بند نمود
 گر چه که میدان بُد از شیشه بُد
 اوز عمل کرده بسے زربست
 آمدہ بر شیشہ مسکین شکست
 مے کہ از و صد ہنرا نگیختہ
 موے بمویش ہنر بجیتہ
 بہر دہن ہاے چو انگشتریں
 ساختہ از لعل مصفا نگین
 بود بر آتش قدمش دیر پاے
 زانش دمیڈ آبلہ سرتاباے
 نام حرام ارچہ برو شد ڈبال
 ہر چہ نمک خرمداں جز حلال
 لاجرم اوداشت نمک راغیز
 حرمت اوداشت ہمہ خلق نیز
 طرفہ حسرمی کہ بہر دستگاہ
 حق نمک اردا زیں سان گاہ

وصفِ قرا بہ کہ بہرِ حرم دخترِ رز

شیشہ خانہ است ببالا ستر نشنداں

سینہ مسترابہ بر آورد شور
 و از خنوخ چشم بیاں کرد کور
 راست چو دریا ز برون دُور
 دُور دروں اشته خن از برون
 ہر کہ گذر کردگی در رہش
 غرقہ شد از آب بزی رکش
 گرچہ ز پیری سر او پنہ گشت
 ہم زمی و جام نداند گذشت
 پُر شدہ تالاب نمی و گشت مت
 ریختہ از سینہ برون ہر چہ مت
 بستہ میاں را کمر از لعل
 طرفہ کہ در زیر قبائش کمر

شد بطبق پستہ شکر شکن بہر زیں بوس لبالب دہن
 چربی چلو زہ از انجا کہ اوست چرب زباں بود و لے زیر پو^{ست}
 سرخی ما بود ز غتاب کم سرخی خود کرد قروں دم دم
 سایگی از پر تو مجلس تباب سایہ ہی جست در آں آفتاب
 پیچ کسے آب ز آبے نخورد سیب شد از بس خلی سرخ و زرد
 قہقہ بے ادباں کردہ نار شد ہمہ دندانش بدامن تار
 بود ہم از میوہ ہندی بے کاں مزہ را نام نہ اند کسے
 موز کہ ہمسایگی بہی^{نہ} نو د بہ بتری بود اگر بہ بنود
 نقل ازیں گو نہ دل آساؤ نغز بادہ کزو پرورش آید بغز

صفت بادہ کہ بینی چو خط بغدادش

بے سوادیش بخواں نسخہ آب حویاں

مے کہ عرق از تن مراں کشید گوہر ہر مرد شد از دے پدید
 پیش چناں گوہر با قوت نگ کوہ زدہ بر سر با قوت نگ
 بس کہ زہر کف گہرا نگیز گشت معبرش از مبر دریا گذشت
 تند کیستہ کہ ہنگام چوش کف بلب آورد و شد اندر خروش

گشت لبالب زمے جانِ شست کرنِ حدیث از لب جوئے شبت
 جاں لبیش تا نرسید از طلب بر لبِ جاناں نرسا نید لب
 نوش لبیش زان مے نوشین کہ خور نوش لبان را ہم لب نوش کرد
 بس کہ خور و بادہ نداند ستاد تا شِ نگیری نتواند ستاد
 مے بدل آبِ فردرخت و آبِ بے ہیچ نیا میخت
 بادہ تو گوئی کہ درواز صفا ہست معلق بمیانِ ہوا
 کرد چو ساقی شہش زیر دست رفت ز برستِ بزرگانِ شست
 دنگے یافتہ در خورد خویش کردہ بہ پیشِ ہمہ کس دست پیش

صفتِ ساقیِ رعنا کہ کند مستانِ را

بیک مد شدِ خود بہیشِ مست و غلطان

ساقیِ صوفی کُش و مردمِ فریب برنِ بیکِ غمرہ ز عالمِ شکیب
 خمِ جسمِ آویختہ جدِ ترش یکِ خمِ دصدِ برشکناں بر شتر
 ز گسِ نازندہ انوسیم با نیمے از خواب و دگر نیمہ ناز
 گرچہ کہ چشمش شدہ با خوابِ جفت لیکِ گویفتہ چشمشِ نخفت
 عکسِ چپاں ز گسِ مستِ خراب ہر ہمہ را سرمہ دہد در شراب
 خطِ نوا آواز شدہ گردِ دے خارستہ زو بر تنِ خورشیدِ موعے

رنگ خضر داده ز سبزی برش نایزہ چشمہ حیوان سرش
 می طلبی روئے بخد مت نند ہم بکست خدمت وہم می دہ
 خون دیش گرچہ باغ خوری ہم نکشد سرتو وضع گری
 لعل کہ در سنگ دروں آید حل شدہ زان شیشہ بروں آید
 نگ بے ہست کیا قوت دُ شیشہ کہ دیدست کیا قوت زُ

سخن از وصفِ صراحی کہ گراں نازک را

در گلودست نی خوش بر آید ز دہاں

بس کہ صراحی طلب گشت صفا بان درو دیدہ شد اندر طواف
 گوئی از اوصاف صفائش از برو بادہ بزین ست صراحی دروں
 حاملہ و جز خلف ازوئے نرادر گرچہ کش حل کند برفاد
 کردہ درو دائرہ دور شراب خیمہ آں دائرہ گشتہ جاب
 در شکم او کف صافی گسر از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر

سخن از وصفِ پیالہ کہ ز بس جنبشِ خوں

خون قرابہ سوی اوست ہمہ وقت کشاں

شکل پیالہ چو فلک گاہ دور زوہم ہر مردم ہشیار جو

صفتِ چنگ کہ بے موسِ تنِ کیتا موسے ساقِ دگرش تا بریں آویزاں

چنگِ سرافکندہ لہرِ ناختہ	موسے بولیش بہرِ ساختہ
یک شبہ ماہِ ز سرانگیتہ	سی شبِ دسی روزِ آہنختہ
نیم کمانے وز ہش ہست چار	زخمہ پیکانشن بجاں کردہ گاہ
کشتی کاغذِ بروجرش گذر	کاغذِ اونا شدہ از رود تر
رشتہ کہ در گردنِ خود آورید	گردنِ اورا شدہ جلِ الوید
شیخِ عبا پوشِ بزمِ شراب	پیرِ نلے ساختہ بہرِ شباب
گرچہ چو عشوق کشندش بسر	ہم دہد از نالہ عشاق اثر
بسکہ نمادش برگِ از نالہ خول	رگِ بزنی خوش نیاید برون
زاوہ بے زخمہ کہ در جاں نہی	لیکِ شکم تا بہ تیگہ تہی
پردہ زابریشم و از موطناب	گاہِ بریشم گروگہ موسی تاب
صدفنِ بار یک چو مو بافتہ	زاں ہمہ مو چند رسن تا فستہ
ہر سرِ موزاں رسنِ جاں فشاں	ہست ز بار یکو علی نشان
ہست لباسش ز بریشم مقیم	ہم نکشد پاسے برون از کلیم

مست رود چوں بسوی می پرست
 عقل شود شیفته بیچاره مست
 هر که بیک جرعه او سر نهد
 بهیشیش بسیند و برتر دهد
 مے دهد و خوں خورد از دل تمام
 جرعه باقی نگذارد و بحبام
 ورنشود مست حریف از شراب
 رو بنماید که بیفتد حشراب
 مست درو بیند و او سوے می
 او شده مست از می و مستان شود
 بلکه همه جور بود و دور او
 از کف او دور و دام خوشست
 هر که بود خوں خورد از جور او
 و ز مثل جور بود هم خوشست
 چوں بد بد باده و گوید که نوش
 مست بروز دیگر آید بهوش
 ساتی ازین سال حریفان نغز
 در شده آواز تر نم بمعزز
 حاصل ازین مجلس فردوسش
 شاه خوش و باده کشان نیز خوشتر
 صفت حریفان زد و جانب قضا
 هر یک از ایشان ملکه نامدار
 جام مے آنرا که بلب باز خورد
 بستد و چوں جرعه زمین بوس کرد
 کرد سوے تخت بحر مت نگاه
 خورد و بیاد رخ میمون شاه
 بانگ ندیمان قصید سرا
 باز رسانیده سخن بر سما
 روزین هر گوش پراز بانگ رو
 گنبد سر بر ز صدای سر و
 مرد بیک رو همه سائے بدست
 ساخته تا مجلسیاں گشته مست
 زمین دگر سوے بریشم زنی
 رشته جان ریشم هزانی

معن ز تہی کرد معلم مثال طفل صفت ساختہ باگو شمال
 طفل بریشم گروتاراش چار پرودہ دوش ساختہ زان چارتا

صفتِ نامے کہ ہر لحظہ ز دم دادنِ او

کلمہ مطرب پر باد شود چوں نساں

نامے دہن بستہ و بسیار گوے	نامے گوکش بفسوں مار گوے
مارِ سیہ کردہ بسورخ رہ	مارِ یکے بینی و سورخ وہ
مارِ شکر خوارہ و افسوں پذیر	گشت بدستِ گراں پارہ گیر
گاہ بصورت شدہ زنگی سلب	گاہ بمعنی شدہ زنگی طرب
طرفہ سیاہی ز عراق آمدہ	سوختہ در دمنراق آمدہ
نیست دہن تات نگونی سخن	نیست سخن تات بنندی ہن
سرنگند پیش تو گردم زنی	دم زند تا سراونش کنی
چوں ہوس آید بسرود برتش	دور کند ہر چہ بود در سرش
مطرب گیر نفس و سحر ساز	سر ز تنش کندہ و پیوستہ باز
گاہ سخن گشتہ سرا سر زباں	بر نوآبودہ لبالب دہاں
باز کند لب چو زباں آورے	لیک زبانش بلب دیگرے

صفتِ کاسہ باب و بسرش کفچہ دست

کہ در اں کاسہ خالی ست نعم چندا لوال

کاسِ رباب از شغَبِ دل نواز	برده دل از مردم جاں آده با
نبضِ گمیزندش و رنجور نے	پڑہ بہ بندش و مستور نے
زخمہ تیزش چو تراشیدہ گشت	حلق نہ کاوا ز خراشیدہ گشت
روے ورقِ ساخته مسطر زرد	گرچہ نگنجد بکتا بت سرود
زخمہ زناں گشته زہرِ نفاں	خونِ جگر خورده بزخمِ زباں
او چو زده راہِ حرفیاں بے	زخمہ زده در حقِ او ہر کسے
راہِ زدن چوں ہمہ سازش بود	چون نیشِ زخمہ نوازش بود
گرچہ کہ وہ جائے گرفتش کنند	خود غلط افتند و راہب گنند
چوں بہ بلندی کشد آوازِ او	پرن در زہرہ شود سازِ او
در کند آوازِ خزینِ بے خروش	نشود آوازِ خود ارہست گوش
کاسہ تہی و ز غصہ ہمیش او	دستِ کساں کفچہ شدہ پیش او
بستہ چو خرچوب بزریں رسن	طرفہ کہ خرگنگ در سن در سخن
خرشود از خوردنِ نشتر و دواں	طرفہ کہ خرساکن و نشتر و دواں

گاہ زخشی چو شود گرم تاب تردہ آواز نخواستہ آب

صفتِ پردہ و آلِ پردہ شناسانِ شگرف

کہ بہر دست نمایند سزا راں دستان

رود زنائے ہمہ باریک سنج	برودہ برابریشیم باریک رنج
تارِ بریشیم رگِ جاں ساخته	جاں زرگِ چنگِ برانداخته
ایں بصفتِ مرغ نمودہ دورنگ	مرغ و لے چنگِ بازش بچنگ
آں شدہ کجخشک بگاہِ نوا	مرغ در آورده ز روے ہوا
گاہ تر تم بنوائے کہ خواست	جانب چپ بردہ شد از راہِ راست
کہ بحیثی طرفے رود زن	پردہ کشا گشتہ بوجہ حسن
کہ ز نوا زن کہ نوازندہ گشت	جانِ جانے بنوازندہ گشت
گاہ بر آورده نوا بوسلیک	دل شدہ چون درِ بریشیم سلیک
کہ غلط انداز ہنرمند	تنگ شدہ عرصہ نہادند را
گاہ بہ نغماتِ تراندودہ گاہ	یافتہ در عرصہ باخزر راہ
گاہ بے چنگ چو معشوق تنگ	دور زدہ در پردہ عشاق چنگ

۱۵ بوسلیک نام پردہ موسیقی و سلیک بمعنی روندہ ۱۲

۱۶ در فریب دادن ۱۲ ۱۳ نام سرود ۱۲

کرده بہر دستے از آوازِ تر زیرِ ہر انگشت ہزاراں مہر
خانہ چوہیں بمیانِ ستوں تنگ دلی باد گذار از دروں
مطرب از اں دم کہ دامد بد دمدم اندر سرش افاد باد

صفتِ دف کہ در دستِ کساں کو بدیا

صحنِ کز داشتہ و کوبشِ پابیںِ حپساں

دائرہٴ دف کہ حصارے ز چوب صحنِ مے از پنج عودِ شک بکوب
زہرہ ز دورش بسرود آمدہ چنبرش از چرخِ فرو آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجای چوں کمرِ چرخِ جلاجل نغای
بر زیرِ دستِ گرفتہ نشست گہ زیرِ دستِ گئے زیرِ دست
چار زبان و دو زباں درد ہاں نغزِ سخنِ لیکِ دوی در زباں
ہر سخنِ نغز کہ بادوست گفت آں ہمہ در پردہٴ دُرِ پوشِ گفت
گشتہ دور و لیکِ چو بڑوی خور دستگہ خود ہمہ یک رویہ کرد
رویش ازیں سو وازاں سو و ہم گفتش ازیں روی وازاں وی ہم
بر کفِ مطرب ز اصولِ لطیف گاہِ ثقیلِ آمدہ گاہِ خفیف
گہ زخمی لرزہ کند پوستش کاتش خورشید بود و دوش

دورِ قمر رفت فلک راز سر کز دورِ قمر یافت دود و دوقمر
 در سرِ شان ساقی دوران زدود خواند هنیای بشرابِ ظهور
 هر چه تنی گشت ز می جام پر باز نبردند مگر پُر ز دُر
 یعنی اگر کس تنی آید بشه دامن پر باز حسد آید براه
 چون اثرِ بادیه در آمد بمغز طبع کشان شد بغدائے نغز

صفتِ مائده خاص که از خوانِ بهشت چاشنی داد بهر کام و زبان لذت آں

گرم ترین کار گزارانِ خوان مایده کردند ز مطبخِ رواں
 خوانچه آیم هسته بیش از هزار بر همه الوانِ نعیم کرده بار
 بانگِ سوار و که ز اختر گزشت بک زنه خوانچه صلابت برگزشت
 گشت علم از خورشید ارجمند خوانچه ازاں ساخت پیاپی بند
 صد قبح از شیرۀ آب نبات در مفرقه همیشه آب حیات
 کرد گز سوبه حریفانِ نخست کام می آلوده ز جلا شست
 شربت لبگیر کز آن آب خورد جان گشته توان وصل کرد
 از پس آن دور در آمد بخوان دائره مهر شده دورِ ناں
 نان تنک صاف بر آن گونه بُود کز تنکی رو بدگر سو نمود

گہ چو دل سو تھکانِ مسترق	ناے فغاں کردہ براہِ عراق
گہ ز مخالفت کہ نوازندہ ساخت	دوست گجشت ارچہ مخالفِ جوت
گاہ مسترخِ دم نائی بکام	دادہ بفرغانہ مسترخِ تمام
بر دل عاشق کہ بکشتن ستر است	راست چو تیر آمدہ تیزیِ رست
نیزہ زنِ چنگِ تہمتن مثال	رخش دواں کرد بزابلِ حِ زلال
بستگی بر ربطِ مشکل کشاے	جاے کشادہ نیچے بستِ پاے
نغمہ چو در زیرِ و ہم آہنگ برد	زیر کشید و بحینی سپرد
ز فرمہ سازگری در عراق	کردہ باہنگِ عراقِ اتفاق
سازگری را ہمہ خواہاں شدہ	نغمہ اوتا بسپاہاں شدہ
عقل مسافر شدہ زیرِ کارگا	تیزی با خرزکناں قطع راہ
گشتہ ازاں قول کہ قوال رست	گفت گویا راست گویم راست
زخمہ زنگانہ ز ہم تا بزمِ یسر	گشتہ زبے جاے گے در نفیر
پیش چناں منطقِ طیر از قبول	فاختہ در باغِ نسا ز دواصول
بزم چو ز سیکونہ شد از نامی نوش	وازشغبِ چنگ شد آسودہ گوش
خاست دو مجلس بدوشہ یکسرہ	دور زدہ ہمیںہ و میسرہ
ہر دو طرف ساقے برپاے سخت	داد محو از دستِ چپ و دستِ راست
دور قمع چوں بدو سلطان رسید	نور دو خورشید کیواں رسید

درتن مرداں مزہ ذاتی شدہ	ناطقہ ہم روح نباتی شدہ
بہرہ خود برد چوکام از خورش	یافت نلذت دل بجاں پرورش
چند سرائی بمیاں استاد	وز پئے ہزنام قہاسے کشاد
جوشش تیزش کہ بجاں باز خود	صدگرہ از رشتہ جاں باز کرد
مایہ خواں چوں ز میاں خت برد	نوبت تنبول بجلس سپرد

صفت بیہ تنبول کہ نزد ہمہ خلق بہ از آن نیست نباتی بہمہ ہند و ستا

بیہ تنبول کہ صبر برگ بست	چوں گل صبر برگ بیاد بست
نادرہ برگی چو گل بوستا	خوب ترین نعمت ہند و ستا
تیز چو گوش خرس تیز خیز	صورت و معنی بصفت ہر دو تیز
تیزی از ویافتہ گوش دیگر	داد بہر گوشش ز تیزی خبر
تیزی او آلت قطع جسمام	قول نبی رقتہ علیہ السلام
پررگ و دررگ نہ نشانی ز خون	لیک ہم از رگ دودش خون و ل
طرفہ نباتی کہ چو شد در دہن	خونش چو حیواں بدر آید ز تن

لے در حدیث آمدہ است ان فی الہند شجرۃ و در قہا کا خذ الفرس من اکا امن للجذام والبرص

یعنی در ہند دینے است کہ برگ آن مثل گوش ہست کہ اگر آن بخورد از جذام و برص محفوظ ماند ۱۲

عیسیٰ اگر خوان بکشد در خورست	نان نگویم که قرص خورست
زانک بخوان شہ عالم شست	نان تنوری ز طرب قہر بست
لاجرش روئے چنان ماندہ زرد	کاکل دران مرتبہ روترش کرد
قرصہ خور گرم ز خواں کردہ دو	دید فلک گرمی ہر قرص نور
دیدیکے قرص دوسہ ریزہ ہاں	ماہ بکاہید کہ خود را بخواں
برہ بریاں شرف از قرص خود	یافتہ سنبوسہ ز تثلیث اثر
بر سر پولاد کہ منی اُر ز	خواند زبان برہ پہلوئے بزر
طرفہ کہ سی غرہ بیک سلخ زاد	پہلوئے مسلخ ہلالی کشاد
چرب تر از دنبک آہو برہ	چرب دم دنبہ دو من بکیرہ
ہم بجوانی شدہ دہلیس لبند	خندہ بروں داد میر گو سپند
دہ میر رفتہ و دو قرنش لبر	دنبہ کو ہی کہ بسہ خوا پنچہ بر
مردم ازاں لب گز و بگشت مر	صد نعم از ہر منطے دیگ پر
از و لچ و تہود و زاج و چرز	پختہ بے مرغ بہر گوشتہ ز
چاشتیش از طبقات بہشت	صحک حلوا ہمہ شکر مرشت
راست چو جامہ سفیدی سفید	تخمہ صابونی شکر نوید
خوردہ کا فور تر و زعفران	دادہ بے طیب معنیر براں

غمره ز نانی همه مردم فریب	سیب ز نخ خال ز نخ تخم سیب
چاه ز نخ روشن و صافی چوماه	روئے ناگشته چو آبی بحپاه
پرده بر انداخته چوں آفتاب	کرده بیک غمره جملے خراب
روئے چو خورشید بر افروخته	جان کساں ز آتش خود سوخته
از رخ نشان کا مدہ مقنع فرود	رفته بحسب ماه مقنع فرود
زابر روئے خم پشت کماں ساخته	تیر مرزہ نیم کش انداخته
ناوکشاں چوں شدہ میوں کیش	دیدہ سپر کرده سیاہی خویش
بسته بلا درلجهمه درشن بلا	داده به بیو شے عالم صلا
رشته در بسته بر و از دوسوی	چوں قطرات عرق از گرد روی
سی میکر وزه فلکندہ بگوش	حلقه بگو یک مہی روزہ گوش
خوبی شان بسکہ یکے صد شدہ	حلقه بگوش رُخ خود خود شدہ
از کف خود آئینہ بنادہ پیش	دیدہ رُخ خود بکف دست خویش
موی میان سر شاں فرق جو	نیکل بلال آمدہ بنی فرق مو
جد کہ پیچیدہ بپا در خرام	ماہی ساق آمدہ در پائے دام
برز میں افگندہ چو کیوے خویش	رفته رہ خویش ہم از موی خویش

۱۔ مقنع بگو خنجر شبی کہ از صنعت خود از چاه نخست ماه بر آورده بود ۲۔ بلا در روئے از سمیات

کہ آزار بهندی بجلادہ گویند نام زینو لیت کہ زناں بر سر بندند ۱۲

خوردن آں بوی دهن کم کند	سستی دندان همه محکم کند
سیر خوردگر سینه در دم شود	گر سینه را اگر سنگی کم شود
کس نخورد خورده دندان کس	واچنه توان خورد دهن بست پس
از در تقطیم قناده بند	صد در تقطیم کشاده بند
سرخ رویش ز سه خدمتگرش	چونه و فوفل شده رنگ آورش
طرفه که بایں سه شریکش پس	مرتب و نام همون رست پس
گر چه که آبش نبوی هست پیش	کنه شود پیش کند آب خویش
گر چه که از آب شود زرد و رو	لیک ز زردیش بود آبرو
برگ که باشد بد رختاں فوخ	زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگ عجب بیں که گسته زبر	وز پیش شش ماه بود تازه تر
حرمش از پیشگاه و پانگاه	هم بگد محترم و هم بشاه
شاه چو زین تحفه تی کرد لب	باز رواں گشت ریحی طرب
رقص برآمد بسترم ز نال	ز غمزه برخاست مطرب نال

صفت نغمه گریه ای زنان مطرب

که بے سخن کند زهره چو گیرند الحال

شد زن مطرب بنوا پروری انجمنی پر زمره و مشتری

صفتِ تاجِ مکمل که پس یافت ز شاه آلِ پسر کز سر کس تاج ستد از خاقان

تاجِ مکمل بدر از هر طرف	یافته ماهی ز ثیابِ شرف
بخت ندیده دُرِ ناسفتِ او	مهره پشانی شنه جفتِ او
گوهرش از شاه شده سر بلند	بلک ز شنه یافته گوهر بلند
فرق نشینِ شنه والا شده	موج گهر بر سر دریا شده
هر دو گوهر که براه افکند	خود دهد و بر سر شاه افکند
نیت سرش کو بدوم سر رود	یکسر از آن بر سر شنه برود
بس که فشانده بر سر شنه گهر	رشته گوهر شده هر موئی سر
سر شده بر فرق بلند افسران	و آمده بر سر ز همه سواران
او سر شنه را گهر آراء کرد	شنه بترک بر سرش جائے کرد
چون ز سر شاه جہاں برگزشت	گرد جہاں رفت از دوسر گزشت
شاه بدولت بگهر یاریش	تخت ستد تاج بر سر یاریش

صفتِ تخت که همچو فلکِ ثابته بود

و از شنه شرق بخورشید شرف داد مکان

قامتِ شاں سرو لے رتیں	پرزگل از ساعد شاں آستیں
یافتہ از نغمہ کلوشاں خراش	صوتِ خراشیدہ شاں جاں خراش
سینہ بے خستہ و دل کردہ لیش	ہر نفس از تیزی آواز خویش
قامتِ شاں بود بپا کو فتن	گیسوئے مشکیں بزمیں رفتن
رقص کنناں چوں بزمیں پازند	در حق ناہید لکھ ہا ز دند
از روش جنبشِ دستانِ شاں	مجلسیاں ہر ہمچہ حیرانِ شاں
ہر کہہ در اں شعبہ ہشیار بود	مست نہ از مے کہ ز دیدار بود
دور چو دوراں خوشی تازہ کرد	راہ تکلف سوائے دروان کرد
ہر کس افغانجا کہ مزاج می ست	داد بروں ہر چہ مزاج دی ست
ایں سخن سلک گہ کردہ صنم	اوسخنِ خویش ربوں داد ہم
چرب زباناں شدہ شکر دہن	چرب زباں گشتہ زمغہ سخن
رزمز بہر حیلہ نمی گشت حل	بلک ہی کردہ حکایت بدل
وقتِ خوش و خوش منشاں باد کش	وقتِ دوشاہ از خوشی وقتِ خوش
گفت ز خاصاں بیکے شاہِ شرق	تار و داز آب گدازا چو برق
آورد و پیش کشد ز اختصاص	تختِ زرو تاج ز روپیل خاص
رفتمہ شبانہ باورنگ گاہ	کرد رواں جہلہ بفرمانِ شاہ
انچہ گزیر نفس شاہ کرد	در نفس حاضر در گاہ کرد

واں جل ز زینش بفر و شکوہ
 سو دگر دوں سر شکر گف ساء
 سایہ می کرد ببالائے کوہ
 رنگ شفق زوشده شکر گف ساء
 پیچش خرطوم بان کند
 اثر در آں کوہ شدہ پایچ
 اثر در آں کوہ شدہ پایچ
 در زمین آنجا کہ سرفراخته
 مار ز سر عمار ز پاساختہ
 گر بدل غاربو د جائے مار
 زو بدل مار شدہ جائے غار
 وردم اورا بہو انسم فتہ
 بازینش سلسلہ باہسم فتہ
 بر شدہ بالاد و سوارش بلند
 چوں دو پیادہ بہ پس پل بند
 در تہ پاکوہ زمیں سائے او
 پایہ کوہے بصفت پاؤ او
 زان سپر انگیر پئے سمناک
 شاہ ز بندی کہ بیایش فگند
 گر مثل پاپے بر آرز جائے
 کشتی عجاج ست تو گوئی رواں
 کشتی و در معبر ملکش گزر
 گوش کہ با چشم می کرد لاغ
 طرفہ کہ آن مروصہ ز آسیب باد
 مروضہ بود بہ پیش چہ رخ
 ہیچ گزند ہیچہ اغش نداد

تختِ نگوم کہ سپہر بلند	ہفت سرریاز شرفش بہر ہند
بہرِ سر تا جوراں تکیہ گاہ	تکیہ بدو کردہ سرانِ سپاہ
اوجِ مکاں یافتہ ز امکانِ ملک	چار طرف گردو دارکانِ ملک
بازوے او دستگیرِ شہر یار	مملکت از دستگش پاؤدار
پانکند عرش بہ پیش فراز	گر ہمہ تا عرش کند پا دراز
ساختہ از چوب و گرفتہ بزر	چوبِ مے یافتہ پالیش ز سر
پاش چار و کند رے گشت	کز لتِ ہر شاہ شکر پائے گشت
کردہ جہاں را بسکونتِ خدم	ثابتِ مطلق بہ ثباتِ قدم
صد قدم آید جم و خاقاں بہ پیش	او ز و دیک قدم از بجائے خویش
شستہ برج بہ با طِ زین	بر سرِ او شہ شدہ زانو نشین
پایۂ او شاہ بجائے کشید	کوہم از انجائے بجائے رسید
منزلتِ ملک چو جاہیش داد	خویشتن از کبر بجائے نہاد
پیشِ شکوہی کہ شہنشاہِ راست	کیست جز از مے کہ نہد پاہ راست

صفتِ پیل کہ شہ داد بفرزندِ غیرِ ز
کہ شد از جنبش او کوہ چو دریا ز زراں

پیل چو کوسہ کہ بود بے سکوں چارستوں زیرِ کُربے ستوں

شاہِ نظر اے ایں ہر صحن
 صنعت لکھوتی ازاں تختِ تاج
 پیل کے خود پہ تواند ستود
 ہست سہ چیز آنکہ چو آرنہ پیش
 بوزنہ و طفل سخن گو و پیل
 ہست خود ایں وصف بہر پیلِ تفت
 کس شہزاد کنایں وصفِ رات
 از پدراں جملہ شہرِ نیک نام
 ہم ہر ماں تخت ہماں نصرت
 تاجوراں بر سر آں تختِ زر
 باز دو گنجینہ گرہ کردہ باز
 کرد پدراں بلبند خویش
 لیک و حسرت و گرم در سرت
 اولم آنست کہ چتر سپید
 دویش آں شد کہ کلاہ سیا
 از پدراں دو مرا یا دگار
 من بتوانم کہ بجائے سری
 ماند عجب بلکہ ہمہ جن و انس
 داد بر زر گر ہمہ صحنِ رخسار
 کس صفت نیز چنان کم شنود
 پیش کشد دل چو بہ بیند پیش
 دیدہ ام ایں را تجاربِ دل
 خاص بہ پیلے کہ تو اں پیلِ گفت
 من کہ بدیدم بہ از پیشِ سزات
 گشت پذیرند و میلِ تمام
 تاج ہماں بر سرِ سلطانِ گزشت
 ہر دوشستند کمر با کمر
 کہ سخن از زمر شد و گاہ راز
 کار زویم جسد بر آمد پیش
 گر لبر آید ز تو ام در خورست
 بر سرم آید ز تو دارم امید
 ہم تو نہی بر سرِ صاحبِ کلاہ
 زو بتواند تو بمن واسپار
 زیں کلمہ و چہت کہم سروری

ز آدمیاں سالِ گدازِ دوزیم	رفے چو در حلقہ بند گاہِ کس
وزیرِ دندانِ کستایں کا بغیر	بر کشد از تارکِ بدخواہ مغیر
خونِ عدو خورد و بدندانِ تیز	در صفِ کس کرده بدندانِ تیز
ز آن ترشی گندی دندانِ ندید	ختمِ ترشش را کہ بدندانِ دید
شیرِ فلکِ رازِ دو درِ هم شکست	گا و زیم کز سرِ دندانِ شِ حبت
گنبدِ گردنِ ده صد ابا ز داد	چوں جبرش در روشِ آواز داد
کوشِ فلکِ نشود الا بلند	و در بقعِاں بر کشد آوا بلند
ابرِ بلندش بقدمِ داد بوس	بانگِ بلندش زده بارِ عد کوس
مست شده کرده جهانی خراب	خورده زخمِ خانہ دولتِ شراب
کرد فراموشِ غورِ شمای بنگ	از می شبِ بس کہ خوش یافت بنگ
بنگِ رہا کرد و مجلسِ شتافت	تا ز می مجلسِ شہِ مرده یافت
کالِ نرسد جگرِ بخند و نینجت	الغرض آں پیل و ہاں تاجِ تخت
روئے کرم کرد بد بلند خویش	دیدش سنشہ چو مہیا بہ پیش
بہر تراداشتہ بودم نگاہ	گفت کہ این افسرِ این پیل و گاہ
ہدیہِ این صلحِ ہمین در خورد	تا چو صلحِ امبیالِ رہ برد
تا دہم از دیدہ چشمِ غریز	نیست مرا بہتر ازین ہر چ چیز
خاص کن اندر نظیرِ نظیر	ہدیہ من جسدِ زمین در پذیر

دل من کشتہ شد بقائے تو باد
چہ تو اں کرد حکم بچوں را
از درونم نے روی بیرون
در گفتم درون و بیرون را
نام لیلی بر آید اند نقش
گر بریزند خون مجسوں را
گریہ کردم بخت بد بختادی
لب شکر نشان میگوں را
بیش گشت از لب تو گریہ من
شہد ہر چند کم کست دھوں را
ہر دم الحمد می دم برخت
گر چہ خوانند بر گل افسوں را
گفت خسر و نگیردت ماناک
خاصیت سلب گشت افسوں را

صفتِ صبح و کلاہِ سیہ و چترِ سپید رفتنِ شبِ پیدر روز و شبِ نور افشاں

صبح بر آورد چترِ سپید
بست سیاہی بسپیدی می آید
کالبد چرخ ز زریں بکلاہ
دوخت زہ زہ زہ بکلاہ سیاہ
کوس سحر کہ فلک آوازہ گشت
دید بہ روز ز سر تازہ گشت
یافت ضیا گنبد آئینہ رنگ
رفت برون آئینہ چیں ز رنگ
تین کشید خستہ عالم فروز
لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز
ابر وے مہ تابہ سحر چشم داشت
کش فلک از و سہمہ بخوابد گشت
چشمہ نور شید ز موبجے کہ راند
ابر وے مہ شستہ شد و و سہمہ ماند

از توبه این سکه که گرد دست	لیک چو تخت پدرم جای تست
هم ز پدرباید و هم از پسر	تا سرم این هر دو بزرگی بسر
سوی سرودیده اشارت نمود	مردمک چشم بزرگان شنود
خاصه شاه است که بر من گزشت	آنچه دل شاه ز من چشم داشت
کال بستر بگرم از چشم خویش	نیست دگر آرزویم نیز پیش
حاجت خود را بوقا راه یافت	تا جور آن وعده که از شاه یافت
دولت سرت بگفتش که خیز	مستی دولت بسرش بود نیز
وعده دیدار بفردا فکند	خاست بپا تا جور سر بلند
رجعت خود کرد بمنزل دست	فلک فلک مرتبه را پیش حست
شاه بدولت شرف از خانه یافت	او بشرف خانه دولت شتافت
در شب دولت همه شب تا بروز	نوش می کرد می دل فروز
روزی بداندیش شب تا رباد	روزشوش خوردن می کار باد
عود و دوسوز طرب ساز بزم	تیغ ظفر تو ز سر اندازد رزم
حال منش گفت بهنگام جود	این غزل بنده که توان شنود

غزل

مست کن عاشقان مجزول را	مهر کبشای لعل میگو را
اثر این بود منال میبوی را	رخ نمودی وجان من بردی

مهر چو یک نیزه ببالا دوید نانش همه کس بس نیزه دید
 نالِ نتوان گفت که قرصِ سحر عیسی اگر خواں کشش در خورست

صفت چشمه خورشید بریایِ سپهر که کُت پر تو او ماهِ سمارِ تاباں

روئے زمیں کردہ بیک چشمہ پاک	گازر آلود گئی آب و خاک
چشمہ آتش نشینہ بہت کس	چشمہ براں آبِ ندید بہت کس
چشمہ کہ داد آبِ فراواں بود	آبِ خور و چشمہ عجب آں بود
در دلِ دریا چو شود چشمہ غرق	چشمہ ز دریا نتوان کرد فرق
طرفہ کہ آں چشمہ بدریایِ نور	روشن و صافی بنماید ز دور
طفل کن سال و لعابش دواں	دایہ او چرخ و لے مہرباں
قرطہ زرد و شش کہ ز خربافتہ	جہ مسکین ہم از اں یافتہ
باہمہ چوں سایہ شدہ ہم شست	یکتن و ہر جا کہ بخویش بہت
گرچہ گنجہ ز فلک تاثرے	لیک بگنجہ بشکافِ درے
نورش از آفاق بروں بررو	لیک بیک بخنہ درووں درو
عالم نوازشدہ روزن درو	بلک بسورخنہ سوزن درو

شب که سفیدش در آمد بمی	هم نشدش رنگِ سفیدی ز رو
صبح سپیده که درین محبت سخت	حقه نگون بود سپیده برخت
زنگی شب کرده سپیده برو	خنده زنا شد فلک از چارو
صبح چنان زلف تر شب فیت	کتاب چکید و نم شب نام یافت
طره شب اچو زخم یافت تر	شانه ز سر داد خرو سحر
مُغ سحر شانه صفت افرش	شانه آواره شده بر مرش
یعنی اگر نغمه بیگه زخم	تو هم ازین ازه ببر گردنم
بادِ صبا پرده شب برگرفت	مُغ سحر نغمه تر در گرفت
دیده شب روشنی آفت از کرد	کوری خفاش نطسه باز کرد
خواب که در دیده مردم نشست	شب بیاں کرد و ز مردم بست
صبح بیکدم که برون زد بلاغ	کشته شد از و بی صد چرخ
شمع هم از دوری شب جان نبرد	سوخته شد اول و آنگاه مرد
خلق در آمد بمی از و دعا	قامت خود کرد و موزن دو تا
دانه در انداخت شب اند خرا	قرص شد آن دانه ناکرده آس
مشعل صبح که شد نور دار	ساخت یک شعله ز چندین شرا
از قف آن شعله که در تاب شد	سیم کواکب همه سیما ب شد
صبح زبس دم که دما دم گرفت	آتش خورشید ب عالم گرفت

شمع و چراغ که بود شب فروز کشته شود گر برون آید بروز
 الغرض آن بیک گردون گز رفت چو پنج یک آماج وار
 زان علم تا بفلک خاسته کو کبہ روز شد آراسته
 شاه که تا صبح بداند رصبوح صبح برو فاسته خواں از فتوح
 بود خوش از خوردن آن آب خوش کرد زمستی نفس خواب خوش
 چون ز سرش رفت خماری که داشت بار بسیار است بهنگام چاشت
 فریش کشاوند بساط فکناں پیش ستاوند سماطیں زناں
 گفت بفرزانه که در خورد شاه چتر سپید آرو کلاه سیاه
 حاجب درگاه زایوان بار شد بسوسے بقچہ کش و چتر دار
 جسته شد کرد برایشان درست بردور ساینده شاه آنچه حبت
 تاج و راں چتر و کلاه سیاه کرد بمیعا درواں سوے شاه
 برد فرستاده بحکم شمس بر شمشیر شرق آن دو نشان مے
 شاه شد از دیدن آن سخت شام بتدو بوسید و بسر بر تاد
 داد آرنده آن هر و چیز خلعت خاص مزی بسیار نیز
 خواست بے عذر ز پیوند خویش شکر خدا گفت زاندا بریش
 بدید بے بهره او ند تاج بدید نبل مملکتے رخصلج
 مرد رساننده خوش و شاد ماں آمده ز آنجا بخوشی در زماں

آہوے پونیدہ ببالا وزیر
 خانہ خود ساختہ در کام شیر
 مشرق و مغرب ہمہ کروز گشت
 یک مے یک برج نیار دگر گشت
 شاہ ہما نگہ بر بشیر تینہ
 چتر سیاہ شب ازودر گریز
 لشکر آجسم ہمہ چرخ کبود
 او بکشد خجہ دگوئی بنود
 لشکرش از حد شمرن بروں
 لیک گنجیدہ بر وزن دروں
 ماہ ہم ازوے علم افراشته
 غیبتش آنکھ گمہ داشتہ
 گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں
 پس ز حیا در رود اندر زمین
 بند اگر تیز کوبہ اندروں
 زہرہ کوبہ آب شود بلکہ خوں
 گر نظر گرمی و تیزی دروست
 ریختن آب خودش آرزوست
 گرچہ کند تیزی و گرمی بے
 تیز درو دیدنیارو کے
 سینہ شام از شفقتش خوں شد
 شب بمیاں کردہ و بیرون شد
 مشرقیش قبلہ خود کردہ نام
 سجدہ او جانب مغرب بشام
 سجدہ کنایہ ہند و ازاں گشت
 رے بد کردہ سیر رے گشت
 نور بصر ہست بمعنی ازو
 چشمہ ہمہ تیرہ بود بے ازو
 بے رخ خورشید بود تیرہ رخ
 شب کہ کند چرخ خدیں پُر چرخ
 نور چشم ہمہ ازوے پدید
 کوری خفاش کہ اورا ندید

بس که پراز غبار شد دل ز تو گر نفس زخم
 خاک برویم افکند ای دل پر غبار من
 دولت روزگار من آه و فغان روز و شب
 دولت اگر چنین بود و لے روزگار من
 رنج مشو بکشتنم زانکه بر خصت غمت
 فتنه تمام می کند محنت نیم کار من
 لاغ کن که خسر و ادا من خود ز من کش
 چونکه ز دست من بشد و امن اختیار من

شب دیگر ز پے عیش ملاقاتِ دوشاه

وزیرِ دزدانِ پند و زپسر گوشنِ بران

مجلسِ خبسم چو بیار است شب
 کشتی مه برد ثریا به لب
 خاست ز گردابِ فلکِ موج و
 ماه ز در کشتی خود کرد پر
 شاهِ جهان باز بآئینِ دوش
 کرد فلک ز مژمه نای و شوش
 تختِ خود و آرایشِ دوشینه داشت
 پای شرف بر سرِ غنچه داشت
 از منط مجلس و می پنجه بود
 بشیر آراسته شد ز آنچه بود
 شست صراحی بدوزان و به پیش
 دختر ز شاند بز انوع خلیش
 آئینه می چو بز انوع داد
 بر سر زانوش دوائینه زاد
 آتش مه گرچه جهان بر فروخت
 پنیه قرابه ز آتش نسخت
 گرچه پیاله نفس آرمید
 خاست چو قم قم ز صراحی شنید
 جام زمانه به نشستن شتافت
 هم ز دم قهقهه شستن نیافت

پیش جہاں دار شد و ہدیہ برد
 جملہ بگنجینہ خزان سپرد
 عذر زبانش کہ در کوشش بود
 خواند بگوش شد آفاق زود
 شہ ز خوشی رے چو گلزار کرد
 عزم می و بزم بگلزار کرد
 بزم نشین ساغر زرمی کشید
 بدرہ دینار بسر می کشید
 بر سر ہر مست زربے کراں
 مست شدہ ہر ہمہ و سر گراں
 مجلس شہ راہمہ مجلس نشین
 مست چنای بود و گراں چہرین
 شاہ گراں سرزمی خوش اثر
 با و مباد اش گراںی بسر
 دست سبک زخمہ مطرب بود
 عود گراں سر ہنوی سرود
 مجلس اوزیں غزل گشت مست
 مست گراں سر شدہ ہر کس مست

غزل

آفت زہد و توبہ شد ترک شراب خاں من
 یار گراں مست کے بود توبہ وز ہدیہ من
 بادہ ہجر خوردہ ام ریخ خار در سرست
 جز بجا و تلبش نشکند ایس خار من
 بود قرار وصل وے گرو دایں ست دولتی
 در ز قرار بگذرنے من وے قرار من
 ای چو تویے نخاستہ پہلوی من وے نشین
 تا بنشیند از دروں تیش انتظار من
 رغبت اگر بے کنی ساقی خون خود شوم
 مطرب را نیگان تو نالہ زیر و زار من
 بے تو چشم چار شد خاک در تو سرمہ ام
 سرمہ گراں تو نایم خاک ہر چہاں من
 چوں تو سوار بگذری دیدہ گہر فشاں کنم
 خواہ قبول خواہ رو نیست خنیں نثار من

گاهِ پسر در پدر خویش دید	مهر خود از حسرتِ اوبیش دید
گاهِ پدر تنگ بر در گرفت	افرش از گریه بگوهر گرفت
گاهِ پسر دستِ پدر بوسه داد	خاتمِ جم را بکفِ جم هناد
گاهِ پدر پیشِ پسر داشت مر	گفت که خوش باد حیات بود
گاهِ پسر پیشِ پدر برد جام	گفت که باد آبِ حیات بکام
گاهِ پدر گفت بدرِ فراق	کز تو چگونه شوم ای دیده طاق
گاهِ پسر گفت دلم چوں بود	کز نظر م نقشِ تو بیرون بود
گاهِ پدر خواست که از وقتِ خویش	دیده کس پیشِ پسر مشکیش
که پسر از ذوق چنان گشت مست	کش برین نختِ پیاله ز دست
زین منط از هر دو سخن میگذاشت	آرزوی دل بدین میگذاشت
چوں سخن رفت بے داوای	دور درآمد به نصیحت گری
چوں پدر را بے بد بلند کرد	پند پدر را هر نفس ز ند کرد
داد نخستش بدعای پناه	کای زوت از حادثه دار و نگاه
ریخت بس آنگاه بهر تمام	دارای تلخش ز نصیحت بکام
کای پسر از ملک جوانی مناز	نازبد و کن که ندارد دینار
کار تمامی چو از و شد بکام	کار بخشود دی او کن تمام
گر چه سیاست ز تو شد دستیاب	دست ضعیفاں سیاست متاب

گردش ساقی ز سر آغاز شد	چنگ سرافکنده سرفراز شد
بانگ مزامیه رُبیده پرده بست	هفت ونیز بهر بهیم شکست
چون نفس چند ز می تازه گشت	گوش ز آدازه پُر آوازه گشت
باز نمود اختصار فرخ جمال	خاست همه قرعه اول بفال
بوج ز دریای کرم شد با موج	کشتی اقبال در آمد بوج
تاجور شرق شرف باز داد	تارک خود در محل ناز داد
در کف دولت و خون خدای	آمد و آورد وثیقت بجای
باد و توشین بصفای خواست کرد	وعدۀ دوشین بوفار است کرد
هر دو شستند چو خوشید ماه	در خطِ شان نقش سپید و سیاه
جام زبردست و سلطان نشست	تام و زبردست شدنش زیر دست
گر چه که بد فرصت می پیش از آن	فرصت دیدار نمیش از آن
باد و بخوردند مگر بر قیاس	تام و دقتل فراست شناس
کان نه که عشرت می خوار بود	بلک که دیدن دیدار بود
هر نفس کان بهر بیت گزشت	لذت صحبت بغنیت گزشت
هر مے گلگون که نهی شد بکام	ویده همی رخت گلانی بکام
گر چه لب آلود شدن از شراب	گریه شاششت هان از گلاب
گاه پدر و دید بر دوس پسر	پرده شدنش گریه به پیش نظر

گر چہ ملت بہت فرہست شناس گفت کساں نیز ہی دار پاس
 راز کو پیش کسے از نخست تاش نہ مینی بوثیق درست
 باشد اگر سوے ہمیت روے رخصت تہ بیر شناساں بچوے
 گر شودت خصم بتد بیر رام تیغ نشاید کہ کشتی از نیام
 حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد خوشنت خرد بباید شمر د
 درنگیے دید کہ ایں جاو کیت دیدہ دریں اہ زمین سائو کیت
 چوں تو دریں پایہ شدی دستیاب پایہ نگہ دار مشومست خواب
 کار جہاں جملہ چنایں کن کہ اوت گر بہ از اں نیست ہماں کن کہ اوت
 جد چو ترا داد کم و بیش خویش بیش و کم از مے نہ کنی و نہ پیش
 بیش کن آہنا کہ زیر داں بود کم کن از اہنا کہ نہ فرمان بود
 چشم رعایت زر رعیت گیر تا بودت ملک عمارت پذیر
 شاخ درختے کہ بود سایہ دار سایہ نشیں را بود از مے مدار
 چوں تو شدی سایہ یزدان پاک سایہ فشاں باش بریں مشتبہ خاک
 عدل کہ سرمایہ شہاں بود مرتبہ مرتبہ خواہاں بود
 چوں تو در ایں مرتبہ داری نشست سود بدست آر کہ سرمایہ بہت
 عدل بود مایہ امن و اماں بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں
 ملک سلیمان چو گرفتی فراز از پر موریت پیر سہند باز

خشم بہر جرم میا ور کس	ز آتش سوزندہ گم سدا رخ
چوں بگنہ معترف آید کے	عفو نکو تر زیاست بے
وانکہ بتمشیر زیاست سزا ست	ہم بتاں بتواں عذر خواست
در حق آں کش بر خود داشته	دیر خصومت شود روز داشته
وانکہ سزاوار خصومت بود	حکم تو برے بجکومت بود
ہر کہ زند در رہ اخلاص گام	کار برو کن بغایت تمام
وانکہ بر آرد بخلافت سرے	سرزنش پیش کہ گیر دبرے
خورد میں دشمن بد زہرہ را	آب دہ از زہرہ اود ہرہ را
دشمن خود خورد نباید شمر د	در تہ دندان چہ کند سنگ خورد
گر چہ جہاں جملہ ہوا خواہست	ہم بکن آں غار کہ در راہست
ہر کہ بود نقش دولی در سرش	سر کہ یکے شد دو کن از خنجرش
دشمن اگر دوست نماید بہت	فرق کن از دشمن خود تا بدست
جائے مدہ دشمن کیں تو ز را	گوش مکن گفت بد آموز را
روئے بیکبار بتاب از دور و	گو بود آں قبلہ کہ بینی دوسوے
خاص کن آنرا کہ خرد ہست پیش	راہ مدہ بے خرداں ای پیش
محرم سر ساز خرد پیشہ را	مصلحت آموز کن اندیشہ را

هر چه کنی باز نشانت دهند هر چه دهی باز هسانت دهند
 بر سر هر کس که ترا دست هست دست کش از سر هر زیر دست
 نیت خیرت اگر امر و زحمت وعده بفر و افکن کین خطاست
 در عمل خیر توقف مکن چوں کبنی هیچ تا سف مکن
 چوں تو نه محتاج کسی در نعم در حق محتاج همی کن کرم
 کم مکن احسان دهنش آو بجای بیش دهنی بیش رساند خدای
 یافتی از کشت ازل خوشه راست کن از بهر ابد توشه
 دولت خود بین و دشو ناپس شکر کن بر کرم بے قیاس
 نعمت تو گر چه نادر و نایاب شکر کنی بیش کند کردگار
 گنج خرد خاص تو گشت از صفات و اطلب از غیب کلید نجات
 گر چه جہاں داری و شاه نیست سوسے خدا بین و مشو خود پرست
 باش دریں پرده با فکندگی سر کش از داره بندگی
 بنده شو و عاقبت اندیش باش معترف بندگی خویش باش
 ترس خداوند جہاں کن بدل تا ز خداوند متانی نخل
 کار چنان کن که بنگام کار از در یزداں نشوی شرمشمار
 کم کن از آغاز پریشانیت کا در و انجام پشیمانت
 گر چه ز بیم تو کس از کن مکن با تو نیارد که بگوید سخن

داد گری کن کہ ز تائیر داد
 ہر چہ رسد بر تو ز کار کساں
 بس در دولت کہ تو انے کشاد
 سایہ ظلمت ز مظالم بخش
 از سر انصاف با خر ساں
 تا بزمان تو کہ بادا بسے
 ملک چو از نام تو شد برہ مند
 غصہٴ مظلوم ز ظالم بخش
 دولت دنیا چو مسلم تراست
 نشو داوا ز ظلم کے
 دولت جاوید پرہیزت کس
 کوش کہ آں نام بساند بلند
 ہر نفس از عمر غنیمت شمار
 جانب دس کوش کہ آں ہم تراست
 کا دل شاں پس خ ببالا کشد
 نامہٴ جمشید و فریدوں بخواں
 نیک بد از دفتر ایشان بجھے
 نیک بخاطر کن و بدرابشے
 فعل نکو حسیت ز بد خواستن
 نقش کش از راستی آرستن
 پیشہ نگوی کن و از بد تبرس
 از بد کس نے ز بد خود تبرس
 چشم بہ نیکی نہ وایں پیش کن
 تاز سد چشم بد اندیشہ کن
 در ہمہ تدبیر نکو کار باش
 از بد و از نیک خبر دار باش
 بد کنی اوّل ہلاکت کشد
 و آخر از اں سر بہ ندمت کشد
 ہر چہ کنی باز بسابی ہماں
 خود ز مکافات و جزا ہر زماں

گرچه که درمی کرم بیدست	آل کرم از می شمرند ایس بست
باد و طالت نبود چوں مدام	هر چه مدام ست چه باشد حرام
پیشینه تقویت پسندیده فر	از همه وزشاه پسندیده تر
چوں همه کس خدمت سلطان کنند	هر چه ز سلطان نگرند آل کنند
عشرت و ایم شیه تسلیم را	ره بضدالت برد اسلیم را
کوشش پوشیده کن اندر شراب	تا نشود در کن شریعت خراب
شاه بریں گونه بفرزند خویش	داد بے زاد نو از پسند خویش
کرد زمانی بچنین گفت و گوئے	کن مکنی را بنحر جُست و جی
تا دل شب نزد جگر گوشه بود	دانه اشکش بثره خوشه بود
نیم شبان غم سوئے خانه کرد	دامن ازاں خوشه پُر از دانه کرد
گفت که فردا بود اعست را	آیم ویس شرط بیارم بجای
کرد رواں کشتی دولت شتاب	رفت بدولت بگه اراک آب
شاه چو زان دولت فیروزخت	فرخ و فیروز برآمد به تخت
گریه قرا به بیابانگ بلند	قمقمه در حلق صحرای مکنند
آب رواں کرد بچوئے نشاط	خاک شد از جرعه مغرب باط
بزم شیش گرچه که فردوس بود	وعدۀ فرداش قیامت نمود
بسکه بدش از غم دوری خار	باده همی خورد دنی کرد کار

لیک ترا نیز بہر کار ہست آئینہ روشن فکر ت بہت
 ہرچہ مصوّر شود ت در خیال نیک بکن بد بکن اینک حال
 خود نفقہ در قدرت کار سخت فضل ز حق جو غایت بخت
 چوں بو غاہجد کنی در جہاد باش گراں خنیش و دیر ہستا
 گریہ و دت در دل مشکل کشائے مشکلی از ملک طلب کن براے
 و در بدل از راے بود مشکلی خواہ کلید از دل صاحب دلے
 باز طلب صحبت مردان پاک صحبت آلودہ را کن بجاک
 مست مشو چوں بلب آری سرا درچہ شوی مست مشو مست خوا
 ہوش براں نہ کہ شوے ہوشیار تا ت بغفلت نرود روزگار
 غفلت شاہ است زیان ہمہ خواب شبانست بلائے مہ
 شاہ بود از پئے پاس حباں خواب نشاید کہ کند پاسباں
 می بخورامانہ ز اندانہ بیش تالاشوے بے خبر از کار خویش
 کم خور از انساں کہ شوی مست ازو نامندہ از دست بکش دست ازو
 کار جہاں جملہ ترا کردنی ست خود غم ایں کار ترا خوردنی ست
 چوں تو خمی بادہ کا فور بونے پس غم گیتی کہ خورد خود بگوے
 مست کہ از خود خبرش کم بود کز خبرش از ہمہ عالم بود
 گرچہ کمیت بخوشی رہبرست ہرچہ غنا باز کشتی خوشترست

وہاں شکروش ناگمانیں دیدہ ترشد نہا
از خسر و آموز و فغاں فرہا داگر اکنوں بود

دو دواع دو گرامی کہ پدر را در لشک مردم دیدہ ہمیرفت ز چشم گریاں

شب چو دواع مہ و سیارہ کرد	صبح دم از مہربا پارہ کرد
کرد کنارہ شفق از خون خویش	چشمہ نور شید شد از دیدہ پیش
قلب و سلطان زد و سو کج کرد	بست و پل روتے دو آب از دگر
کو کبہ شرق سے شرق تافت	لشکر مغرب سے مغرب فشتا
سرور مشرق بود دواع پسر	گریہ کتاں کرد ز دریا گزر
دیں طرف اقبال مغربی پیش	گشت شتابندہ بیعاد خویش
خاص شد از بہر دواع دوشاہ	چو ترہہ بایستہ آرام گاہ
ہر دو در اں بقعہ مہیا شد	چوں مہ و خورشید یکجا شدند
محرم خلوت شدہ ہر دو بہم	ز حمت غیرے زمیاں گشتہ کم
خلوت از اں گو نہ کہ محرم نبود	ہیچکس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بد از بصلحت ملک راز	یک بد گر ہر دو منو دند باز
کاں چمن از خار تہی کردنی ست	واں گل ز بگیں بخت آوردنی ست
در حق ایں شو بکرم رہ نموں	واں دگرے را بزین ریزخوں

گرچہ خوشی در دل شب پیش کرد
لیک ز فردا بدل اندیش کرد
تلخ توان شربتِ دوری چشید
در جسد ای که تواند کشید
دشمن باشد فلک از مغرور پست
زانکہ یک جا نخواهد دوست
الغرض از مے چو سرش گرم گشت
ز آنچه دلش بر قدے ز گرم گشت
رفت ز مجلس لبوے خواب گاہ
شد تی از بادہ کثانِ نرم شہ
جفت بربیداری بختِ جوان
دولت بیدار شدش پاسباں
خوابکش باد ببالائے تخت
ہیچکے خفتہ مبادش بخت
مطرب خوش نغمہ باد از نغمز
زین غزلش داد طراوت بغمز

غزل

آرام جانم میرود جانِ اصبوی چوں بود
آگش شناسد حالِ من کو چو من درخوں بود
بر بست چوں جواز کمر آورد در جواز قمر
یعنی کہ ایں عزم سفر در طالع میمیں بود
گویند حالِ دل نہاں گویش مگر ناید عیاں
ایں کہی گفتن توان کو از دلم پیروں بود
برخم مبادا بر تنی چوں من مبادا دشمنی
من دلم و بچوں منے کاندوہ دوری چوں بود
زین دُر کہ از چشم افگنم پر گشت حبیب دلم
چوں ریمانے شد تم کاندوہ در ممکنوں بود
بند و خطش جویم ہمہ زین تار مئے درخمے
خود عاشقانِ اہر مے سوائے گوناگون بود
زلفش کہ در جام گزد چوں مار پہنا نم گزد
مائے کز دنیا نم گزد کے درخور افسوں بود
یسی دلمے مشکبو آنکس کہ دیدہ مو بمو
دانکہ ز بخیر از چہ رود در گردن مجنوں بُد

اے ز تو در دیدہ تار یک نور
 مردے کن مشوا ز دیدہ دور
 جان عزیز می بجدانی مکوش
 چند بود جانِ عزیزم بجوش
 صبر مفر ما که صبوریم نیست
 دور ز تو طاقتِ دوریم نیست
 گر چه ترا هم کشته در دل است
 آنچه که من میکشم آن مشکل است
 خویش تو ام و رتو نه خویش من
 مر حمتے بر من بے خویشتن
 با تو ام ابر بخود و گربا خودم
 بے خودیم ہیں دبیر با خودم
 بر سرِ راهی و منم خاکِ راه
 برگذر، بچو صبا بر گیاہ
 چند کنی از پے رفتن شباب
 یکدے از سوختگاں رومتاب
 با تو اگر ہم ہیم مشکل است
 اشکِ منت ہمہ صد منزلت
 بہر نشانِ تو سر شکم ز در
 آستین و دامن من کرد پُر
 گر تو بگوئی بستر ریزش
 با گسرتاج در آمیزش
 تا چو بد امانِ تو افتد ز سر
 خامہ من زیر پس و تحریر درد
 یاد ہد از آبِ دو چشم پدر
 حالِ من از نامہ فرو خواں چو آب
 عاشکِ رواں پیکِ سیماں نور
 گر چه تو خوردی و فراموش کار
 باز نویس اربتوانی جواب
 و رچہ نیارنی بدلم سال و ماہ
 تا ت فراموش نشوم ہوش دار
 جانِ تو کہ دل نشوی ہیچ گاہ
 باز نویس اربتوانی جواب

دو ریند از فلاں راز پیش
 خاص مکن آن ذکرے رانجوش
 ہر چہ کہ ایں گفت بدان در پیش
 جائے مدہ گفتہ اور ابگوش
 سرورِ مشرق چو ازین لعل دور
 گوش جگر گوشہ خود کرد پر
 آں ہمہ گفتارِ پدِ رقیب باد
 دل نتواں گفت کہ در جان نہاد
 از پس ایں ہر دو سپا خاستند
 عذرِ بد و نیک ہی خواستند
 خستہ پد را ز دل پر خون ورش
 دست در آورد بدل بندِ خویش
 نالہ بر آورد کہ لے جانِ من
 جان نہ ازاں ذکرے زانِ من
 بے تو زیم گر چہ کہ در خون زیم
 لیک چو جاں میر و دم چو نیم
 چوں بخصومت جگر م خون شود
 حالِ دلم چوں توشدی چوں شود
 دیدہ بماند چو ز روئے تو دور
 سوئے کہ منیم کہ بساند صبوء
 چوں توشدی دل ز کہ جوید ترا
 دیں بکہ گویم کہ بگوید ترا
 سوخت ازین غم دل بے حاکم
 وہ کہ نسوزد دل تو بردم
 ہجر تو آمد کہ ز خویشم برد
 بے خبرم بہر تو شب تا بروز
 غم بہ کین بست کہ خاکم کند
 سوختہ شد جانِ غم اندوختہ
 کاش نبودے دوسہ روز وصال
 تا چہ شود حالِ من سوختہ
 تانشدی دیدہ اسیر خیال

عاقبت الامر در آن تفنق
 هر دوی از خون شہ غماب رنگ
 رفت پدر پے به کشتی نهاد
 گریه کنان بادل بریان خویش
 شہ شد زین سو پسر درد مند
 گریه ہی کرد زمانے دراز
 راند ہی از مژہ سیلابِ خو
 دید چو خالی محل از شاہ خویش
 روی ز شرق اختر عالم فروز
 رفت بہ لشکر در خرگاه بست
 خلوتیاں ہر ہمہ گشتند دُور
 جامہ بفریاد و فغاں می درید
 گشت دل تنگ ز غم شاخ شاخ
 کرد چو ابنو ہی غم در ہمیش
 ساقی از آن بادہ کہ با خویش داشت
 شاہ از آن مژ کہ بلب در کشید

چوں کہ ندیدند گزیر از فراق
 یک دگر آنخوش گرفتند تنگ
 دیدہ ہواں از مژہ طوفاں کشاد
 کشتی خود راند بطوفاں خویش
 آہ بر آورد بربانگ بلند
 سوے پدر داشتہ چشم نیاز
 تاز نظر کشتی شہ شد بروں
 رخس رواں کرد بہ بجاہ خویش
 تافت سوے غم کہ نیمروز
 و آمد و شد راز میاں را بہت
 جز دوسہ از خاصگیان حضور
 جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید
 تنگدلی در دل تنگش فراخ
 خواہست شرابے کہ بشوید غمش
 پیشتر کہ شد قدحے پیش داشت
 جرہ آن راز مژہ بر کشید

گشت رواں چشم من خست و آه
 آہ کہ صبر از دل و تن میسُر
 تشنه اگر نیست سپهرم بخون
 با خود از نیساں شبنم میسُر
 دیدہ پر خون و دل نا صبور
 چون شغب مثلاً ز غایت گزشت
 یک نفسے زان مظار ہوش رفت
 و ان خلف پاک ہم از درد دل
 بستہ دل دجاں بوقایے پدر
 وز مرہ در پای شہر اجمند
 اشک نشان بدل دردناک
 سر جوازیں بے خبر بے برگرفت
 باز با غوش خود شس کرد جا
 ہر دو بجاں شیفتہ یکدگر
 روتے ہم کردہ چنیں تا بدر
 نقش وواع ارچہ بجاں میگشت
 دل نہ ہمانا کہ بساند بجائے
 خون من از دیدہ من میسُر
 چون کثرت آخر جگر م را بروں
 روز بختیش چو شبنم میسُر
 چشم نے شد ز جگر گوشہ دور
 گریہ وزاری ز نہایت گزشت
 کش سر فرزند ز آغوش رفت
 خاک رہ از گریہ عجبی کرد گل
 دیدہ عجبی سود بپائے پدر
 ریختن بپائے گھر مے فلند
 مردک دیدہ فقادہ بجاں ک
 دُزد خود از خاک با فسر گرفت
 گاہ سرشن بوسہ زد و گاہ پائے
 دوختہ بودند نظر بانظر
 ہیچ نگشتند ز دیدار سیر
 لیک اندازہ زباں می نگشت

ابر پرده بهالاشید	ابر پرده بهالاشید
آب فرو ریخت بکار زمین	آب فرو ریخت بکار زمین
سیل غماں بس که به تندی گزشت	سیل غماں بس که به تندی گزشت
چون دہل رخ شد از آب غرق	چون دہل رخ شد از آب غرق
گرم چنان شد کہ چو آواز داد	گرم چنان شد کہ چو آواز داد
قوس قزح گشت کمان و ارکوز	قوس قزح گشت کمان و ارکوز
تاب کشید آتش بر قش چنان	تاب کشید آتش بر قش چنان
جوی کہ شد مست خوش و آبدار	جوی کہ شد مست خوش و آبدار
صفوت آب را تو ندانی محال	صفوت آب را تو ندانی محال
تندی سیلاب بهالائے کوه	تندی سیلاب بهالائے کوه
ماند ہمہ وقت خطا سبزه تر	ماند ہمہ وقت خطا سبزه تر
ہر منہ یک گل و صد آبجو	ہر منہ یک گل و صد آبجو
برق بہ شمشیر در آورد تاب	برق بہ شمشیر در آورد تاب
برق بہر سحے بتابے دگر	برق بہر سحے بتابے دگر
پردہ نشین گشت فلک سوسو	پردہ نشین گشت فلک سوسو
جوے کہ شد برہنہ سیمینش	جوے کہ شد برہنہ سیمینش

۱۱ تو ز درختے مست کہ بر زمین اُسپ و کمان چینیہ بر گت سرخ باشد ۱۲ جامہ غولکی کاہی کہ بر آب باشد ۱۳

گفت بطرب کہ دمے بے رنگ
ساز کند صوت جدائی بچنگ
بشت معنی و براہ عراق
کرد روانِ فرماے فراق
دست زبانش چو در آمد بکا
زیں غزل از دست بشد شریا

غزل

سخت دشوار است تنها ماندن از دلدا ز خویش
لطف کن اے دوست از شمشیرِ جگرِ غمِ کش
مردہ راحت ز مردن نیست هست از بہر کہ
ہر کہ روزی نہاویں خور دوست او داند کہ بیت
کیست کہ بسیاری غم اندکی باز مخرود
راز باد یوار ہم گفتن نمی آرم از آنکہ
گفتہ کہ کہ خواہم کرد کارت را بہر
نا امیدم ترک گیریم دمے اے دوست
خسرو پہلوئے من شیش ساعتے دل دہ مرا
ماکہ گویم حال تنها ماندن دشوار خویش
من کہ وصلم چند کہ پروردہ دوزنہار خویش
بازمے گیرند زو ہم صحبتاں دیدار خویش
درد و محرومی کہ نالد از دل افکار خویش
کانکہ اندک می بسوزم از غم بسیار خویش
گو شہامی بنیم از ہر سو پس دیوار خویش
کار من کردی و کردی عاقبت آن کار خویش
تا چو نومیدان بگیرم بر غم و تپار خویش
زانکہ دل می افتد از گریہ اے زار خویش

صفتِ موسمِ بارانِ برہ رفتن شاہ

جانبِ شہر شدن از لبِ کمکر بکراں

کرد چو رہ در سلطان آفتاب
پشتمہ خورشید فرو شد باب

سینہ کجنگ نہ شاخ نو
 خاک یکے بیضی طوطی شمار
 پرنده از آب علف جو بجو
 بچہ طوطی ست کہ شد سیخ پر
 سبزہ بصرہ شدہ چون نوحط
 بچہ طوطی ست کہ شد سیخ پر
 ملک جہاں گشتہ بکام بطل
 بصرہ بصرہ شدہ چون نوحط
 با سر کل خوش بود از سنگ جنگ
 از سر طوفان شدہ پایاب جو
 جامہ او نقرہ و مقرض زر
 روز یکجا و شب از ہم جدا
 جنگ سرخاب نہ حکم خدا
 ہم بسر و آمد و ہم جلوہ کرد
 جرمہ کہ طاؤس ز باران بخورد
 شیر و شکر داد بروں از نوا
 یافتہ دزاج خوشی در ہوا
 شستہ بخوں ناخن قضا بگاہاں
 سرخ شدہ آب نہ سرخابگاہاں
 بر سر آں نقرہ شدہ نقرہ پاک
 مرغ بے ساختہ در آب جا
 مرغک کز پاش بپا کردہ کز
 لرزہ کنان آب نہ نرمی چو خر
 زار شدہ قمری جامہ سپید
 ز آب نہ شمع ہر شاخ بید
 گرد چمن طعمہ مرغای فراخ
 میوہ ایں فصل رسیدہ بشاخ
 آبلہ برپا شدہ از نازکی
 خوشہ انگور بدای چاکی

خاکِ بے آبی اماں یافتہ چشمہ زجے آبِ رواں یافتہ
 قطرہ در آورد زباں را فراز آب شدہ از دُورِ او حلقہ ساز
 چون زمین از آب شدہ سیمِ ناب بادگرہ برزده بر سیمِ آب
 بجے رسیدہ بہ بلند ی زریں ہم بتواضع بہ نشیمنِ میل
 ز دوزستی بہ فغاں آمدن ^{دورِ خرابی} خرابی بکراں آمدن
 ماندہ بہر شہر عمارت در آب ^{مختلکراں} مختلکراں را شدہ خانہ خراب
 چرخِ نگوں طشت شدہ میل بار طشتِ نگوں آب نہ گیرد قرار
 ابر ہوا خواہ گلستاں شدہ آب کش مجلسِ مستاں شدہ
 باغ کہ از سبزہ شد آراستہ ابر سیہ را بہوا خواستہ
 برگِ درختانِ تراز شاخسار ہر عمہ دُور بار و دور آورده بار
 ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ
 پر شدہ قرا بہ چرخ از گلاب پنبہ نہادہ بد ہانشِ سحاب
 حوضِ مدور کہ شدش آبِ پیش آب کشاں گردِ بگردابِ خویش
 جنتِ زمیں را ہمہ بچگاہستہ گاؤں زمین جفت بے پیستہ
 بزرگراں در گلِ لغزاں اسیر تکیہ شاں بر کرمِ دستگیر
 دانہ کہ سرتیز چو سوزن کیشد سوزنِ او آبلہ روشن کیشد
 شالی سر سبز ندانم کہ چیست کابِ گزشت از سر و انگاہِ بخت

گرچہ کہ بود آبِ دامنِ تاشکم
 پاسے ستوراں بہ زمینِ رشده
 اسپ نکرد آتشِ خود پیچِ کم
 بود بہر جا کہ نرودلِ سپاہ
 گاوزیں را سیمِ شاں سر شدہ
 خیمہ لشکر ہمہ بر رویِ آب
 تنگی جو بود فرسخی گاہ
 رہست چو دریا کہ بر آرد حباب
 سلم فتح در اں راہ دور
 سلیہ فشاں شد بحدِ کینتور
 خانِ جہاں حاتمِ مجلسِ نواز
 گشت با قلعِ او دہ سرفراز
 کرد فرہم سپہ بے قیاس
 از کفِ جو دو کرمِ حق شناس
 کرد کرمِ زانچہ کہ بدیشِ ازاں
 من کہ بدم چاکرِ او پیشِ ازاں
 بندہ شدم لازمہ آں رکیب
 باز چنان بخشش چاکرِ فریب
 کیست کہ از لطفِ تبادِ غناں
 در او دہم برد لطفے چنان
 کم وطنِ اصل فراموش گشت
 غربت از احسانش چنام گزشت
 پیچِ غم و نالہ نبود از منال
 در او از بخشش او تا دو سال
 رفتہ ز جاعے خود و پیوند خویش
 من پئے شرمِ خداوند خویش
 ماندہ بدہلی ز فرسَمِ برنج
 مادرِ من سپیرِ زنِ سیمہ سنج
 سوختہ داغِ من خامِ کار
 روز و شب از دوریِ من بقرا
 نامہ نویساں نپے خواندتم
 در غمِ وزاری ز جدا ماندتم
 چند گے راہ ندادم بخویش
 گرچہ دلم ہم ز غمش بود ریش

دانه او کرد طراوت درو گرد شده جمله طلاوت درو
 خسته شده سینه خرم از خار خنده همی کرد به پرده انار
 موزیک برگ پوشید شلخ برگ از و گشته بستان فراخ
 گرچه که باخورد پزه زد پهلوی صلح همی کرد و بشتا لوی
 نغزک خوش نغز کن بوستان نغز ترس میوه هندوستان
 طفل که همشیره او شد نبات خضر و شنی شسته بر آب حیات
 میوه بباغ اریکی ده بود پنجه شود خور و نش آنکه بود
 میوه نغزک هم از آغاز بر تمام انجام سزاوار خور
 سایه او بر درم از آفتاب مایهستان زبرای شراب
 آب و او گشته بهر سایه یافته از میوه زمین مایه
 نغزک پنجه بچکید زبر گشته نبات زمین از شیره تر
 گاه تماشا جو اناں بباغ زیر درختان شده مستان بلاغ
 وقت چنین میوه پر و گرتاب وز مدد ابر جها غرق آب
 ابر در افشان شد دریا نوال ابرش خود راند بدار بجلال
 آب فروخته همه را تا به گنگ و آمده لشکر همه از آب تنگ
 لشکر ابنوه چو دریا بچوش سیل ز خبیدن آن در خروش
 بود سراسر زمین از آب پر هم ز هوا سوخته می شد شتر

پڑھ زورے شفقت برگرفت
 اشک نشاناں بزم در گرفت
 داد سکونے دل آشفته را
 کرد و فغان پذیرفته را
 بعد دور وزے کہ رسیدم زرا
 ز آمدنم زود خبر شد بشناہ
 حاجے آمد بشتا بندگی و
 داد تویدم بصف بندگی
 خاتم و برگ شدن ساختم
 محمد تے تان پیر و انتم
 رفتم و رخسارہ نہادم بخاک
 نقش طرازیہ کشادم ز بند
 تن ادب آموز و دل اندیشہ ناک
 شہ کہ در چیدہ من دیدہ تر
 کردش انشا و بیانک بلند
 شہ کہ در چیدہ من دیدہ تر
 داد باحسان رہے بر درم
 مہر بچید از نہامے دگر
 یافتم اندر محصل اختصاص
 جاگلی خاص و و بدرہ درم
 مرتبہ در سلک ندیمان خاص
 چوں دلم از فیض و کرم شاد کرد
 خانہ فخرم بزر آباد کرد
 گفت کہ لے ختم سخن پرور
 ریزہ خور و خواجه تو دیگر
 از دل پاکت کہ ہنر پرورست ۲
 ہمت مارا طلبی در سرست
 کر تو دریں فن کنی اندیشہ چیست ۳
 وز تو شود خاستہ من درست
 خواستہ چند انت رسانم ز گنج ۴
 کز پیے خواہش نبری پیچ رنج
 من کہ عطاے شہم اس فرود ۵
 سجدہ گناہ پیش دویدم چو با

چوں کشش سینه ز غایت گزشت
 با عث دل ز نهایت گزشت
 حال خود و نامه اُمید و آرز
 باز نمودم بخداوندگار
 او خود از آنجا که بزرگیش بود
 خردی من دید بزرگی نمود
 داد اجازت برضای تمام
 تا نهم اندر ره مقصود کام
 خج زخم زان کف دریا اثر
 گرم رواں کرد و کشتی زر
 تاز چنان بخشش مغلس پناه
 شوق کشاں کرد گریبان من
 شکر کنایاں پاس نهادم براه
 حاصل خوں کرد غم مادرم
 گریه زده دست بدلمان من
 قطع کنایاں راه چو پیکان تیز
 زاده میس بود براه اندم
 یک مہ کامل به کشیدم غماں
 به چو مہ عید خوش و شاد بهر
 نغز زناں به چو گل بوستاں
 یافتم از لذت دیدار کام
 مرغ خزاں دیده به بستاں رسید
 مرده دل از حال پریشان خویش
 دیدم نهادم بهزاراں نیاز
 مادر من خستہ تیمار من ق
 بر قدم مادر آرزوم ساز
 چوں نظر افکند بدیدار من

آدم اندرونِ بندگی	از دوشه با همه شرمندگی
فرض شده خدمتِ شه کردم	خم شده از بارِ کرمِ گردم
عقلِ سراسیمه و اندیشه مست	گوشه گرفتَم ورقِ دلِ بدست
نه غلط بلکِ خدایِ جن و انس	رُسته نهانِ کردم از ابناءِ جنس
و تشِ طبعم لبِ علم داد و داد	آبِ معانی زددم ز اود زود
سینه خاکیم بروں داد گنج	چون بتوکل شدم اندیشه سنج
پرده بر انداخت عروسِ خیال	خامه بیارست سخن را جمال
واں ز زبانِ قلم و نیکافت	حجله خط را ز سرِ پرده یافت
محرمِ کرم شده لوح و قلم	من زده بر عرش ز نفرتِ علم
زین سه هنر سنج و معانی فرا	خواست مددِ خاطرِ اندیشه را

سخن از وصفِ قلم آنکه بلوح محفوظ

هست اولِ صفتش ما خلق الله بخوان

کاؤل از دوش خطِ هستی دست	سوئے قلم دست کشیدم نخست
کرده رقم بر ورقِ کاف و کوا	را ند نخست ازید قدرتِ برو
داشته سر بر خطِ اربابِ علم	سلسله خباں شده و ربابِ علم

گفتش اے تاجورِ جمِ جناب
 منکھ بوم داعیِ مدحت طراز
 چوں تو دہی حاجتِ ہر منسلے
 باغ نہ از گلِ طلبہ رنگِ بوسے
 شہ کہ جہاں بندہ فرمانِ اوست
 حاکم از طبعِ کثر و فکرِ سست
 گر غرضِ شاہ بر آید بداں
 بندہ چو بنمود شاہِ زمن
 شاہِ زباں را بہ سخنِ برکشاد
 گفت چہاں باید مے سحرِ سنخ
 جسمِ سخن را بہنرِ جاں دہی
 نظمِ کنی جملہ سحرِ زباں
 تا اگر مہجر در آرد زپایے
 ایں سخنم گفت و گنجورِ جو د
 برد مرا خازنِ دولت چو باد
 من شدہ مخصوصِ بچوئے چنین
 نے قلمِ راز ہنرِ بہرہ
 بختِ ندیدہ چو تو شاہِ بختِ خوب
 تا چو توئی را بمن آید نیاز
 حاجتِ تو چیست بچوں من کہے
 ابر نہ از قطرہ بود آبِ جوے
 گر بمثلِ جاں طلبہ زانِ اوست
 نیست مگر پارسیِ نادوست
 دواتِ من سے نماید بداں
 عذرتی مانگیِ خوشستن
 قفلِ ز گنجینہ گو ہر کشاد
 کز پئے من سے نہ پیچی زینج
 شرحِ ملاقاتِ دو سلاطین دہی
 قصہ من با پدرِ مہرِ بایں
 آیدم از خواندنِ آں دل بجا
 از نظرِ لطف اشارت نمود
 مہرِ ز رو خلعتِ شاہیم داد
 مایہ بدتم نہ و سودے چنین
 نے در قم را زگر مہرہ

ورمثل نخت بجای که خواست نخته نیمزد مگر از دست رست
 و ربصر برآمده چوں مرغ باغ نغمه بلبل زده از نول زراغ
 قارچکان گشته زمنقار او تا نیمه قاری شده از قار او
 خوانده و را تیر سپهر از صوب نام قلم نیزه خط خطاب
 و رزوم این خامه بسوخته خام مجرّه سوخته دل را بکام

صفت مجرّه کوگر چه سیه دارد دل

آں سیاه بی دلش مایه علم است بیلا

سوخته دود فرانش قلم و آب حیات و ظلماتش بهم
 مطبخ سودا و درون حجره دوش روزنش از سوسه درون دوش
 هم ورق از روزن او برده دود هم قلم از مایه او کرده بود
 زاده ہیں دوده او هر زمان هر خلفش بر سر خود و دمان
 دیک خوش نختن سود و زیاں خامه چو کفگیر میتا بران
 خانه روین و زپولش ستون گشته برون دوش و تار از دوش
 دیده چنین ناوړه کس در جهاں خانه بجا ماند و ستونش بران
 کرده چھے شرف بصدنکیونی چوں چه بابل همه پر جادونی
 کس نه کشد سایه که در چنشت سائیه این چه به کشد هر که هست

علم جهانش همه طرف اللسان	پیچ خطایش نه اندر زبان
ورز لای ز اد معنی از و	آن نویسنده بود نه از و
بر ورق ابل هنر کرده داغ	روز و شب از خوردن و و چراغ
در هنر از بس که رواں کرد دست	دستگهی یافت بهر کس که هست
رهست بهر دستگهی همچو تیر	راستی او همه را دستگیر
گفت خبر بر همه از خیر و شر	نامه سیه کرد و بے با خبر
هم زده در خشکی و تری قدم	هم بسیاهی و سپیدی علم
در طلب صوف تراشیده سر	گرچه همه جد کنش ز بر
راکع و ساجد شده در هر مقام	در دل شب کرده بیک پایام
پنج بنوده بقیامش قعود	طرفه که دین قیامش سجود
روزی او یک شب با صد هنر	گر همه سر زیر کند یا ز بر
سر زده در رفته درون دوت	یافته در ظلمتش آب حیات
دوده او قبله دانندگان	خوانده شده بر همه خوانندگان
آهوی مشکین و سرش بادشاخ	دزد و اوشک بصحرافراخ
تیر سپردار از و در خراش	تیغ گهر بار از و در تراش
کرده سر اندر ره شمشیر صرف	بلک ز شمشیر رسیده بحرف
آب سیه خورده چنان گشت مست	کش چو نگیرند بقیه ز دست

نامے حریر آمدہ اندر نورد
 آمدہ اجزائش فراہم ز آب
 بسکہ شد از کوبش بسیار پست
 کہ بود از دستہ تنغش گزر
 کہ خلہ سوزنِ مسطر کشد
 کہ ہدف تیر شود از ہوس
 کہ کند اندر کلبہ نشست
 برزدہ از روے سپیدی علم
 نام خدا یافتہ بروے گزر
 عاشقِ خطاے ترا دراصل
 باخطِ عارض نگزارد وفا
 پہنچ کہ از حرف نداند گزشت
 حرف بجز آرد سخن
 حرف بحر از قلم آرد سخن
 ہر کہ گئے قصہ فرو خواند پس
 کار کشاے ہمہ ز اسرارِ خویش
 قدر گراں یافت لیکن سبک
 طرفہ حریرے کہ توان جزو کرد
 لیک پر گندگیش ہم ز آب
 پشت و تا گردش از یک شکست
 کہ دہد از تیغ بمقراض سر
 کہ کشش رشتہ و فتر کشد
 الغرض از دوستی کلک بس
 تار قمیے یا بد از اسر نیست
 لیک سیہ روے شدہ از قلم
 زانش ہو سوند و نمندش بسر
 مے بریش گردن و در بند وصل
 گر چہ کنی بند ز بندش جدا
 حرف رسواں نہ نتواند گزشت
 لیک بہ پیچیدہ ہمہ بر خویشتن
 عاقبت الامر بہ پیچاند پس
 پیچش او از خود و از کار خویش
 دواں بسکے ہم ز فراج تنک

کرده درو خامه مصری پناه یوسف مصر آمده در قعر چاه
 کجمله دیده روشن سواد میل درو خامه و ککلس داد
 بسکه فزوں یافته زرق قلم آب سیه رانده بفرق قلم
 شستن او با همه داندگان رفتن او جانب خواندگان
 هر چه سواد و رقی مشکش حل شده چوں آب درون دیش
 در شکم از خشک ترش مایه بیش کرده قناعت به تر و خشک خویش
 بلکه شکم کرده پراز بیش و کم مانده دهاں باز برے شکم
 گه گئے از زحمت مشکلی بناب دافع مشکیش دوسه قطره آب
 معتبر عالم و جاہل شده گرچه دروں تار و سیہ دل شد
 من چو ازیں حقہ کشدم قلم بر زدم از مشک بکاغذ علم

صفت کاغذ سیمیں کہ پے دو و قلم

سیم سوزے شود و نقش بر آرد بریاں

کاغذ شامی نسب و صبح و ام آنکہ شد آرائش صبح ز شام
 سادہ حریرے وے اصلش ز خویش با قصب و خرنشہ پیوند خویش

ابر کردم چشم را کاں لاله رنگین من
 ماؤ تهنائی و روز ابر بارانی زاشک
 ابر بر من می بگرید کیش حیلے هست دبر
 خلق گوید در و خود را گوئے تا در ماں کند
 شسوارے ہر زماں کا نذر دلم می بگری
 دیدہ کن خاکِ درت سرمہ کندانی گچیت
 چشم من ہر چند افزوں تر ہی بار دہر شک
 وقتِ باران خوش کہ میبار دگے در و خوش
 بیشتر در روز باران مے بسا غمی کند
 اے خوش آنکس کو خوشی با آن سہمی کند
 خندہ دزدیدہ ہیں کنز زیر چادر می کند
 من ہاں گویم وے از من کہ باد می کند
 صد غبار از سینہ خاکیم سر بر می کند
 از غبار انگیزی تو خاک بر سر می کند
 ایں غبارے را کہ من دادم فزوں می کند
 ماجراے چشم خسرو پیش دلبری کند

ذکر باز آمدن شاہ بدولت گہ شہر

ہمچو بر جیس بقوس و قمر اندر سرطاں

صبح دماں چو علم آفتاب
 خمر کہ مہ گشت نہاں در پرند
 رخس طلب کرد شہ کا محار
 کرد رواں کو کہہ فقیاب
 باد شد اندر سر زرتینہ نامے
 از روش پیل کراں تا کراں
 کرد بد روازہ مشرق شباب
 قبۃ خورشید بر آمد بلند
 شد بکہ چاشت بدولت سوا
 سحے در دولت ازاں فقیاب
 باد رواں گشت سہم باد پلے
 سر سہر اندام زمیں شد گراں

خامہ کہ صد نامہ پیایے نشست	علمِ جہاں را ہمہ بروے نشست
آنکہ ہمیں مسافر او با گہر	و آنکہ کہیں حشیش او با شکر
آئینہ دیدہ صورت گراں	صورتِ ہر نقش کہ جوی در اں
من چو بریں آئینہ رونماے	مورچہ ریختم آئینہ زائے
ہمتِ مردانہ بہ بستم بکار	ریختم از خامہ در شاہوار
باز نیامد قلم تا سہ ماہ	روز و شب از نقش سقید و سیاہ
تا ز دل کم ہنر و طبع نیست	رہست شد ایں چند خطِ نادست
ساختہ گشت از روشِ خامہ	از پیشش ماہ چہنیں نامہ
در رمضان شد سعادت تمام	یافت قرآن نامہ سعیدین نام
آنچہ بتایخ ز ہجرت گذشت	بود نہ ششصد و ہشتاد و ہشت
سالِ من امروز اگر بررسی	رہست بگویم ہمہ شش بود و سی
زین نمط آراستہ بکرمی چو ماہ	باد قبولِ دلِ دانائے شاہ
تا چو شود خاصِ خداوندِ خویش	ایں غزلِ بندہ بخواند بہ پیش

غزل

باز ابر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند	سبزہ را در ہر چمن بر آبِ دیکر می کند
گرد بر می آید از عالم کہ از امساکِ ابر	گاہ بخشش عالے را در زماں ترمی کند
سر بہر باغی دروں کردندستانِ بہریش	سر و من تا در کداحو باغِ سر بر می کند

گشتِ گل آلودہ چو چرخِ کمال	صنکِ زرینِ سماندِ سفال
گردِ زیں برشد و میدانش داد	ننگِ ساروے بجواں نہا
تازکناں بر سر ہر تازکے	مقرعہ بر بستہ ہر چایکے
یافت بہم از سر ہر شانہ مو	شانہ اسپاں کہ بہم سود رو
گردِ غفر تا فلکِ خاستہ	کو کہہ چوں فلکِ آراستہ
داد بدر و ازہ کشادیکہ یافت	شاہ بدر و ازہ دولتِ نشت
گشتِ مکمل بجوا ہر عنان	توسنِ شہ را ز نثار افغان
گوئی از آہن گہر آمد بروں	نعل کہ نہشت بگوہر دروں
چرخ رواں گشت سر پایے خویش	پتھر کہ در چرخ شد از جے خویش
از عجبِ خویش سرش می گشت	زاں عجبے کو ز برش می گشت
جلوہ کنان پیشِ تنکوہ شہی	شد چو عروسے بہاؤ بہی
وز خہرش بے خبری یافت گوش	کوس خبر کرد بگوش از خروش
تعبیہ شد کاسہ گردوں در اں	بانگِ ہلِ خاست کرانِ تا کران
گوشِ نیوشندہ ہی کرد باز	نغمہ مطرب ز گلو گاہ ساز
رم شدہ از دم رہشگراں	زہرہ در اں انجمنِ اختران
گشتہ بموازہ شہ خاکروب	ماہ و شان چرخ زنِ پایے کوب
سوختہ جانما بھارت گری	شمعِ شکر دوش بزباں آوری

بسکہ شد آوازِ جوسِ چندیل
 بسکہ علمِ ہائے سیه شد بہاہ
 یافت از ان ایتِ شہزنگشاغ
 صفِ سپاہ از علمِ سرخ دزرد
 از علمِ لعل کہ بر پرخِ سود
 نوکِ سناں کرد بہ لاکِ زرد
 در تیرِ چرم کہ سناں گشت گم
 کرد سناں گاؤ فلک را ز بول
 شہ تیرِ چترِ سیہ مے چمید
 بود در ان دائرہٴ شام گہن
 تیغ بہ پیرامنِ چترش تظار
 بود بیک جلے صفِ تیغ تیر
 بانگِ روار و کہ برآمد بلند
 پرہ زدہ تیغِ زناں سرسہر
 زان ہمہ لشکر کہ زبیں می شست
 شد زمیں از لعلِ نقبش و جھار
 گرد کہ بر شد ز زمیں ہر زناں
 ہر طرے گشت کراں گوشِ پیل
 ماہ نہاں گشت در ابرِ سیاہ
 شد پیرِ طوطی فلک پر ز راغ
 نسخہٴ دیباچہٴ نور و ز کرد
 طاسکے رخِ رشید پر از خوں نمود
 گشت کبوتر بہوا سیخ پر
 نیزہ شد از نوکِ سناں گاؤ دم
 شد ز دم گاؤ بہوا گاؤ گوں
 اوّلِ شبِ صبحِ دوم مید مید
 مردم دیدہ بسیاہی در ول
 ابریکے قطرہٴ آبش ہزار
 ہچو نیتاں بلبِ آبگیر
 غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند
 پرہٴ سناں گشت کلیدِ ظفر
 کرہٴ کلِ مرکبِ زینِ شپت گشت
 چوں شکمِ ماہی و اندامِ مار
 کاسہٴ کل شد طبقِ آسمان

رہ وہ لے دیدہ و خارِ مرہ را کیوں
 کہ خرامان و خوش آں سرورواں باز آمد
 جاں کہ بگرختہ بود از غم بھراں بعدم
 خبر آمدنش آمد و آں باز آمد
 جان من چشم از اں کہ بروے توفتا
 جز تو در ہر چہ تو اں دید از اں باز آمد
 ظن نبود ایں کہ ز خوباں دل من باز آمد
 تا ترا دید کہ کن کہ چہاں باز آمد
 باز ناید دل من گر چہ بکویت صدار
 شاد ماں رفت و بفریاد و فغان باز آمد
 چون بکوے تور و مخلق بر آرد فریاد
 کاینک آں عاشق بیچارہ جاں باز آمد
 گر دل این ست کہ دارم نتواں باز آمد
 بندہ تحسرو ز تو دیدہ پوشید و رفت
 چوں میسر نشدش دیدہ کنان باز آمد

سخن از ختم کتاب بخط خواہش غدر

کہ بچویند خط را بد رستی برہاں

من کہ دریں آئینہ پر خیال
 بگر سخن را بنمودم جمال
 کس چہ شناسد کہ چہ خون خورده ام
 کیں گہ از حقہ بر آورده ام
 ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر
 از خوے پیشانی و خون جگر
 تا تم از فکرِ پنہایش
 کہ بگر گاہ بہ پیشانیش
 ہر گہرے بیتے و کانے درو
 ہر درقے ملک جہانے درو
 در تہ حرفش ہمہ باریکی ست
 آبِ خضر در دل تار کیکی ست

پانہیں شانِ رسید از طرب	ملک بپا کو فتنِ بوالعجب
صورتِ قہرِ تہجیر بمباند	پیکرِ شانِ طرہ چو بالافشانہ
چشمِ زدازدیدنِ رولے نیک	گرچہ صورتِ نرزد چشمِ لیک
نرم ترین راند فرس را براہ	شاہِ نبطانِ آں کار گاہ
تا بشرفِ خانہٗ دولت رسید	نرم ہی راند و غماں می کشید
خانہٗ دولت شرفِ تازہ یافت	از سہمِ سپیش فلک آوازہ یافت
بندہ شدش بختِ بیکبارگی	رفت چو در بار گہ از بارگی
فرشِ زمین شد ز درِ شاہوار	بسکہ فشانند ز ہر سونشار
کس نتوانست کہ بوسد ز میں	خاکِ نہاں گشت بدرِ نہیں
بست زمین را بجو اہر طراز	بزمِ بیارہست شہِ بزمِ ساز
تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم	جشنِ فریدونِ طرب گاہِ جم
خواستہ می داد و ہی برد رنج	از دلِ خواہندہ بتاراج گنج
بزمِ نہ گشتش تنی از رود و جام	از شبِ تار و ز سحر تا بام
رود زش ز ہرہ و ساقیش باہ	بادِ مدّاش بطرب و تنگاہ
ایں غزل از آبِ و اں تر برود	مطربِ افرابولے سرود

غزل

عمرِ گشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد وز پسِ عمرِ من آں جانِ جہاں باز آمد

گشت ضرورت که کنوش بقصد
تا چو دریں بگری اے بشوند
بیزش ایں حرف کن از فکر تیز
ور ز جل باز کشائی شمار
خوامش از خامه زمان گزین
زانکه خراشیده مردم بود
ایت مبارک خلفه نامه را
خامه من گرچه تراش افکنست
ز باغ زبانی که بفرہماے
ہم ز نئے تشک نبا تم دہد
ہر سخن کز رقص یافت داغ
زیں ہمہ سودا کہ فرو نخم
چند گم بود بدل کیں خیال
بود در اندیشہ من چند گاہ
چند صفت گویم و آبش دہم
باز نمایم صفت ہر چہست
بستم و دادم با میان نقد
بیش و کمش باز شناسی کہ چند
خواں تو قرآن نامہ سعیدین نیز
نصد و چار و پیل و سہ ہزار
آنکہ نہ کرد در قے کم ازیں
آہ کے کش خلفہ کم بود
دودہ ازیں بہ بنود خامہ را
زوچہ گم ہا کہ تراش مست
کبک و اں را بر بند زاع پایے
ہم ز سواد آب جیہا تم دہد
طعمہ طولی ست بمقار زاع
چیت زمعنٰی کہ نا یکنخم
تازہ کم ہر صفتہ را جمال
کز دل دانند حکمت پناہ
جمع اوصاف خطابش دہم
شرح دہم معرفت ہر چہست

رہست چو اندر دلِ شبِ ہاتھاب	حرفِ نشینِ معنیِ خورشیدِ تاب
مورچہ را ملکِ سیلماں بکام	شپڑہ را مہرِ منورِ مدام
شبِ زکواکبِ علمِ افراختہ	گنجِ گہ در شبہ داشتہ
رومِ سخن را ز حدیثِ داغِال	ہر حبشی پیکرے رومیِ جمال
ہمچو بلائے ستِ بباگِ نما	ہر خطِ توحیدِ بریں لوحِ راز
چوں شبِ معراجِ پراڈوارِ غیب	ہر رقمِ لغتِ رموزِ بحیب
مردمکِ چشمِ معانیِ یقین	نقطہ ہر حرفِ بزیبِ ترین
دارے جراحِ وومِ بخیہ بُر	ذوقِ خیالاتِ زمستی پُر
پیش کہ بکشد ز دردِ پردہ پوش	ہر غزلِ دشنہ عشاقِ کُش
بلکِ گزشتہ ز سمواتِ سبع	اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع
تیرِ قلمِ کردِ سرِ خویش را	دید چو ایں مثنویِ بیش را
شد خوشیِ دل کہ چو جنتِ خوش	ہر یکِ ازیں بیت کہ جنتِ مست
حیف بود زو کہ یکے کم کنند	چوں سرِ خامہ بسرِش خم کنند
کم شد و سرمایہ نمازش درست	من چو نکر دمِ حدِش از نخست

لے یعنی ذوقِ خیالاتِ من از مستی بسیار مانند داروے بیوشی جراحِ ست کہ بوقتِ دوغلق زخمِ مہرِ بعض
دہد و افسوں طرارانِ ست کہ بوقتِ بریدنِ جیبِ دمنده ۱۲

لے یعنی ہر غزلِ من دشنہ عشاقِ کُش ست و بر دے آنکس کہ پردہ از دل بردار و معنی ہوشیار و صاف نشین
باشد ۱۲ اش

نرپے آب شد قلم سحر سنج
 کز پے ایس مارشیمم به گنج
 منکہ نهادم ز سخن گنج پاک
 گنج ز راند نظم عیبت خاک
 گرد ہم تا جور سر بلند
 ورنه دزدان خودم را نگان
 یک جوازیں فن چو بدماں نهم
 رنج از پے یاراں برم
 شیر چه که پنهان کنی از محرماں
 هر چه که پنهان کنی از محرماں
 مار که گنجش بود اندر مخاک
 زیں همه شربت نه بیاں کرده ام
 هر همه دانند که چندیں گهر
 ورد هم گنج فریدون و جم
 کام ازیں نامہ عنوان کشای
 کانچه درین بت چو بنید که
 هر صفتی را که بر این ختم
 مور شدم بر شکر خویش و بس
 گر چه در چیده بس دیده ام
 کز پے ایس مارشیمم به گنج
 گنج ز راند نظم عیبت خاک
 ورنه دزدان خودم را نگان
 یک جوازیں فن چو بدماں نهم
 رنج از پے یاراں برم
 شیر چه که پنهان کنی از محرماں
 مار که گنجش بود اندر مخاک
 زیں همه شربت نه بیاں کرده ام
 هر همه دانند که چندیں گهر
 ورد هم گنج فریدون و جم
 کام ازیں نامہ عنوان کشای
 کانچه درین بت چو بنید که
 هر صفتی را که بر این ختم
 مور شدم بر شکر خویش و بس
 گر چه در چیده بس دیده ام

له یعنی اس کار (شاعری) از برای طمع نه کرده ام که قتل مار بر گنج نشینم ۱۲

بفکنم از حبیب گهر با به پیش
 طرز سخن را روشِ نو دهم
 نو کنم اندازۀ رسمِ کهن
 و رنگم تا چه در افتانده ام
 آنکه به بلینم به هنر پیشتر
 آنچه هنر هست بگیم نگو
 کلِ بصر نو کشم از هر مداد
 اول از آنجا که برانگیز مش
 سکه خود زین من اندیشه زان
 آنچه ز سر جوشِ دل فکش بند
 موی بمویش به هنر بنختم
 وصف زان گونه شد از دل برود
 زین پس اگر عمر بود چند گاه
 رنگِ یاد ت ندیم خامه را
 کا نچه همی شد بدلم خار خار
 گرچه شه از بس چنین نامه
 کرد نگوئی که نگوئی کنند

تاجِ خودش سازم و دامنِ خویش
 سکه این ملک بخسرو دهم
 پس روی پیش روان سخن
 تا بچه ترتیب سخن رانده ام
 کوششِ آن راه کنم بیشتر
 و آنچه جز این ست بگیرم از د
 نورِ بصر نو کنم از هر سواد
 بر کشم آنجا که فرو ریز مش
 تانۀ نشانم نه نشینم ز پائ
 معنی نو بود خیالِ بلند
 پنجه و سنجیده در و ریختم
 کانِ دگرے را بدل آید که چو
 کم هوس آید به سفید و سیاه
 ساده ترین نقش کنم نامه را
 یافت درین گلشن رنگینِ حجار
 داد مرا گرمی بهنگامه
 بر چو معنی آنچه تو گوئی کنند

کے شود ایں مایہ از آن کسے گنج نہ گنج بد ہاں کسے
 درخور ہر لب بنود ایں زلال کیست کہ اینجا برساند خیال
 جلوہ گر من کہ رخ آہستہست جلوہ کناں پیش تو برخواستہست
 درنگر از مقنعہ تا دامنش عاریتے نیست بہ پیرا ہنش
 زیور نو کردہ ہنگار چنیں نغز بود دیدن یار چنیں
 لیک بہ نظارہ کہ زلف دُ خال ہدیہ او شرط بود در جال
 پیش نگو نیک گو بد ز پس ہدیہ ایں دے بہن بست و بس
 ورچہ ترا گفتن بد فن بود آں بد تو نیکوئی من بود
 آنکہ بہ نقصان خیال من اند جملہ گواہان کمال من اند
 بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس بے ہنراں را نہ کند یاد کس
 در سخن افتد ہمہ اپنچ پیچ چوں سخن نیست چہ گویند پیچ
 چوں عملے لازم صورت بود نیک بد خلق ضرورت بود
 آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش زخم زناں برے از اندازہ بیش
 ہر گل و خارے کہ رسد زین خرا نے خوش از آن گرم نے رنجہ زرا
 ہرچہ تالش کند مرد ہوش گرچہ بود رہست نیارم بکوش
 زانکہ چو زیں فن بغور اوقتم ترسم ازیں مرتبہ دور اوقتم
 چرب زبانی نہ بود سود مند طفل بود کش بفریبی بقند

نیست ز کس لولوے لالے من
 نکته من گوهر کان من است
 دزد نه ام خانه برد گیرے
 مایه هر دزد که در عالم است
 هر چه که از دل در یکنوں کشم
 زانکه نگه می کنم از هر کراں
 قلب نه چند بهر گوشه هست
 نقب نه ده صحن نهان مرا
 دزد و متاع من و با من بچوش
 خانه فکر هم هر روزن کند
 نقد مرا پیش من آرند راست
 شرم ندارند و بخوانند گرم
 طرفه که شان دزد من از شرم پاک
 باز کشاید خیالے که هست
 پرفن شاں گرچه روی ده
 آنکه دریں گنج نهان جوهری
 دور که نقد زافیر شاه جہاں
 زرف بهیں در تیر دریای من
 زان کس نیست از آن من است
 خانه کشاده ز در دیگرے
 گرچه فزون است بقیت کم است
 زهره آن نیست که بیرون کشم
 اینیم نیست ز غارتگر اں
 کز زین پاره و دهنم بدست
 مرغ شده ریزه خوان مرا
 شاں بزباں آوری و من خموش
 جستن حنّت هم از من کند
 من کنم حنّت کز آن ثنات
 با من و من پیچ نگویم ز شرم
 صاحب کالا من و من شرمناک
 در چه کشایند ندانند بست
 سستی هر بیت گویای ده
 باز شناسد که گمزان کیست
 سفلہ اگر یافت غامد نهان

من بد کس ناورم اندرز با	دانچہ بود رست نذارم نہاں
چونکہ جہاں پر زخیںست و خس	روے نمی تا بدم از ہیچکس
گرمی دل نیست چو حاصل مرا	سرد شد از آب سخن دل مرا
تم کے ازیں شیوہ بہ تنگی شوم	بے غرض آماجِ خدنگی شوم
نام گدائے کم اسکندرے	خلعت عینیٰ فکرم بر خرے
مختشانہ دریں روزگار	مس بزراندودہ ناقص عیار
کور دل از دولت کوتہ نظر	دولتِ شاں از دل شاں کو تر
گوش کرا فی ہمہ ناموس جوے	سفلہ و شِووں صفت چنگوے
لازم شاں گشت ز نقصان ہو	کو تھی چشم و درازی گوش
حاتم ورستم شدہ در جلے لاف	چوں زنِ حائض کہ بود و مصاف
بے کرے نام فروشی کند	بے گہرے مرتبہ کوشی کند
خوردہ بدرویش نیارند پیش	پیش رسانند بد بجا کہ پیش
شاخ گلے تحفہ مرا ورا کند	کز پئے غمیش تقاضا کند
گر گئے باشد و شاں خواں نشیں	سرکہ دہند و طلبند انگبیں

۱۱ یعنی ہر چہ کہے گویدے شہنشاہ از کو تاہ چہی خود امتیاز حق و باطل ندارند ۱۱

۱۲ یعنی سرف حق بھدار نمی رسانند و بغیر مستحقاں دہند ۱۲

۱۳ یعنی شاخ گل پیش کے تحفہ برند و بوجہ آں بارغ خواہند ۱۳

آنکه شناسنده این گوهر است	گر همه نفیس کدم درخور است
و آنکه به تقلید نشست اندرین	نشوم از خود کدم آفرین
مردم داناکه بود نیک خو	نیک شنو گفت بد از بے حجو
و آنکه به بد گفت گرفت ست خو	نیک نگوید که نیاید ازدو
بد نتوان گفت نکور اچو نیست	یابد و یانیک بروں ازدو نیست
هست اگر سکه نیکو نیش	نیک نگویند چو بد گویش
ورز بدی خال بود بر بندش	خود نتواند که پوشد بدش
گیر که پوشی همه عیبش به زور	چند توان داشت نهان چشم کو
باز کسے را که حذر ده زند	زخمه دریں ره نه یکے ده زند
گر مثل صد هنر آرم ز غیب	پس بجنگا ہے نکند جز به عیب
از هنر خود همه کس دم زند	آنکه کم است او همه را کم زند
جو هر بر مرد که در عالم است	کم زن او از زن حاضر کم است
کم نه زند مرد کسے را و لیک	بد همه جا بد بود و نیک نیک
صد سخن رست نه گیر و بهر پیچ	یک تم کز کند نگشت پیچ
گر به ازین نیست گهر گفتنش	عیب بود عیب کسان گفتنش
در کم ازین مایه رسیدش ز غیب	طفل ره ماست نه طفلان عیب

پشتِ بخوم نہ پنا ہے ز کس
 تا بطع بر در ہر کم ز نے
 خسر و من بگزرازیں گفتگوے
 چشم تو از عیب تو دیدن تہیست
 چشم بخود باز مکن چوں خساں
 چیست نظر سے خود انداختن
 زیں دوسہ اوراقِ فرخِ فرد
 تاکے ازین مایہ بے پانگہاں
 چوں جبرست چند فغان تہی
 کام جلاجل کہ ہاں تنگیست
 زورِ جوانی برہ آورد پایے
 نامہ ہستی بسوا دے گزشت
 شد ہمہ عمرت بشمارِ جنیں
 ہر چہ دریں تختہ قلم نقش لبست
 سوخت دلم زیں رقمِ دو دواں
 چوں بخداوند کنم رے و بس
 ننگِ خیاں نہ کشد چو منے
 نیکی خویش و بد غیرے مگوے
 از دگرے پرس کہ عیب تو چیست
 ہیں سے خود لیکِ چہنم کساں
 صورتِ خود قبلہ خود ساختن
 چند تو اں نازشں ہیودہ کرد
 بانگِ بر آری چو فرو مانگاں
 خشکِ بانی و میان تہی
 بانگِ نفیرش ز بسک سنگیست
 دز تو زفت ایس فن اندیشہ زائے
 عمر بہ ہیودن بادے گزشت
 وہ کہ جنیں عمرے و کارِ جنیں
 ز اں ہمہ جز باد و نیامد بست
 پختہ شدی دے سوداے خام

۱۔ مراد از جلاجل زنگو کہ ہاست کہ در گردن چوپایاں اندازند و دہنِ شان تنگ باشد ۱۱

۲۔ دودہ و ام سہ نام ۲۲
 ۳۔ پختہ شدی لے پیر شدی ۱۱

بیش ستانند و دہند اند کے تماندی ہ - نہ ہندت کیے
گر برسانند مثل برگدائے یک دے وہ طلبند از خداے

صفت خاتمہ و قطع تعلق کردن از پے اخترہ صحبت ارباب جہاں

بروز سرمایہ خود مدخلے بدرہ دینار بجا جلدے
گفت کہ بپذیر و عطاے بکن تا شودم بیش دعاے بکن
پیر بگفتش کہ چو پیشت ہوشت آنچه کہ کم میکنی از خود خطاست
گفت بدو منعم سود آرمائے کاچہ دہم سود بجوم بجائے
مرد پذیرندہ بخواب خورد ق بدرہ بدو داد کہ لے نیک مرد
باز پذیر ایں زچو من فطلسے زانکہ تو فطلس تری از من بے
چوں ہمہ میل تو بہ پیشی درست ایں کم تو ہم بتواولی درست
آنکہ ندارد صفت مردمی نیست بر آدمیاں آدمی
خاصہ کسانیکہ بہمت کم اند ظن نبرم کہ نسب آدمند
ایں سخن چند کہ بخوشتست شاعری نیست ہمہ رشتست
گرچہ چنین رست نبایدہفت رست بے رشت کہ نتوانش گفت
لیک بخوابش چو مر نیست را ق جز بخدایا بدر بادشاہ
ہرچہ بگفتم زکسم باک نیست زہر نخوردم غم تریاک نیست
نیت آں دارم ازین پس را کزد رشتہ نیز شوم بے نیاز

چوں نگری حاصل چنید گزند بیدہ باشد و ناسودمند
 ای قدر اندیشه خاطر زدای گر شود صرف بیا و خدای
 گرچه نہ در عالم رازت برد بارے ازیں بیدہ بازت خرد
 جان و دل غائب تو از حضور دور نباشد کہ نباشند دور
 کیست کہ آنجا شد و کارے نیت کیست کہ آن در زد و بارے نیت
 صدق دین مرحله یار قویست مگر ازیں کار کہ کار قویست
 بہت چو در سکہ پیرانت روئے ترک ہوسہارے جو انماں بگوئے
 شعر چو بادست نہ باد بہار باد خزانے کہ بر آرد غبار
 کم کن ازاں باد کہ گرد آورد و آخر کارت دم سر آورد
 پیشہ خموشی کن و دمساز شو بلبل باغ آمدہ باز شو
 ور ہوس مشنویت در دلست حل کنم ایں بر تو کہ بس شکلست
 در روشے گز تو نیاید مرو گفت بدم مشنو و نیکو مشنو
 نظم نظامی بہ لطافت چو در وز در او سر بر آفاق پُر
 پس چو تو کم مایہ بسیار لاف دُشمنی مہرہ خویش از گراف
 چیت در آن کم کہ بجویش باز تاچہ نہ گفت ست کہ گویش باز
 پنختہ از و شد چو معانی تمام خام بود پنختن سوداے خام

سر بر ہی باز نبودی دریغ راہ بجائے نہ سپردی دریغ
 زانچہ بگفتی بخط و صواب چونت پر سند چہ گوئی جواب
 از پئے تلے کہ مبادش اُمید نامہ سیہ کردی و دیدہ سفید
 گر چہ شد آوازہ بپسِخ کہود چون تلخ شدی نیام بلندت چہ سود
 صور قیامت کہ بر آید بلند نام بلندت نہ بود سودمند
 ایس رقم امروز کہ سودے تست سلسلہ گردن فرداے تست
 چند پونی ورپئے ایس ترہات چند بغلت گزرائی حیات
 گیر کہ نظمت سخن ازور کند پس بدرونے چہ تفاخر کند
 یک ہنر اندر دلت آرد فروغ رہت بگویم کہ نگوئی دروغ
 حاصل تزویر کم و کاستیت رستن مرد از سبب رستیت
 رہتی آور کہ دروغت بے ست ہر کہ چنین ست چکوئی کہے ست
 تا بود اندر فنِ شہرت ہوس جز بدروغت نہرو نام کس
 پلے ازیں دائرہ یک سحرے نہ پشت بدو کن بخدا روے نہ
 پیچ خبر داری از اندیشہ کاوردت باز بہر پیشہ
 پیچ نگوئی بکس از ہماں پیچ نگنجد بدلت جز ہماں
 از ہمہ جاد دل بکراں داشتہ ہمت دل جملہ بر آں داشتہ
 بس کہ دلت گردو از اندیشہ نول تمانخے راز دل آری بر دل

در ہوست می نہ گزار و غناں ق می کشت دل بہ خیالِ چناں
 کوشش آں کن کہ دیں اوتنگ زان گل تربوے دہنت یتنگ
 از پے بخشش بجز آرزوے یک غایت ز ہر رگان بجوے
 رنج نہ بردل گویاے خویش یک و جوئی ز گویاے خویش
 سوزِ سخن را نہ بخامی طلب پنجگیش ہم ز نظامی طلب
 سوزِ تکلف خس و خاستہ ست چاشنی سونٹکاں دگرست
 یک اگر پذیر من آری بگوش مصلحت آست کہ مافیِ خوش
 چل شد و در نہایت آندشت پیش میں پیش کہ فتنی بشت
 نوبت تو بہ ست گرانی مکن روے بہ پیری ست جوانی مکن
 در غلبت یادِ جوانی دہد ق وز خوشی طبع نشانی دہد
 تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند ہرچہ تو کوئی بہ ازاں گفتہ اند
 نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن شرم نداری کہ بگوئی سخن
 ترکِ ہوس گیر و ہے پیش گیر رہ بسوے مصلحتِ خویش گیر
 آں کن و آں ساز کنیز کو چگاہ چوں بردی تو نشہ بخوئی براہ
 تاکہ بغیرت نہ نشانہ دہیز پیشتر از مرگ بغیرت گریز
 چند کنی خواب دیں رہگز خوابگمت ہست بجائے دگر

زین و خیالی کہ ترا کثر ترست
 بگزرا زین خانہ کہ بجائے تو نیست
 کالبدے داری و جاں اندرست
 تا بود این سکہ لعل عالم درست
 بہ کہ دریں جنبش طبع آزمائے
 گفتہ اورا شنود گوش باش
 سحر و رانے کہ درودیدہ اند
 شنوی اورست تینائے بگوے
 ایں ہمہ ز انصاف نگر زورست
 گر نہ بدی ایں غلط جاں نواز
 بیک چو سر ہا ہمہ زان بو خوشست
 تا بود آوازہ قمری بساغ
 آنکہ چشیدہست مے خوشگوار
 جستن آں مایہ خیال گزشت
 ویں رہ بار یک پائے نیست
 ہرچہ تو دانی بہ زان اندرست
 برتن تو کے بود ایں شہتہ پست
 سر نہی اول و انگاہ پایے
 گفت مرا بشنود خاموش باش
 خامشی خویش پسندیدہ اند
 بشنوش از دور و دعالے بگوے
 گر تو نہ بینی دگرے کور نیست
 ہو کہ دلم را بتو بودی نیاز
 عود تو آں جا علف آتشست
 کس نہ ہد گوش باواز ز راغ
 دُر و کشد در دِ سر آرد خار

۱۱ کثر ترے کج معنی ہیودہ ۱۲

۱۳ ایں سکہ لے مثنوی نظامی ۱۴

۱۵ حضرت امیر خسرو دین اشعار و تنی نے لکھنڈ کہ در مقابلہ مثنوی نظامی مثنوی توچہ پیرست ۱۶

ہرچہ رسد بیش خورد کم مخور
 و آنچه بہ قسمت بہازل نہ آست
 و آنچه قضا نیست بدان یافتن
 و رچہ بگردی ہمہ بالا و پست
 ہرچہ بجوی و نیابی مرج
 چند چو موران سرا سیمہ گرد
 عاقبت آن مور بہر خانہ
 گرچہ کہ زر جانت جویں لبے
 جو ہر ہرچہ کہ زیندہ تر
 جاں کہ ہمہ در پئے این خاک رفت
 طفل شود فتنہ بریں خاک زرد
 ایں گل رنگین کہ فریب دل
 عقل کسے رہست کہ گردش گشت
 تا حد سے میرسدت زیں خراس
 قرص جواں کس کہ بدنہاں گند
 آنکہ شکیبش بقناعت درست
 کاں بغذا لذت کاش دہد
 ورنہ رسد ہم برسد غم مخور
 رنجہ مکن دل کہ بدامان تست
 گرچہ بجوی نتواں یافتن
 روزی ازاں بیش نیابی کہست
 زانکہ خواہش نتواں یافت گنج
 کم خوری و بیش نہی بہر خورد
 جاں دہد اندر طلب دانہ
 و رہمہ عمرست مخواہ از کسے
 نیست نہ زر، سیچ فریذہ تر
 پاکی آن کس کہ ازیں پاک رفت
 مردی آن کس کہ غوروش خورد
 ہر کہ فریش خورد عاقلست
 آخر ازاں گوئہ کہ آمد گزشت
 دل منگن از پئے گندم در آس
 مردنہ آن کر پئے زر جاں گند
 قرص جواز قرص زرش بہترست
 ویں بطمع خست نہاش دہد

یک نفسے زیرِ زمینِ اربہوش
 مہمتے نیست جہاں را چناں
 نگاہ ازین خانہ سفر کردنی ست
 گرچہ کسے زندہ نما ند بے
 خاک بے خورد تن پاک را
 جاں بشتاب دل اسیر بوس
 عمر چنیں آدمی بے خبر
 ایں ہمہ بیداریِ ماضقن ست
 رفتنیا نیم ازین راہ دور
 گنبد گردنہ وفا کے کند
 زین گزر راہ رواں برگزر
 ایں طبق گل کہ وفاز و کم ست
 بے نمک ست ایں فلک کا سہوش
 ناں بہت یک بخون جگر
 گر بودت خوش خورد بد خویش
 تنگ مباش از پے عیش فراخ
 بنگر و پوشیدہ بر خود مپوش
 کامدہ راتا فت ز رفتن غناں
 شربتے از جام اجل خوردنی ست
 زندہ جاوید ہما ند کسے
 سیر نکردت کسے خاک را
 غفلت ازین بیش نکردت کس
 باد بسر کردہ کہ خاکش بسر
 کامدن ماز پے رفتن ست
 درچہ ظلمت نہ بصیرے نور
 وائے بروکیں طمع از دے کند
 چوں گز زندہ است رواں برگزر
 کاسہ خوش ز سرِ مردم ست
 از نمک اوچہ کنی کام خوش
 تو ہم ازد تر کن و انگہ بخور
 ورنہ در خبہ مشو گو مباش
 کاں بری از باغ کہ فیروز شاخ

گوشه نشین تا بخیالت بوند
 ہر ہمہ محتاجِ جمالت بوند
 راہ طلب در روشِ بیکان
 تار ہی از کن مکن مردمان
 بوم بویرانہ از ان شد زباغ
 تانہ کشد رنج لکد کوپ زباغ
 دُر کہ نہاں در صدفِ آبی ست
 بیش بہا از پئے کم یابی ست
 گل کہ بقدرش ہمہ عالم بہت
 در ہمہ جار و دید از ان کم بہت
 چند چو بیچارہ تو بر ہر کس
 زود کنی روئے زہرِ خنے
 بازِ سفیدی - بہوا کن شکا
 زباغ نہ جیفہ بگر گس گزار
 چوں بریدی طمع از نا کساں
 مرد می نیست چو در چشم کس
 صرف مکن گوہر خود با خساں
 گل بچہ را گاہ ستوراں مبر
 چشم نگہدار از آسیبِ خس
 یک از ان جا کہ طمع خوست
 آئینہ در مجلسِ کوراں مبر
 از تن گازرتوان شست داغ
 ملک قناعت نہ بہا زدے لست
 پیرِ حوصل نشود پیرِ زباغ
 بہیدہ با تو جدے می کنم
 در نہ کشانی تو دے می زخم
 ہر چہ دیدم تو ددے شد
 پند بے دادم و سودے شد
 چوں تو چنین غافلے از کار خویش
 من بروم بر سرِ گفتارِ خویش
 ایں سخن چند کہ از بہرِ سمع
 طبع پر اگندہ من کرد جمع
 فکر بے داد جگر کاہم
 عمر بے رفت بہ گمراہم

مردہ از خود خورش است	گزرش از رہ برد رہوت
مور کہ بر صف و بدقیاس	پاش بلغزد چو در افتد بطاس
مال چہ جوئی حتم نیستش	برہ فزون از شکے نیستش
ترک طمع گیر خود شرم دار	تانه شوی چوں خجلاں شرمسار
دست مکن کفچہ کہ روزی بہت	روزی از و خواہ کہ روزی دہ است
گر سنہ زانی کہ درین تنگناے	نان ملک میطلبی نہ از خداے
گر بود صدق کہ روزی دہ است	منت دشمن نہ کشتی پیش دست
غره بہ نزدیکی سلطان مشو	بلبل باغی مگس خواں مشو
ہست و از خرمن ہستی خستہ	تا تو چہ باشی کہ کمی زد بے
گر چہ پرد بلبل بستاں بلند	بازی طفلان شود از بہر قند
چند کشتی پیش ملک دست پیش	تات ز کواتے دہ از ملک خویش
گریہ کنی ہر چہ بضاعت کنی	ملک تو داری چو قناعت کنی
تشبہ بمیر آب زد و ناں خواہ	خوں خور و از خواںچہ نشان ناخواہ
دل قناعت نہ و خورسند باش	ملکت این ست خداوند باش
خور کن و آشام بخونای خویش	از پئے نانے چہ بری آب خویش
دل ز وفا جوئی دو تاں بکش	خو ز علف گاہ حروماں بکش
اہل حجو گرد و جہاں زانکہ نیست	ترک جہاں گیر و جہاں دار کہ نیست

چون ز تو شد این همه باخیز خیز
ہم تو کنی در دلِ خلقِ غزیز
عیب شناساں کہ سینِ من اند
بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند
تو بکرم عیبِ من عیبِ کوش
در نظر عیب شناساں بپوش
سر مہ انصاف بہر شیم سائے
بکرِ من آنگاہ برایشاں نائے
دایعِ قبولی مکش اندر سرش
تا کند با حنزاں ابرش
بو کہ بر آرد چنین نام نام
بر درِ شہ خدمتِ من و اسلام
در نظر شاہ مباد اکھنسن
ایں غزلِ ختم بریں شد سخن

عزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می بُر
پیغامِ کالبدِ بسوے جاں کہ می بُر
ایں خطِ پر ز مہرِ لبِ کمر می بُر
دینِ ردِ سر بہر بدرِ ماں کہ می بُر
ایں نامہ نیست پیرِ کاغذِ دست
پرخونِ دستِ ہجرِ بجاناں کہ می بُر
مایم و شرطِ بندگیش باہرِ اشوق
ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می بُر
زین تنِ میدِ چون لُ جانِ ہزار
کشتہ شدیم قصہٴ سلطانِ کہ می بُر
گفتم یا کجاست کہ دیوانہ گشتہ
اندوہِ مویشِ سلیمانِ کہ می بُر
جاناں ما بہ ہجر تو ہر مونے کہست
غم می بردوے غمِ ہجرِ کہ می بُر

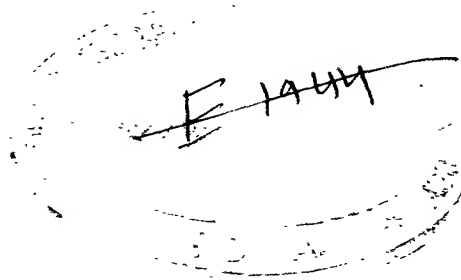
بوکہ بہر گری ہنگامہ یاد کنندم ز چین نامہ
 سرکہ بے ہست شکر نیستش بز صفت چیز دگر نیستش
 چوں سخن از لطف نشانے نہا کالبدش صورت جانے نہا
 وصف براں گو نہ فروزانہ ام کز غرض قصہ فرومانہ ام
 خال تکلف ز دمش بر جمال نغمہ ناید مگر اندر خیال
 دیو بود یافتہ رہ در ہشت بستن پیرایہ بخاتون ہشت
 عیب چنان نیست کہ نہفتہ ام کانچہ گویند ہمہ گفتہ ام
 چوں منم اندر قلب کان خویش معترف عجز بہ نقصان خویش
 ہست امیدم کہ سخن پرواں چوں نگرند از رہ نیش دراں
 عیب یکے نیست کہ جویند باز چوں ہمہ عیب ست چہ گویند باز
 خردہ نہ گیرند بزرگی کنند دنبہ چنان نیست کہ گرگی کنند
 بار خدا با من غافل بہ از ق ایں ورق سادہ کہ بستم طراز
 گرچہ کہ امروز جمال من ست عاقبت الامر وبال من ست
 ہرچہ درو شد رقم از خوب ہشت ایں ہمہ تقدیر تو بر من نوشت
 عفو کن آں را کہ رضاے تویت توبہ دہ از ہرچہ برائے تویت
 چوں کرمست ہست ز جرم چہ پاک تیرہ نہ شد بحر بیک مشت خاک
 گیر کہ ستم دُر نہا ستمنی یا سخنے بود کہ نہا گفتنی



گفتی نگاہدار بفرمانِ خویش دل دارم ولے بگوئے کہ فزا کہ می بُ
 درد اکہ دل ز حسرت و بیاوی می بُ و آگاہ نے ز بزدل لک کہ می بُ

شد سخن ختم قبولے کہ خدایش اده است
 تا ابد باقی باد او مبادش پایاں

ی م ی



N. C.

"A book that is shut is but a block"

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY
GOVT. OF INDIA
Department of Archaeology
NEW DELHI.

Please help us to keep the book
clean and moving.

S. B., 14B. N. DELHI.